

خطبات یورپ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مترجم

اختر مجازی



ادارہ ترجمان القرآن دہلی، پاکستان

بحر حقوق کی کتاب مصنف مخدوم

نام کتاب :	خطبات یورپ
مصنف :	مروان سید ابراہیم امجدیؒ
مترجم :	اختر مجازی
ناشر :	ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور
مطبع :	ایم ایس پبلیکیشنز، لاہور
اشاعت :	

طبع اول

طبع دوم

اکتوبر ۱۹۹۳ء

۴۰۰۰

روپے

قیمت :

فہرست مضامین

صفحہ	۱۔ دیباچہ	۳
۹	۲۔ بھارت میں اسلام اور مسلمانوں کے مسائل	۹
۱۵	۳۔ پاپائی کے نام کا پیغام اور اس کا جواب	۱۵
۲۹	۴۔ عربی مائیکرو کی تاریخ اور اسلام	۲۹
۴۵	۵۔ محمد بن عبد اللہؐ کا سوانح حیات اس کا جواب	۴۵
۷۹	۶۔ مغرب کا اسلام کی دولت	۷۹
۸۹	۷۔ ٹورنٹو (کینیڈا) میں ایک مجلس	۸۹
۱۳۷	۸۔ اسلام مغرب کے انقلابی اثرات اور اس کا جواب	۱۳۷
۱۶۵	۹۔ اسلام: کس چیز کا علمبردار ہے؟	۱۶۵
۱۷۹	۱۰۔ آئینہ حیات	۱۷۹
۲۴۳	۱۱۔ دینی حق کی خصوصیات	۲۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مولا سید امجد علیؒ کی عظیم شہادت کا حق ہے۔ جس کی زندگی کا منہ
دعوتِ اسلامی اور اس کی تشریح و تفسیر کا وسیع ہے۔ وہ پہلی جگہوں کا
ارٹھمن پختہ اسلامی دعوت کا نورا ہے۔

"نظامِ اسلامی" مولا سید امجد علیؒ کی عظیم شہادت کا حق ہے۔ جس کی
کے سفر میں مختلف دینی احکامات میں کمی۔ جس میں ہمیں سوالات و جوابات
کی تعداد میں بھی شامل ہیں جو مغرب میں اسلام کے بارے میں اچھوت کی جھڑپ
کرتی ہیں۔

بعض تقاضے میں مولا سید امجد علیؒ نے برطانیہ میں اسلام کو درپیش مسائل
اور مسائل کو درپیش مشکلات کے مسائل پر بحث کی ہے۔ اس کا اصل مقصد کیا
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو اپنی دعوت و ترویج کے لئے درپیش مسائل
ہیں جن میں سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ اس کی تعلیمات کچھ لوگوں کے لئے
دلیل کا مل اس سے بالکل مختلف ہے اس سے اسلام کو سمجھنے میں دشواری پیش
آتی ہے۔ اس کی تعلیمات کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور غیر مسلموں
کو اسے قبول کرنے میں شریعت حاصل نہیں ہوتی۔ پھر یہ اسلام کی سماجی
تعلیمات ہیں جن میں سے بیشتر کو اپنی مغربی تہذیب کے مختلف پار مغرب

کے باشندوں کے ذہن میں شجاعت سے زیادہ سہولت پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن
 یہ سہولت کا تعلق عقل و فہم سے نہ ہوتا بلکہ ہر قسم کی ذہنی سرگرمیت سے باز
 رہیں رکھتے ہوئے اسلام کی رنگ رنگ آرائی کرنے والی شخصیات نہیں کہیں نہیں
 ملتا۔ اس لیے کہ جس کے سامنے وہ اپنے سہولت و احترامات کھڑے ہیں
 وہ خود اس کی طرف توجہ دے رہا ہے اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دیکھ رہا ہوں
 میں اس کے نتیجے میں عقل و فہم کے تضاد کے سبب اس کی ضرورت پر مجبور ہوں۔
 یہ نشان کے ذریعے اس کو سمجھانے کی بجائے اس کو غلط فہم کرنے کی کوشش کی
 غیر کے ساتھ مغرب کے اسلام کے خلاف اعتراضات و سہولت کا جواب دیا
 ہے۔ وہ اس کو اس کا بھر پور جواب دے کر اس کی ضرورت پر اس کو اس کی ضرورت
 پہنچا رہا ہے کہ ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سائنٹفک کی ہے۔ انہوں
 نے اسلام اور اس کی تعلیمات کو اپنے معیار کے مطابق دیکھ کر اس کی طرف
 کھنکھائی کر دی ہے۔ اس میں کوئی الجھن نہیں ہے کہ کوئی نفسیاتی
 رکاوٹ نہیں ہے۔ کوئی عقیدت تو ایسا ہے تو ایسی نہیں ہے۔ یہ وہ ایک
 کمال نظام حیات ہے جسے اپنے پیروں کو زندگی کے ہر معاملے میں ہدایت
 دیتا ہے۔ وہ ہدایت جو انسان کی فطرت اور ضمیر کے مطابق ہے اور اس کی ضرورت
 ہو کر انسان کو ہدایت دیتا ہے۔ انہوں نے انہوں کے لیے ایک ایسا نظام حیات
 دیا ہے کہ اس میں سہولت کی مشکلات کے سامنے نہیں آتے۔ انہوں نے
 مفید شہود سے دئے ہیں جن کی مشکلات کا حل پیش کیا ہے اور انہوں نے
 اسلام کی گہرائی سے اس کے مسائل و مسائل کے حقیقی سفر پر گامزن کی

تتبع کی ہے۔

مردانہ سواری نے کلبہ و مسجد کے مینام کا بھی بڑا غلام و مسترد و اب
وہ بے اور دنیا کے عیسائیت کو صدیوں کے بعد کھول کر بیا ہے کہ مسلمانوں
کو ہی ہے کیا شکایات ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تمہارے بزرگوں کی تعلیم کرتے
ہیں اور تم جیسے بزرگوں کی انتہا کرتے ہو یہ انصاف تو نہیں ہے۔ یہ
ایک ایسی دل گت بات ہے جس کا کوئی جواب یوں ہی کے پاس نہیں ہے۔

دور حاضر نے اپنا ہر مذہبی کاوشوں اور سائنسی انکشافات سے بریلیجی اسلام
کے سامنے رکھ دیا ہے سو اس مزمع نے اس کو بھی تشکیق و تشکیل جواب دیا ہے اور
دور حاضر کی انگریزی گزریوں کا پہلی کھول کر رکھ دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ یہ
نقد کے سارے مسائل کا حل صرف مسلمان نظام حیات میں پوشیدہ ہے۔ انہوں نے
غرب کو اسلام کی دعوت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔

فرمان مولا سوری نے اپنے ہی خطبات کے درجہ پر پ کے تعلیم یافتہ
فرمانی طبقہ پر اسلام کی طرف سے تمام حجت قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور
اس کی اسلامی کانفرنس میں اس کا مقام تو شہکار ہے جس کے اندر ایسے انہوں
نے مغربی قادی کے کذب کو بے طاقتی مثبت طور پر اسلام کو روشن کیا ہے۔

مردانہ سواری انبیاء و انبیاء کے بادشاہ میں۔ اپنی بات خاصہ تھی۔
کچھ کے حق کو خوب پہنچتے ہیں۔ اس کی کتب خانی کے کتبہ تمام انجمنیں
کو جانتی ہیں۔ اس کی تفسیر فقہی فرقہ جہد کے اندر کے اندر کے ایک اگر نقد
ہے۔ انہوں نے اپنے قلم سے جو اسلام کی خدمت کی ہے وہ صدیوں پر چلا

ہوا اسلامی دولت کا کام ہے جو انہوں نے اپنی مختصر سی خدائی عمر میں کر کے
جبروت الہیہ کا نام نہ سنا تھا وہ ہے ۔

خطبات و سب عظمت و کرامت و ممالک میں پھرتے ہوئے تھے اور انہوں
فانکوں میں رہتے تھے۔ میں نے ان کی عظمت کے پیش نظر انہیں افسوس و افسوس
کہا کہ یہ ہے ۔ مجھے یہ یقین نہ تھا کہ ان کی عظمت جو بڑے گی ان کی حقیقت یہ ہے کہ
مردان محترم ہیں ہائیں اسلامی دولت کی مانتہ ہوتی ہے اور اس میں کمال ہے
وہیں اسلام کی ترغیب میں کہ ان کے عہدہ خود ہوتا رہتا ہے ۔ یہ اتنا سدا سدا
جو اسلام کے فہم کے لئے ہدیہ نہیں کہ بنیادی فروخت ہے وہیں بکھرا ہوا
فانکوں میں رہتے ہوئے تھا کہ اس کی حقیقی فروخت کے بارے میں اس کی عظمت کے بارے
میں لگتی تھی ۔ میں نے خدمت اسلام کے پیش نظر ہر جگہ سے یہ بود تلاش کر کے اس
تقدیر پر مجلس گفتگوؤں اور محلات و ممالک کے خطبات و سب کے لئے
جمع کر دیا ہے تاکہ اس کا نام و بیخ تر ہو اور اس کی عظمت کا سلسلہ قائم
اور جاری ہو جائے ۔ مجھے یہ ہے کہ ان میں سے تقاضی ہے استفادہ کرتے ہوئے
میرے حق میں دعائے خیر کریں گے ۔ مگر یہ تقاضی ہے کہ میں جمع ہو جائے سے دولت
اسلامی کا ایک کتاب پیش ہے جاری ہو جائے میں عہدہ نگار ہونا چاہتا ہوں تو
میری محنت ٹھکانے لگ جائے گی ۔ اس موضوع کا مختصر بود اگر کسی دوست کو
ہو سکی کہیں محل ہائے جو اس میں شامل ہو جائے مجھے اس سے خیر و آگاہ
کہا جائے تاکہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن زیادہ جامع اور مفید بنایا جا سکے ؟

اختر حجاز علیہ

برطانیہ میں اسلام اور مسلمانوں کے مسائل

(فہرست مضامین کے آخر میں پتے کے ساتھ)
 مشن کی دوسرا کانفرنس لندن میں ہوئی تھی اس
 کے لیے تقریر شپ ریکارڈ کر کے بھیجی
 مگر ضائع

یہ سب کچھ فوراً اسلام سے منقرض نہیں رہی ہے۔ اس کا سوا شریعت
 سے غیر مسلم ہے۔ ایک زمانہ تک یہاں پر یہ عقیدت کے ساتھ ایک
 مسیح شدہ مذہب اساطیر کا مقدس مقام ہے۔ جس میں توحید کے ساتھ
 شرک کی کیرش ہے، رسالت صلی کو ماننے کے ساتھ غلوئی اور بھی کی
 وجہ سے خدا کے رسول کو خدا کا بیٹا بنا لیا گیا ہے۔ عقیدہ آخرت کے
 ساتھ کفار کا عقیدہ شامل ہو گیا ہے، اور خدا کی شریعت کو سنت سمجھ
 کر چھوڑ دیا گیا ہے جس کی جگہ پچھلے مذاہب کی عورتوں کی اور ساتھ شریعت
 نے لی اور بعد میں عربیوں سے یہ نیا مذاہب برآمد کی گئے لیکن اس مذہب
 کے نقطہ و اقتدار کی وہ عقیدت تو اب باقی نہیں رہی ہے، مگر اس کے
 تمام بنیادی عقائد و عقائد اب بھی پوری حفاظت رکھتے ہوئے ہیں۔

خدا کے حقیقی دینی سے جو فکر کی اس مذہب کی بدولت پیدا ہوا
 ہو چکی تھی، اس کو صلیبی لڑائیوں نے ہزاروں سالوں سے بڑھا دیا اور یہ فکر
 اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرت اور تعصب میں تبدیل ہو گئی۔

اس کے بعد یہی دینی فلسفوں کا جہاں اشخاص نے ایک مذہب پر
 تہذیب کو انجم دیا۔ اور چمک رہی وہ خدا جس میں وہ لوگوں کو بے مثل
 اور ترقی نصیب ہوئی، دنیا بھر سے لوگوں کو اکٹھا کر دیا، دنیا بھر کی
 ان کے ہیں ہونے لگی اور دوسرے زمین کے ہر گوشے میں ان کے اقتدار
 کے چہرے سے اترتے چلے گئے، اس لیے ایک طرف اپنی گراہی پر ان
 کا غور بڑھا چکا گیا اور دوسری طرف تہذیب و تمدن کا شریعت و عقائد

۶۔ عسکری کے پورے نظام زندگی میں وہ بہت بڑی کوشش کرتے چلے گئے جو اپنے اصول اور عقائد پر زندگی میں بہت بڑی حد تک اسلام کی عین خدمت ہیں۔ اپنے عروج کے اس عہد میں بہت سے مسلمان حکمرانوں کی زندگی گئے اور جگر مسلمانوں تو میں ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مغلوب رہیں۔ اس صورت حال کا ایک اثر یہ ہے کہ وہ سراسر ہم پر دھن پر اس کا اثر یہ پڑا کہ اسلام اور مسلمانوں دونوں کی نگاہ سے گئے، اعلیٰ ترین اصولوں کے لئے کی غرض پر عقائد کا اضافہ ہو گیا، اور پھر ناقص بن گئی جگہ جگہ کا اٹھنا تاں ۱۰۔ ہم پر اس کا اثر یہ پڑا کہ ہم اس سے صرف مغلوب بن گئے ہوئے، مغلوب بن کر گئے۔ ان کے سیاسی و سماجی اقتدار نے ہمارے تہذیب و تمدن پر بڑی تباہی کی، ہماری بلادی۔ ان کے قوانین نے ہمارے نظام زندگی کا نقشہ بدل ڈالا۔ ان کی تعلیم نے ہمارے اندک و فکر و بات اور عقائد تک میں کی بڑی بڑا کھنکھارے۔ ان کے قلاب اثرات نے ہمارے اخلاق میں بھی بڑی تباہی کی، ہماری معاشرت کا بنیادی خصوصیت تک میں تبسم کر ڈالی۔ اس مغلوبیت کے عہد میں اس نے جتنا زیادہ ان کا اثر قبول کیا گئے اتنا ہی زیادہ ہمارے ان عروج نصیب ہوا۔ مگر خاص طور پر ہمارے جو افراد اس سڑ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ان کی بہت بڑی کوششیں ہمارے باہر تک پہنچنے کی طرح ان کے ملک میں رہنے کو وہیں ہمارے ہی مگر نہ تھکا کھلی پتھر ہمارے جو نئے ملک زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے بہت سارا کارخانے ہیں۔

اب جس نئے فائدہ میں بہرہ نکل ہو سکے میں اس میں صحت و حیثیتوں سے تغیر نہ آجے۔ ایک یہ کہ ہم سیاسی حیثیت سے اس سرزمین کے باشندوں کی فلاح میں سے آزاد ہو گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ سری ہنگبہ عظیم نے اس کے وقت دار کی کڑواڑ دی۔ چھ اور ہیں کو خدا کی زمین پر وہ غلبہ حاصل نہیں۔ آج سے جو اس ہنگبہ سے پہلے ہنگبہ تھا۔ لیکن مرزا اس سے اس سے آج تک کوئی فرق واقع نہیں پڑا ہے کہ اس کے فکر یا استدلال کے علوم انہی کی چند سیبہ ہی کے تحت ہیں کے مطلق اور ان کے طور پر بقول کا، ہم یہ جو غلبہ پہلے تھا وہی اب بھی ہے۔ ہر معاملہ میں یہ ان کے شاندار ہیں انہیں ہلکا اندھے عقائد ہیں اور ان کی سیاسی و سماجی ذہانت گھٹ جانے سے جو بگڑا ہوا ہوئی تھی اس سے انہی کے بھائی بھائی ہر ایک دلوں نے بھڑایا ہے۔

حضرت یہ ہے وہ ملک اور ممالکوں میں ایک رہتے ہیں۔ آپ کے دور میں کے درمیان جو نسبتیں اب تک رہی ہیں ان کا یہ مختصر ترین میں نے آپ کے سامنے اس لیے پیش کیا ہے کہ آپ یہی اپنی پر زبانی کو ٹھیک ٹھیک ذہن میں رکھ کر ان مسائل کو سمجھ کر حل کریں جو بہت کا قیام اختیار کر کے آپ کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور اس فرض کو بڑھ چاہیں جو بہت رہتے ہوئے ایک مسلم گردن کی حیثیت سے آپ کے دور کا ہے۔ پہلے یہ کہ ترسلیوں میں عارضی طور پر تسلیم کا وہ دور کے لیے آتے تھے۔ مگر اب یہ آپ کی ایک مستقل آبادی

ہیں۔ یہی سچہ اور اقدار ہے سچہ کہ ہر سے آنے والے متوفی مسلمانوں کی اچھی خاص عمارت آئندہ بڑی فوری معاشرے کا ایک سٹن بن کر ہے گی اس لیے اس مسائل کی طرف میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں وہ عارضی وقتی نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ عوامی نوعیت کے رہیں۔

اس سلسلے میں چھوٹے چھوٹے امور کو چھوڑ کر میں آپ کو صرف چند اہم ترین مسائل کی طرف توجہ دیتا ہوں۔

سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ ہے کہ آپ کو یہاں اپنے دینی اپنی تہذیب اپنے اخلاق اپنے اصول معاشرے اور فی الجملہ اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھنے کے لیے سخت کوشش کرنی ہوگی کیونکہ آپ ایک ضیعت معاشرے سے نکلی کر ایک بہت طاقتور معاشرے میں آ گئے ہیں، اس کے نزدیک مشاغل سے خود اپنے ملک میں بھی نکلی کر رہنا آپ کے لیے مشکل ثابت ہو چکا ہے۔ یہیں اگر آپ نے اس معاملے میں غلامی بھی غفلت برتی تو آپ اس معاشرے میں تہذیب ہو کر اپنی اس جگہ کریں گے اور بعض نسل و ملک کا فرق آپ کی ضروریات کو زیادہ دیر تک نہ بچا سکے گا۔ اس لیے آپ کو اپنے تمام دینی و دنیاوی معیار کے لیے تجدید پس اختیار کرنی چاہئیں۔ جس سے اس ملک کے متوفی مسلمانوں میں وحدت پیدا ہو جائے کہ وہ یہاں اپنی عبادت زیادہ سے زیادہ پڑھیں، ہر طرح کی چھوٹی چھوٹی تقریریں ختم کر کے ایک امت ہو جائے کہ اس میں کسی میں یہ نہ کہہ جائے کہ غلط زادہ پر جانے والوں کو سنبھال جائے، اخلاق اور معاشرے کے بگاڑ کو روکا جائے

اور یہی کہ مسلمانوں میں دینی کا شعور اس کا علم پیدا کرنے کے لئے دعوت
تعلیمی و تبلیغی اجتماعات و نشر و شاعت کا انتظام کیا جائے، بلکہ ایسے کارکن
کا ایک منظم گروہ تیار کیا جائے جو مسلمانوں کو اس دینی کمال سے باخبر کرے اور انہیں اسلام کے
واجبات و رکعت کی کوشش کریں اور ان کے غمزدگی و محنت کو بھرا کر ان کی مشکلات
کو رفع کرنے کی فکر کریں جو انہیں مسلمانوں کی سزا دے گی اگر انہیں اس میں دقت
آئے گی۔

دوسرا مسئلہ جو اپنی اہمیت میں اس سے کچھ کم نہیں ہے، آپ کا انشاء
نفسوں کا ہے جو عبادی اس فکر کے ماحول میں پیدا ہو رہی ہیں اور تعلیم و
تربیت کا اثر ہی نہیں۔ آپ کی ملاقات سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو مسلمانوں
میں شعور و حیرت کا جو اثر ہے اس کے باوجود آپ کے لیے فکر کے اس غلبہ و ماحول
میں اپنے ہی شخص کو برقرار رکھنا اور اپنی زندگی کو غیر اسلامی اثرات سے
محفوظ رکھنا دشوار ہو رہا ہے۔ پھر مئی چوں کہ انہیں تمام بڑے بڑے اس ماحول
میں آگاہیں کھولیں گے، اسی جذبہ سب کو پھر ان طرف مہذب و یکجہ بنائیں گے اور
یہی تعلیم و تربیت چاہیں گے، آپ نے ان کے مستقبل کی فکر کی اور
ان نفسوں کو سمجھانے کے لیے اپنی تمام کوششوں سے کوئی مناسب انتظام
نہ کیا، تو آپ خود بچا ہے اپنے آپ کو اس بحرِ شہور میں غرق ہونے سے
بچا لے جائیں، اپنی اہل و عیال کو نہ بچا سکیں گے۔ یہ مسئلہ بڑا نازیہ ہے جسے
ہم نے تمام مسلمانوں کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ کس تاخیر و تساہل کے بغیر
اس پر فوری بنیاد کے ساتھ خود کارنا چاہیے اور جو میں ہاشر مسئلہ

ہر ملک کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں انہیں ملی کر ایسے انتظامات کرنے چاہئیں جو وہاں کے مسلمانوں کو اپنی تعظیم و تہذیب دینے کے لیے مناسب ہو۔

یہ وہ امور تو اس حیثیت سے اہم ہیں کہ آپ کے ہذا کا انحصار ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اس حق کا بقا صرف ان کی ذات کے لیے مطلوب نہیں ہوتا بلکہ اس سے زیادہ بڑے ایک اور مقصد کے لیے مطلوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو یہ موقع دیا ہے کہ پہلے جو لوگ اپنی گمراہی کا جھنڈا لے کر کبھی فاتحہ نماز شان سے آپ کے ان پیچھے تھے اس وقت ان کے ان کے آپ اپنی ہدایت کا جھنڈا لے کر ان کے فاتحہ نماز شان سے انہیں متفقہ نماز شان ہی سے پہنچ جائیں۔ ابتدا سے یہ سوز میں فخر اسلام سے محروم ہے۔ آپ کو تقدیر پر انہیں نے اسلام کا ناسخ بن کر یہاں لکھ دیا ہے۔ لہذا کہیں یہ انداز ہو کہ آپ ہیں اسلام کی غلط فہم کی کہ اپنے ساتھ اپنے دین کو بھی دیکھ کر اس دور غلط کے حضور اپنی غلط کاریوں کے ساتھ ان کی بھی مزید گمراہی کا وہاں اپنے سرے کر جائیں۔ آپ کو خواہ اس کا شعور ہو یا نہ ہو اور آپ خواہ اس بات کا کوئی پاس کریں یا نہ کریں جب تک آپ مسلمان ہیں وہ سب تک آپ کو اسلام کا ناسخ دے دیں گے ان کے ساتھ آپ کو رہنے چاہئے مٹنے چلنے اسلام کرنے کا موقع ملے گا۔ آپ کی ایک ایک چیز سے افتادہ لگاؤں گے کہ جس دین و ملت کی آپ ناسخ لگی کر رہے ہیں وہ کیا ہے۔ آپ کی ہر گز دین و ملت کی نگاہ میں اس دین و ملت کی گز دین

قریب پائے گئے اور ہر غریب آفریں اور اس کی غریب ٹھیکے گئے اس لیے ہر مسکین کو جو یہاں رہتا ہے یہ خیال اپنے خدایہ سے نکال دینا چاہیے کہ یہاں وہ محض اپنی ہڈی و گوشت و عیشت میں مقیم ہے اور اس کی بھلائی اور بھلائی اس کی ذاتی بھلائی اور بھلائی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نہیں وہی واقعہ یہاں سلام و تحیت مسکین کا سیر ہے۔ یہ سلامت کی ذمہ داری مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ سے آپ اس پر عائد ہوتی ہے اس سے وہ ہر گز شرمناک نہیں ہو سکتا۔

اس منصب سفارت کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے جو کچھ آپ کو کرنا چاہیے اس کو میں بڑے اختصار کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں اور کہیں چیز یہ ہے کہ آپ کے ہر فرد میں اپنے سفیر اسلام ہونے کا شعور ہو۔ یہ شعور جس کو کسی شخص میں پیدا ہوگا اسی کو سے وہ اپنی زندگی اپنے اخلاق، اپنے معاملات اور اپنے برتاؤ کو اس نگاہ سے دیکھنا شروع کر دے گا کہ یہ معنی میرا ذاتی کردار نہیں ہے بلکہ میرے دین اور میری امت کی نامزدگی ہے اور میں چیز اس سے بے سوچنے پر مجبور کر دے گا کہ میں اس کی شایک نامزدگی کر رہا ہوں؟ کیا مجھے دیکھ کر ایک آدمی واقعی یہ محسوس کرے گا کہ اسلام کوئی قابلِ خود چیز ہے مسلمان اپنی کوئی امتیاز نہیں رکھتا ہے اور اس چیز کا پتہ لگانے کی ضرورت ہے جس نے اس میں یہ امتیازی نشان پیدا کی ہے؟

یہ شعور اپنے خدایہ پیدا کرنے کے بعد آپ کو یہ سمجھنا ہوگا کہ

ایک غیر مسلم معاشرے میں بکھرے ہوئے وہ چند افراد جو یہی اسلام کی
 نمائندگی کر رہے ہیں، کس طرح اپنی امتیازی خصلتیں کر سکتے ہیں۔
 جس سے اس معاشرے کے لوگوں کو حق کا اور اپنا فرق محسوس ہو اور وہ
 فرق بھی ایسا ہو جو ان میں تقدیر کا احساس پیدا کرے۔ یہ بہت یاد رکھیے
 کہ جتنا زیادہ آپ اپنے آپ کو اس معاشرے کا ہم رنگ بنائیں گے اتنی
 ہی زیادہ آپ کی امتیازی حیثیت منہ کی اور اسی قدر زیادہ آپ ناقابلِ توجہ
 ہو جائیں گے۔ کچھ زیادہ حد تک بھی نہیں گزری ہے، ۱۰ سال پہلے یہ کہ بہت
 ہے کہ ہیں اگر آپ کے اپنے ملک میں بہت تھے اور ڈھائی سو برس
 انہوں نے وہاں گزارے۔ اس ملک سے نہ سنے میں کس چیز کے ان کا اقتدار
 قائم کیے رکھا؟ انہوں نے کبھی آپ کا اس نہیں پرہیز کیا۔ کبھی آپ کی ذہنی دنیا
 بولی۔ کبھی آپ کے کھانے نے انہیں کھائے۔ کبھی آپ کے غرض زندگی کو اختیار
 نہیں کیا۔ کبھی اپنے طور طریقے آپ کی خاطر نہیں چھوڑے۔ جیسا کہ انہوں
 کو بھی یہ اپنے اصول اور معیاروں کے مطابق شکایات سمجھنے تھے، انہیں
 پر عمل کرنے رہے۔ آپ تقدیر میں کی ایک ایک چیز پر تک محدود نظر آتے
 رہے۔ مگر ان کی اس مشغولیت اور قوی گیر گیری کی مضبوطی نے ان کو کارہی کو
 بدلنے کے بجائے آپ کو بدل ڈالا۔ اس کے برعکس اگر یہ آپ کے
 رنگ میں اپنے آپ کو رنگ دیتے تو چند دستان کے سمندر میں مٹی جیسا
 انگریز ملک کی طرح گھل کر رہ جاتے۔ یہ ایک فطری حیثیت ہے کہ طاقتور
 دوسروں کو اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے اور کمزور دوسروں کے سانچے میں

ٹوٹا ہوا ہے۔ جو لوگ اپنے آپ سے خود غلو کرتے ہیں وہ وہ دوسروں کے معاشرے میں جاتے ہیں یہاں اس اپنی زبان اپنی معاشرت اور اپنی زندگی کے اصول اور طرز پر جتنے چھوڑ چھوڑ کر اپنے آپ کو ان کا ہم رنگ ہم مشرب بنا لیتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں اس معاشرے کے افراد نہ باہر لیتے ہیں کہ یہ کچھ مزاج کے لوگ ہیں اپنے آپ کو خود کتراں نہیں کرتے سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کا کوئی اثر وہ کیسے قبول کر سکتے ہیں اور کیوں ان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہو کر کہ بے چاروں کے پاس بھی کوئی چیز قدر کی جاسکتی ہے!

پس اگر آپ یہی اسلام کے پیرو ہونے کا حق اور ناپاکی کو سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک مضبوط گیر لڑکھنے والا گروہ بنالیتے۔ اپنے ہاں اپنی زبان، اپنے طرز زندگی اور اپنے خلاق و معاملات میں اپنی عقیدہ کی نشانی قائم کیجیے۔ جو فرائض مسلمان پر ہیں ان کا وہی عائد کتاب ہے ان کو علاوہ یہ مان کیجئے اور ہر اس مزاحمت کا مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کیجئے جو ان کے دلا کر سننے میں پیش آئے۔ جن چیزوں کو اسلام حرام قرار دیتا ہے سخت تکلیف اٹھا کر ان سے پرہیز کیجئے اور ان کو حرام کہتے ہوئے نہ شریعت آپ کی معاشرت کے لیے جو طریقے اسلام نے بتائے ہیں ان کو پوری جرات کے ساتھ برتجئے اور جب یہی کی معاشرت سے آپ کی معاشرت کے طریقوں کا فرق ظاہر ہونے پر اعتراضات ہوں تو گھبرا کر اپنے آپ کو نہ دیکھئے بلکہ دھڑلے کے ساتھ اپنے طریقوں کی برتری ثابت کیجئے۔ اپنے خلاق اور

معاہدات میں دو پاکیزگی سوہداستہاری اور دو دیانتہ پیدا کیجیے جو آپ کے گرو پیشہ چنے واسے ہر شخص کو نمایاں طور پر محسوس ہوا۔ ہاں طریقہ جہاں کے لوگوں میں یہ عام واسے پیدا ہو جائے کہ مسلمان ایک خاص ٹائپ کا آدمی ہوتا ہے جس سے غلطی توصیف کی توقع کی جاسکتی ہے اور غلطی وصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

یہ ڈھنگ آپ اختیار کریں گے تو آپ کے لیے اسلام کی نمائندگی کرنے کے واسے خود بخود نکلتے چلے جائیں گے اور اس سے دُشہرا فائدہ ہوگا۔ یہ فائدہ بھی ہوگا کہ آپ کی اس مدخل سے یہاں کے عام لوگوں میں ہر طرف کچھ سوالات پیدا ہوں گے جن کا جواب آپ سے مانگا جائے گا۔ اور یہ فائدہ بھی ہوگا کہ آپ ان سوالات کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے پر خود مجبور ہو جائیں گے۔ مثال کے طور پر نماز روزے سے کہ پابندی پر آپ کا ہر حال میں اور ہر جگہ ہر ایسی عبادت کی اہمیت و عزت کے بارے میں ایک عام سوال پیدا کرے گا۔ اور اس کو سمجھانے کے لیے آپ کو خود اسے سمجھنا ہوگا کہنے کے قابل بننا پڑے گا۔ حرام و حلال کی تیز میں آپ کی شدت بگڑے گا۔ سوال اٹھا دے گی کہ یہ تیز کیسی اور کیوں ہے اور اس کا جواب دینے کی قابلیت آپ کو اپنے اندر پیدا کرنی پڑے گی۔ یہاں کی عہدہ آراہی سے آپ نہیں ملے، مطلق معاشرت اور اس کی تمام گند گیلوں سے آپ اجتناب کریں گے اور آپ کی خواتین پردے کے حدود کی پابندی کریں گی تو بڑے

جیسا کہ پر یہ سوالات اٹھ کھڑے ہوں گے کہ مغربی معاشرت کی ترقی پہنچنے کے مقابلے میں یہ رجعت کیس ہے۔ اس وقت آپ کے لیے یہ جاننے کا بہتر یہ موقع ہوگا کہ جس ترقی پسندی پر یہ لوگ جادو کر رہے ہیں اس میں کیا تباہییں ہیں اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ میں اور ہے "رجعت" سمجھ رہے ہیں وہ کن وجہ سے مغربی معاشرے کے لیے ایک بہتر اور پاکیزہ تر راستہ ہے۔ آپ شاید یہ خیال کریں گے کہ ان مصلحت کا پھڑکا اور ان پر غشیں ہونا جس خواہ مخواہ کی قلیل مدتی بن کر رہ جائے گا اور اس کا کوئی اثر بعد کے معاشرے پر نہ پڑے گا۔ میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ پتھر اس کے بالکل برعکس ہوگا۔ مغربی معاشرہ کبھی اور کبھی ایسے لوگوں سے غافل نہیں ہوتا جو غلط طریقوں کے عام بواج کوٹھ کے باج ہونے کی دلیل نہیں سمجھتے اور ان کے نقصانات کو فرو کم و بیش محسوس کرنے میں۔ ایسے لوگوں کی اس دروغی معاشرے میں بھی کمی نہیں ہے۔ آپ اپنے بہتر نظام زندگی کے اتہادا میں مضبوطی دکھا سکتے اور اپنے عمل اور اپنی زبان سے اس کی نمائندگی کیجیے۔ کچھ زیادہ دلی دگروریں گے کہ اس معاشرے میں ہے آپ اس دگروری پر کسی پارے میں "بزرگوں مرد" عورتیں جو ان اور بڑے سے ایسے نکل آئیں گے جو جنید کی کے ساتھ آپ کی باتوں پر غور کرنا شروع کر دیں گے اور بعد میں وہ لوگوں کی تعداد بڑھتی چل جائے گی جو خود کرنے سے آگے بڑھ کر ان کو قبول کرنے کے لیے جی تیار ہو جائیں گے۔ یہ اللہ کی بانی ہوئی فطرت ہے، آپ بہت

کے اس کا تجربہ کیجیے۔ اللہ دیر یا سریر یہ پتہ تک دکھا کر
 بچے گا۔

لیکن دنیا کے اس انتہائی ترقی یافتہ ملک میں اسلام کی ناپسندگی کرنے
 کے لیے صرف یہی پریشانی نہیں ہے۔ یہاں فلسفہ اندساؤں اور معاشی
 علوم اپنے عروج پر ہیں۔ یہاں اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور علم رکھنے والے
 لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں مضبوط دلائل اور قیاسی استدلال پر دست
 علمی شواہد اور شاخدار طرز پر پیش کش کے بغیر کوئی پیمائش فروغ نہیں پاسکتی۔
 اس لیے ہم سے کافی انداز میں توقعوں میں سے کم ہنگام تک تعداد ایسی
 ہونی چاہیے جو اپنے آپ کو اُنہی درجے کے علمی کام کے لیے تیار کریں۔
 اسلامی نظریہ حیات کو اپنی طرف سے سمجھیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے
 بارے میں اس کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ مغربی علوم اور نظریات سے
 اس کا مقابلہ کے دونوں کا فرق ٹھیک ٹھیک معلوم کریں۔ موجودہ دور
 کے مسائل حیات پر اسلام کی نظریات کو منطبق کرنے کی زیادہ سے زیادہ
 معقول اور ٹھیک صورتیں دریافت کریں۔ اور اپنے آپ کو تجربہ و تجربہ کے
 ذریعہ سے حقیقی اظہار و بیان کے قابل بنائیں۔ اس کام کی ضرورت کا
 احساس ہمارے اندر موجود ہو تو بڑا فائدہ میں اس کے لیے مسائل کی کمی
 نہیں ہے۔ یہاں اس کے لیے تیاری بھی خوب کی جاسکتی ہے۔ اور
 جمہوریت کی اشاعت کے لیے ہمارے ہر پیٹھ دارم کے دماغ ذرا
 بھی دل کھلتے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی ہے ہمارے اپنی توجہ کو کشش اور باہمی

تعاون کی ہے، اسے پورا کرنا، سلاہنا ہی کام ہے۔ یہ کس کوئی دوسرا
پتہ ہی نہیں کر سکتا۔

آخری بات مجھے آپ سے عرض کرنی ہے کہ بھائیوں میں مسلم
معاشرے کی بیشتر باتیں ہوتی چاہیے جو اسلام انگریزوں اور باہر سے
آنے والے مسلمانوں کو مل کر ایک وحدت بنائے، اور انکی وحدت
میں شامل ہونے والے افراد کو ذہنی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اسلامی
طرز زندگی اختیار کرنے کی پوری سہولتیں بہم پہنچائے۔ مغربی ملک
میں اسلام قبول کرنے والوں کو باہر سے کوئی ایسا اسلامی معاشرہ نہیں ملتا
جس سے شک ہو کہ وہ پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھل سکیں
اس لیے وہیں سے قبول کر لینے کے بعد بھی ان کی زندگی خیم اسلامی اور خیم
غیر اسلامی بنی رہتی ہے۔ یہ صورت حال کم از کم برطانیہ میں تو ختم ہو
جاتی ہے، کیونکہ خدا کے فضل سے اب وہاں مسلمان ایک بڑی تعداد
میں موجود ہیں اور ایک مستقل اسلامی معاشرہ وہاں بن سکتا ہے۔

حضرات! یہ چند امور ہیں جو امتداد کے ساتھ ہی ملے آپ
کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ کسی وقت اللہ
تعالیٰ مجھے خود آپ کے درمیان بیٹھ کر محلات کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے
کا موقع دے۔ میری دست جو کچھ ملے سے محلات کا اذن میں کر سکا ہوں اس کے
لحاظ سے یہ مشورہ ہے میں نے پیش کر دیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ آپ کے
یہ عقیدہ ثابت ہوں اور وہاں اسلام کی خدمت چمک نہ میں آپ کے ہر حکم سے ملے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

پاپائے روم کا پیغام اور اس کا جواب

دسمبر ۱۹۶۴ء میں رومی کیتھولک پیرچ
 کے پاپ کا ایک پیغام جو تمام دنیا کی
 دینی جماعتوں کے سربراہوں کے نام ارسال
 کیا گیا تھا، اس کا ترجمہ بھی وصول ہوا تھا۔ اس کا
 جوہر یہ تھا کہ وہ یہ ہے اسے ذیل میں
 درج کیا جاتا ہے۔

پلوپ کے پیغام کا خلاصہ

”ہم دنیا کے تمام خیر و عیش فنانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ دنیا بھر میں نئے سال کے پہلے ایک حکیم جنوری کو جو ہم میں متنازع نہیں۔ جہلا خیال ہے کہ بحالات پر محدود اس کی ضرورت اور اس کے فقدان سے پیدا شدہ خطرات کو دور سازی کو میں ہیں اور ان تمام تنظیمیں اور تہذیبی و سیاسی تحریکیں محسوس کر رہی ہیں جن کا سطح نظر عالمی قیام میں ہے۔ حالانکہ اسی کے لیے کوشاں ہیں۔۔۔۔۔

قیام اس کی راہ میں جو موانع و مہموشی میں اس کا اڑا کر ضرورت کا ہے۔ اس موانع میں سے چند ایک یہ ہیں کہ اقوام عالم باہمی تعلقات میں خود غرضی بہت زیادہ ہے۔ بعض آبادیاں اس احساس کی شکایت کرتی ہیں کہ انہیں عزت و شرف اور فلاح کی زندگی بسر کرنے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اور اس حق کے عدم اعتراف کی وجہ سے یہ لوگ سرکھٹ بھڑکناگاہ اور بہت زیادہ کدوئی اختیار کر چکے ہیں۔ یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ بین الاقوامی تنازعات حاصل و انصاف اور آپس کی گفت و شنید کے معقول ذرائع سے حل نہیں کیے جاسکتے بلکہ انہیں قاضی شمشیر کے حوالے کر دینا ضروری ہے جو فوجی بین الاقوامی انسانی کے غیر محدود آہٹ و ممالی مشغول کر سکتا ہے۔۔۔۔۔

اس دلائل میں ابھانے یا اس کے لیے نگاہ ہے کہ مٹی فسلوں کو

جہاں کے مستند ہیں کے علاوہ تمام دنیا کے بڑے بڑے اور ان کے پیروں اور تمام ٹیک خواہشات دیکھنے والے لوگوں سے کی تھی۔ اس پیغام کے متعلق میں اپنے خیالات آپ تک جلدی پہنچا رہا ہوتا تھا، مگر رمضان اور عید الفطر کی مصروفیات اس میں مانع رہیں۔ اب پہلی فرصت میں میں آپ کو خطاب کر رہا ہوں۔

میں آپ کو اس بات پر مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک ایسے مقصد کی طرف دنیا کے انسانوں کو دعوت دی جو سب کا مشترک مقصد ہے، اور ساتھ ساتھ ہم اسباب کی نشاندہی بھی کی جو اس مقصد کے حصول میں مددگار ہیں۔ فی الحقیقت اس نئی عریں بنیادی ضروریات میں سے ہے جس پر نوجوانوں کی علاج و معیود کا انحصار ہے۔ مگر اس کی خواہش اور اس کا نوبت کا اس سے کہنے کے باوجود اس درجہ سے انسان ہمیشہ اس سے محروم ہوا رہا ہے۔ کچھ بھی محروم ہے وہ وہی درجہ ہیں جس میں سے اکثر کی طرف آپ نے مجھ پر دنیا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب تک ملنا انہیں مدفع کرنے کے لیے پکڑ کر بلا جڑے گا محض پاکیزہ خواہشات اور تئوں کے اظہار سے کوئی اس دنیا کو سرزد آئے گا۔ اس بنا پر میرے نزدیک یہ بنیاد ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص قوم، مذہب، نژاد اور بیرونی مذہب کا گروہ کے طور پر غلطی سے دریافت کے ساتھ خود اپنا محاسبہ کر کے دیکھے کہ اس کی اپنی کوتاہیوں کیا ہیں جو اس کے بنانے نوجوان اور بلا ضرورت اس کو اس سے محروم کرنے کی سبب بنتی ہیں۔

بدوں تک میں اس کے اٹکان میں چھوٹ کر رخ کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح ہم میں سے ہر ایک کو چھوٹی حد تک کوئی کے ساتھ اصول کی نیت سے نہ کہ کئی پیدا کرنے اور بڑھانے کے لیے دوسرے کو ہوں کے لیے نیت لوگوں تک سے ہمت پہنچانی چاہیے کہ اس کے طرز عمل میں کوئی چیز نہیں ہے جس کے گروہ کے لیے کسی حد تک ہوتی ہے انکوں نہیں، رخ کرنے کی کوشش کر سکیں۔

ظہار میں غرض کے لیے میں ناپ کو چھوٹے انھوں کی طرف توجہ دلاؤں جو مسلمانوں کے لیے اپنے کسی بھائیوں سے دھرم شکایت میں ہمارے حقوق کا ہرج کے دھرم کے انھیں ہونے کی نیت سے جو غیر معمولی شہرہ و سراپا آپ کو کسی دنیا میں حاصل ہے اس کے کام سے کر آپ ان کی اصلاح کے لیے سعی فرمائیں۔ انھیں اس بات کا غیر متقدم کروں گا کہ ہمارے کسی بھائیوں کے لیے ہمارے طرز عمل میں اگر کوئی چیز معقول و در شکایت ہو تو وہ ہمیں بتائی جائے۔ یہ وقت اس کو رخ کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ ضائع نہیں ہے۔ دنیا میں اس دور صلح و اشتیاق کی فضا پیدا کرنے میں ہم سب اس طرح دھرم کو ہی سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کریں۔ دوسروں سے زیادہ سلوک کرنے کی فراخ سوسلی نگاہ میں جو خود بھی ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کر دوسروں کی حق تلفی کرنے میں کوئی ذریعہ سے تو بھلا نہ ہیں۔

میں بھائیوں کے طرز عمل میں جو اور کسی ایک ملک یا قوم کے نہیں چھوٹی دنیا کے مسلمانوں کے لیے دھرم شکایت ہیں انہیں میں کسی ملک یا قوم کے

بغیر اختصار آپ سے بیان کیے دیتا ہوں۔

۱۔ ایک مدت و زمانہ سے کسی اہل علم اپنی تحریروں اور تقریروں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اقرب الی اسلام پر جو نکلے کر رہے ہیں اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، وہ مسلمانوں کے لیے انتہائی موصوبہ و نفع دہن ہیں۔ ان میں ”حی علی“ کا لفظ قصداً استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کو یہ لفظ بھی نہ ہو کر بھاری شکایت معقول علم تنقید کے خلاف ہے۔ علمی تنقید اگر دلیل کے ساتھ اور تہذیب و دانشمندی کے حدود میں ہو تو خواہ وہ کیسے ہی سخت اعتراضات پر مشتمل ہو، ہم اس پر رٹا نہیں دیتے بلکہ اس کا بغیر مقدم کرتے ہیں اور دلیل کا جواب دلیل سے دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں بہاؤ پر شکایت اُن حملوں کے خلاف ہے جو جھوٹے اور ایک اثرات کی صورت میں اور نہایت دل کاٹنے والی ہیں جسے جانتے سمجھتے ہیں اور سب ان کے ہمارے ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمانوں کا تعلق ہے، وہ حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتہائی ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی خلافِ ادب بات زبان سے نکلان ہمارے عقیدہ سے کفر ہے۔ آپ کوئی مثال ایسی نہیں دے سکتے کہ کسی مسلمان نے کبھی سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا نام کسی کوئی بے ادبی کی جو اگرچہ ہم حضرت مسیح کی کبریائیت کے قائل نہیں ہیں مگر ان کی نبوت پر ہمارا ایمان ہی یہاں ہے۔ جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے، اور کوئی شخص مسلمان نہیں

نہیں ہو سکتا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنی پروردگار سے
 انبیاء پر اُنی ایمان نہ آئے۔ اسی طرح ہم صوفیوں ہی کو نہیں چھوڑا تو انجیل
 کو بھی خدا کی کتاب میں تسلیم کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان اس مقدس کتب کی توحید کا
 خیال بھی نہیں کر سکتا۔ ہر اسی طرف سے ہر کبھی کوئی بحث ہوتی ہے تو اس مشیت
 سے ہوتی ہے کہ انجیل میں شکیلی میں پہچانی جاتی ہے کہ یہ ایک مستند ہے
 اور یہ بحث خود کسی علمدار بھی کرتے رہے ہیں۔ شکیلی کس مسلمان نے کبھی اس کا
 فائدہ نہیں کیا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام انجیل کے دوسرے انبیاء پر اللہ کا کلام
 نازل ہوا تھا اور مسلمان چاہے یہ بات نہ مانتے ہوں کہ اس وقت پہچانی جاتے
 والی پُوری انجیل اللہ کا کلام ہے مگر یہ غور نہ کرتے ہیں کہ اس میں اللہ کا کلام موجود
 ہے۔ لہذا ہمارے کئی بھائیوں کو ہم سے یہ شکایت کرنے کا بھی موقع
 نہیں ملتا ہے کہ ہم کئی کے انبیاء کی کتاب کی کتبہ مقدسہ کی توحید کرتے ہیں
 ۔ خلافت اس کے ہمیں آئے ہیں وہی ہے۔ یہ کئی پہنچتا رہتا ہے اور صدیوں
 سے اس دل آگاہی کا سلسلہ چل رہا ہے کہ ان کے حنفیوں اور مقلوبی ہمارے
 نہیں اور ہماری کتاب مقدس اور ہمارے دین پر سخت حملے کرتے ہیں۔ دنیا
 کی اسلامی وحدگی بڑھانے کے لیے یہ تعلقات کی خرابی کا یہ ایک اہم سبب
 ہے۔ اس سے شدید باطنی منافرت پیدا ہوتی ہے اور مزید برآں اس ناسوا
 پر وریکٹ ہے کہ آواز یہ نتیجہ کی جاتا ہے کہ کسی لوام کے دلائل میں مسلمانوں کے
 خلاف نفرت و تحقیر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے اس کی بہت
 بڑی خدمت انجام دیں گے اگر سمجھتے کے یہ یوں کہ اس طرز عمل میں کہ ہم

اپنی اصلاح کر لینے کا فیصلہ کر لیا کریں۔ دل انداز کی اور نفرت انگیزی کی حد تک نہ پہنچے۔

۲۔ میں مشن اور مشنری ایک مدت دور کے مسلم ملک میں مسیحیت پھیلانے کے لیے جو طریقے استعمال کرتے رہے ہیں اور کچھ بھی کر رہے ہیں اور اب دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک بڑی وجہ شکایت ہیں۔ دوسرے ممالک اور ممالک میں بھی ان کا جو طریقہ عملی بھی ہوا اس سے ہمیں کوئی حسرت نہیں۔ مگر مسلمان کوئی ایسا بدیہی میں ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیحی تبلیغ پر کتنا نہیں کیا ہے بلکہ اس سے تہاؤ کر کے دوسرے شعبہ ایسے طریقے اختیار کیے ہیں جو تبلیغ کے بجائے سیاسی دھاوا، معاشی طمع و تحریک اور اخلاقی و اقتصادی تخریب کی تقریف میں آتے ہیں جنہیں شکل ہی سے کوئی معقول آدمی شامع و فہم سب کے جان کر ذاتی تسلیم کر سکتا ہے۔ طریقہ کے ایک بڑے عقد میں انہوں نے اقتصادی طاقتوں کی مدد سے مسلمانوں کو تسلیم سے محروم کیا اور دھمکا ہوں کے دوران سے ہر ایسی شخص پر بند کر دینے جو مسیحیت قبول نہ کرے، یا کم از کم اپنا اسلامی نام ترک کر کے مسیحی نام اختیار کرے۔ اس طریقے سے جو باختر مسیحی تعلیق پیدا کی گئی، ان کا وہی کاؤ رانے کے بعد آج وہ بہت سی ایسی افواجیں دیکھ سکتے ہیں جو سیاسی قواں اور معاشی حیثیت سے غائب ہے جن کی بیشتر کراچی مسلمان ہے۔ یہ ایک مزید ناقتصادی تھی جو مسلم اکثریت پر کئے جانے والے افراطی کوئی کے ساتھ لگتی۔ ساتھ میں جاپانی اقتصاد کی مدد سے شیعہ فرقہ نے جنوری جتنے کو اپنے لیے محفوظ علاقہ بنوا

لیا جس میں تعلیم اور تبلیغ کا حق صرف مسیحی مشنریوں کے لیے مختص کر دیا گیا
 اور مسلمانوں کے لیے تبلیغ تو وہاں دوسری دھڑائیوں کے لیے وہاں
 جانے پر پابندیوں عائد کر دی گئیں۔ یہی نہیں سمجھتا کہ اس کو کسی دلیل
 سے بھی شامت و فخر و سب کا ہائز و معقول طریقہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔
 خود ہمارے ملک میں مشنریوں نے خود کو مسلمانوں کا معروف طریقہ کار
 یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے لیے تمام فضیلتیں وصول کرتے ہیں
 اور جو غریب کوئی جیسا شیت قبول کرے اسے علاج اور تعلیم کی ہر قسم کی خدمت
 یا برائے نام خرچہ پر بھیج دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تبلیغ نہیں بلکہ خیر و
 ایمان کی خرید و فروخت ہے۔ علاوہ بری ان کی دوسگاہیں ہمارے ہاں
 ایک ایسی نسل تیار کر رہی ہیں جو نہ مسیحیت اختیار کرتی ہے نہ مسلمان بن
 ہے بلکہ اپنے اخلاق و تہذیب انہیں اور طرز زندگی کے اعتبار سے ایک
 اجنبی عنصر بن کر رہ جاتی ہے اور مذہبی حیثیت سے اس کے اثر و بحیثیت
 یا اسلام کے بھانجے اتحاد و بے دینی کے نہ محاکات پیدا ہو جاتے ہیں۔
 کیا کوئی معقول آدمی یہ مان سکتا ہے کہ یہ مذہب کی کوئی خدمت ہے
 جو کسی مشنریوں کو دے رہے ہیں۔ انہیں وجہ میں دیکھ کر ہمارے مسلمانوں میں
 عموماً ان مشنریوں کو مذہبی تبلیغ کے بھانجے اسلام اور مسلم معاشرے کے
 خلاف ایک بلائی سمجھا جاتا ہے۔ یہی سب سے بڑا خواستہ کہ ہمارے ملک
 اس کے نتائج پر خود فراموشی اور اپنا اثر و سرور استعمال کر کے مشنری
 اداروں کے طرز تبلیغ میں اصلاح کی کوشش کریں۔

۴۔ مسیحی دنیا کے متعلق مسلمانوں کا عام احساس ہے۔ یہ کہ وہ اسلام کو کفر قرار
 دے، خلاف ایک شدید جذبہ سواد کوکتی ہے۔ اور آئے دن ہمیں ایسے تجربات
 ہوتے رہتے ہیں جو اس احساس کو قوت بخشنا پڑتے ہیں۔ اس کا اندازہ یہ
 تجربہ دے گا ہے جو ابھی حال میں عرب اسرائیل جنگ کے موقع پر ہوا ہے۔ اس
 دوران میں اسرائیل کی فتح پر یورپ اور امریکہ کے بیشتر ملکوں میں من مریح
 خوشی منائی گئیں۔ انہوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل میں نہ ٹال دینے
 ہیں۔ آپ شاید یہ کہیں مسلمان یہاں نہیں گئے جس نے عربوں کی شکست اور
 اسرائیل کی فتح پر مسیحی دنیا کے اس علی الاعلان اظہارِ مسرت و نشاط اور
 اسرائیل کی کھل کھل حمایت کو دیکھ کر یہ محسوس فرمایا ہو کہ یہ اسلام اور مسلمانوں
 کے خلاف مسیحیوں کے گہرے جذبہ عداوت کا مظاہرہ تھا۔ فلسطین میں اسرائیل
 کی ریاست جس طرح بنی ہے، بلکہ یہاں لگتی ہے، اس کی تائید کس سے
 پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ چار برس سے فلسطین عرب آبادی کا وطن تھا۔
 موجودہ صدی کے آغاز میں وہاں یہودی د فیصدی سے زیادہ مسلمان تھے۔ اس
 حالت میں برطانوی حکومت نے اس کو یہودیوں کا توکی وطن بنانے کا فیصلہ
 کیا اور مجلسِ اقوام نے دعوت اس فیصلے کی توثیق کی بلکہ برطانوی حکومت
 کو فلسطین کا پیشہ پیش دیتے ہوئے یہ دعوت کی کہ وہ یہودی رجحان کو تسلیم
 کر کے حکومت دیکر اس تجویز کو عمل میں لائے۔ اس کے بعد دنیا بھر
 کے یہودیوں کو یاد دلا کر ہر ملک میں یہودیوں کے فلسطین میں بسنے کا سلسلہ شروع
 کر دیا گیا۔ اب تک ۴۴ ملین کے اندر میں کی آبادی ۲۲ فیصدی تک پہنچی

گئی۔ یہ ایک مزین حکم تھا جس کے ذریعہ سے یک قوم کے وطن میں زبردستی
 ایک عیسوی اور دوسری یعنی قوم کا وطن بنایا گیا۔ پھر ایک دور اس سے بھی زیادہ فائدہ
 قدم اٹھایا گیا اور اس کے لئے کچھ نئے دین و بائبل کے اقوام متحدہ سے یہ فیصلہ
 کرایا کر یہودیوں کے اس معنوی قومی وطن کو یہودی ریاست میں تبدیل کر
 دیا جائے۔ اس فیصلے کی تک سے ۳۳ فیصد یہودی یہودی یا کوری کو فلسطین کا
 ۵۵ فیصدی اور عربوں کی ۴۵ فیصدی یا کوری کو ۴۵ فیصدی رقبہ عطا کیا گیا تھا۔
 لیکن یہودیوں نے دیگر طاقت کے بل پر اس ملک کا ۴۵ فیصدی رقبہ حاصل
 کر لیا اور وہ عمارت اور قتل و غارت کے ذریعہ سے لاکھوں عربوں کو گھر
 سے بے گھر کر دیا۔ یہ ہے اسرائیل کی اصل حقیقت۔ کیا دنیا کا کوئی انصاف
 پسند اور ایماندار آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک جائز ریاست ہے جو فطری
 اور منصفانہ طریق سے بنی ہے؟ اس کا تو یہی وجود ہی ایک جبری و غارت
 ہے۔ اور اس پر مزید ظلم یہ ہے کہ یہودی عربوں کی حدود کے اندر
 محدود سبقت پر بھی دھنسی نہیں ہیں جو انہوں نے فلسطین میں زبردستی
 حاصل کی ہیں؛ بلکہ وہ سبقتی سے غارتہ کہہ رہے ہیں کہ نئی سے غارت
 ملک کا پورا علاقہ ان کا قومی وطن ہے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ
 یہ قوم ہر وقت یہ عمارت اور قتل رکھتی ہے کہ اس ملک سے علاقہ پر جبراً
 قبضہ کرے اور اس کے اصل باشندوں کو زبردستی وہاں سے نکال کر
 دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں کو وہاں بنا کر بسائے۔ اسی جبر و
 انکسار کا ایک بڑا گزشتہ ماہ لندن کا وہ ہپانک حملہ تھا جس کے ذریعہ

سے امر ایلی نے وہ ہر شے شریع میں ملواتے پر قبضہ کیا۔ اس پورے حکم کی ذمہ داری مسیحی دنیا ہے۔ اُس نے ایک قوم کے وطن میں ایک دوسری قوم کا وطن نہایت ہی بڑایا۔ اُس نے اس مصلحتی قوم کو ایک دیاست میں تبدیل کر دیا۔ اُس نے اس چار دیاست کو روپے اور پتھیروں سے مدد دے کر اتحاد قوتورجیا کر دیا نہایت ہی اپنے تو سبھی منصوبوں کو عمل میں لائے۔ اور اب اس دیاست کی تازہ فتوحات پر وہیں مسیحی دنیا جشن شادمانی منا رہی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد نہ صرف عربوں میں، بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں مسیحیوں کی صفات پسندی اُن کی غیرت و شہادت اور مذہبی عقائد و تعصب سے اُن کی برہنہت پر کوئی اعتماد باقی رہ گیا ہے؟ اور کیا آپ کا خیال ہے کہ دنیا میں اس قائم کرنے کے بھی طریقے ہیں؟ یہ دراصل ہلکا نہیں بلکہ آپ کا کام ہے کہ مسیحی بھائیوں کو اس بدوشی پر شرم دہ میں اور ان کی روح کو اس گھمگی سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

سم۔ اس مسئلے میں ایک نئی بات ایسی بھی ہے جو خدا آپ کی طرف سے جو رہی ہے اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک نئی کے ساتھ ہے اور آپ کو اُنہما یہ احساس نہیں ہے کہ وہ حقیقت وہ ایک نئی بات ہے۔ میرا اشارہ آپ کی اس تجویز کی طرف ہے کہ قریب بیت المقدس کو میں اِلا قوامی کنٹرول میں دے دیا جائے۔ آپ یہ تجویز شاید اس خیال سے پیش کر رہے ہیں کہ اس طرح بیت المقدس شہر اور اُن کے گرد کے علاقے کے لیے ایک حقیقت اس

کا نتیجہ ایک اور ظلم کی شکل میں سامنے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ میں قانون کنٹرول ایسی
 ہیں قانونی ادارے کے ہاتھ میں آئے گا جس نے اسرائیلی کی یہ منصوبہ ریاست
 بنائی ہے اور جو آج تک اسرائیلی کی کسی جدوجہد کو نہ ہٹا سکے۔ اس کے
 بوجھنے کے بعد اس کا قتل کر سکا ہے۔ اس ادارے کے کنٹرول میں
 جب یہ شہر آجائے گا۔ تو وہ یہودیوں کے لیے بیت المقدس میں آباد ہونے
 کے دوران اس طرح جو پٹ کھول دے گا جس طرح مجلس اوقاف کے
 اختیاب کے تحت برطانوی حکومت نے یہودی مہاجرین کے لیے فلسطین
 کے دوران کھولے تھے۔ اور پھر یہودیوں کو بیت المقدس کی زمینیں اور
 عمارتیں فروخت کرنے کی وہی سب یہودیں بھی فراہم کر دی جائیں گی اور برطانوی
 اختیاب اس سے پہلے فلسطین میں وہی کو فراہم کر چکا ہے۔ اس طرح حصول
 اہل بیت کے لئے یہ شہر ملا یہودی شہر بن جائے گا اور وہ یہودی اس پر
 قابض ہوں گے۔ اسی کے دوران میں ذرا سی مقدار میں اس کا کوئی احترام ہے نہ اس کا
 مقدمات کا۔

میں آپ کے پیغام کے جواب میں اس طویل مراسلے اور اس صاف
 گوئی پر مسندت خواہ ہوں۔ مگر آپ کو یہ کہنا فرض سمجھتا تھا کہ اس کی اصل
 نگرانی کیا ہیں جنہیں دیکھنے کے لیے ملنا پڑا کہ اس کی ضرورت ہے اس
 کے ساتھ میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اگر اسلامی دنیا کی طرف سے کوئی ایسی
 بات ہو جس سے اس عالم کی دوا میں رکاوٹ لگا جائے تو وہ بے جا ہے۔ بلکہ
 جو حق بات اٹھو یا اسے اسلام میں مشکل ہے اس سے یہ خود ہی اس رکاوٹ کے لئے
 کہنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی طرف تو یہودیوں کا

دورِ حاضر کا چین اور اسلام

لندن کے استقبال کے خطبہ اور اس کا جواب

[اسلامی انگلستان نے فوراً ۱۷ ستمبر ۱۹۷۹ء کو مورخہ سیدہ حمزہ علی
موجودی صاحب کے مرکز میں، برٹش بٹشمن میں ایک استقبال کا اہتمام
استقبال انگلستان میں مقیم مسلمانوں کی ایک استقبال کمیٹی کا طوطے سے منعقد کیا
گیا تھا۔ اس کمیٹی میں پاکستان کے علاوہ ترکی، عراق، یوگیا، شام، سوویت اتحاد،
قبرص، سیلون، ملائیشیا، مغربی آسٹریلیا، مارشلس، ٹرنیڈاڈ اور خود انگلستان کے
مسلمانوں کے نمایاں اہم اہل علم تھے۔ یہ استقبال کمیٹی برٹش بٹشمن کے لوہے کی گلی
(BARBICANT HALL) میں منعقد ہوا۔ سواتی سوویت میں ترکی
جوش، ترکی، برطانیہ، سوڈان اور مصر کے سفیر سعودی عرب کے کونسلر
ٹرینی ڈاؤ کے فرسٹ سکرٹری کا انڈر سکرٹری کے فرسٹ اور سیکنڈ سکرٹری اور
دوسرے سفارتی نمائندے شامل تھے۔ مستشرقین اور اہل تعلیم میں سے
پروفیسر برنارڈ لیوس، ایڈیٹر فرسٹ سکرٹری، اسلام آباد، پاکستان، پروفیسر
سیاسیات و معاشیات لندن یونیورسٹی، کنگ کالج، سنٹرل ایشین ریسرچ
انسٹیٹیوٹ، پروفیسر ڈیوڈ ایسٹن، کنگ کالج، پروفیسر جیڈی ڈاؤ

ٹیکر صدر شعبہ تعلقاتِ مذاہب برٹکسم یونیورسٹی وغیرہ تشریف لے گئے۔
 بھارتی صحافت کے اہم ناشرین میں سے گاندھی، ٹولی، مرٹن،
 ٹیلیگراف، وی سی، یونگ، نیوز، بی بی سی، این پی اور برٹکسم یونیورسٹی وغیرہ
 اور اہم پاکستانی اخبارات میں سے ڈان، آوازِ وقت، سڈنگ نیوز اور حریت
 وغیرہ کے ناشرین شریک تھے۔ ان کے علاوہ انگلستان میں مقیم تمام
 اسلامی ملک کے نمایندگان کا بھی مدلل موجود تھا جس کا وجہ یہ ایک
 اہم بین الاقوامی اجتماع بھی گیا تھا۔ پروگرام کے مطابق ٹیکسٹ سے چھپے
 کاغذاتی شروع ہوئی۔ چائے نوشی کے بعد کھانا کے نو جوان مشرقِ مشرق
 نے وحدتِ قرآنِ پاک کی۔ پھر متحدہ عرب جمہوریہ کے ڈاکٹر صلاح مشد میں
 پروفیسر کلاسلکو یونیورسٹی نے استقبال کیشی کی طرف سے خطبہ استقبالیہ
 پیش کیا۔ خطبہ انگریزی زبان میں تھا۔ پھر بلا تاخیر نے اس کا جواب میں
 اُنکد میں دیا۔

اور پروفیسر فریڈرک صاحب نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔
 اس پروگرام کے بعد محترمی نے وہاں سے ملاقات کی۔ یہ سلسلہ کچھ
 تک چلتا رہا۔ فریل میں اس خطبہ اور اس کے جواب کو راج کرنا چاہیے [

خطبہ استقبالیہ

برادر محترم! آج کی شام ہم انتہائی ہندسات و مسرت کے ساتھ آپ کو خوشامد کہہ رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے مجاہدہ تاکہ آپ پر دشمنوں کے بعد آپ کی صحت کو تیزی سے بحال فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و قوت وافر عطا فرمائے تاکہ آپ اپنے کئے کردہ شکرِ نعمت کو انجام دیتے رہیں۔

آپ کا ہم سے دور میں اس ماحصل کو یاد ہوتا ہم سب کے لیے ایک عظیم سعادت ہے۔ چشمِ قصہ کے ساتھ نصف صدی سے مزید کے مناظر گہوم بھر رہے ہیں۔ کئی وقت نظریاتی اصول اور سیاسی اختلاف کے باعث ہمارے طبع و ذہن کتنے تڑپتا رہتے ؟ وہ تمام مشکل اقدار و مطالب جن کے لیے دست و سر پہلے اپنی فدی کا دیر کا میں سینہ سپر رہی وہ اصول کا شکار ہوتے نظر آ رہے تھے

لیکن اس کے بعد سعادت پٹا کھلتے ہیں۔ تجدید و احیائے اسلام کی تحریکِ عاشق اور برپا ہوتی ہے اور حیاتِ نو کے آئندہ پادشہ پھیلتے نظر آتے ہیں۔ ذہنی آفتی پر تشکیک و اعتدال کی روشِ رخصت

ہوتی ہے اور دینی حقیقت اور خود اعتمادی اس کا جگر لے لیتی ہے۔ یہ لوگ ان کے
 فکر اور شعوبہ کی فلاح کے لئے اپنے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور اسلام
 کی خواہش اور بے کمیز تعبیرات عقلی تقاضوں اور عصر جدید کے مطالبوں
 کا سونچا جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہیں۔ اسلام اب محض بے جا پادشاهی اور
 عبادت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ نئی فلاح فلسفہ کے لیے ایک عقیدہ انگیز
 پروگرام ہے۔ یہ انقلابی ارتقاء اور سماجی تنظیم کے لیے ایک جامع نظام
 فکر ہے۔ یہ ایک ہم گیر مذہب و سعادت ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق
 ہے۔ یہ فلسفہ کی شخصیت کو ایک شخصیت ماننے میں آمادہ ہے، زندگی کی
 گرد گاہوں میں اس کی حفاظت کرتا ہے اور ایک پاکیزہ اور پر شکستہ زندگی بسر
 کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

یہ عقیدہ کی تحریک برائے باطن کو ہر محاذ پر فلاحی اور اصلاحی روح ہے
 اور انسانیت کو ایک نظامِ فکر کی تعمیر کے لیے دولتِ عدمِ پیغام دیتی ہے۔
 یہ ایک عمومی دولت ہے جو بے شک و فساد انسانی کو خطاب کرتی ہے۔ تاہم اس
 دولت کا آغاز اور اس کا رد عمل چونکہ اسلامی دنیا میں ہوا ہے اس لیے قدرتی
 طور پر عالمِ اسلام ہی اسلامی تحریک کا اولین میدانِ کارِ بار ہے۔ یہ سکتا ہے
 کہ اسلامی دنیا کے بعض حصوں میں حکومت کی رفتارِ طبیعیاتِ فطرتِ نبویؐ کیسے
 اس عالمگیر تحریک کا دھجہ میں کھاتا عزائم و تقاضات کا سینوں میں بیدار ہوجانا
 اور اس راہ میں گرفتار و ترقیوں کا عمل کو آجائے۔ یہ سب اس بات کی علامت
 ہیں کہ ایک نیا نئے شروع ہو چکا ہے۔

آج کی شام خاص طور پر اپنے اس ماضی تریب پر ہمدردی بٹاؤ گشت
 ایک تقدی ہرچہ جگہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو
 اس تحریکِ حیات کے وہ ایک خصوصی علمبردار ہونے کا فرض حاصل ہے آپ
 نے اسلامی افکار و نظریات کے ذخائر میں نمایاں و قابلِ رشک اضافہ کیا
 ہے۔ آپ نے نشاۃ و تجدید کی طاقتوں کو صحیح اخلاق و سماجی تعمیر نو
 کی ایک مثبت تحریک کے راہ پر ڈال دیا ہے۔ آپ نے جملہ موانع الطبیعی
 قید و بند مٹائی کہ سزا کے موت کا سامنا عظیم النظیر عزت و عظیم ضبط و عمل
 سے کیا ہے۔ آپ نے راجہ حق پر گامزن ہونے والوں کے لیے ایک تازہ جگہ
 اللہ و نشانی مشعلِ رہنمائی کر دی ہے۔ حق یہ ہے کہ سب اللہ کی صحبت
 ہے ہوا میں کی بات اللہ و ثنا کے لائق ہے۔

لیکن اس سحرکِ ماضی سے خلاصی کا یہ مطلب ہو گا نہیں ہے کہ
 ہم اسے عمل کی گتھیوں میں کسی طرح کی واقع ہو گئی ہے۔ مستقبل کی شکلات
 اس کی ہو گئی ہیں۔ ہمیں نہایت سنگین محنت سے ساتھ و پیش ہے یہاں
 سے تاریخ انسانی ایک نیا طرہ طرے کی پھر فرما نیچے کے تحفظ و بقاء
 کے سارے امکانات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

انسان آج اپنی فتوحات کے کوچ کئی پہلے ہے۔ وہ زمین و مکان کی
 حدود کو پامال کرنا ٹھہرا رہا ہے۔ قوائے قدرت کی تیسرے پیمانے سے بے حد و
 حساب کامیابی ہو رہی ہے۔ مادی افکار و ترقی کا ایک عالم اس کی دسترس میں
 ہے۔ طبی و سماجی کے فنی میں اتنی ترقی ہو چکی ہے کہ اگر مرض و الم کا خاتمہ

بڑا چاہتا ہے۔ اقتصادی اتفاقا کا یہ حال ہے کہ اگر انسان چاہے تو غربت فقر
 کا استیصال ہو سکتا ہے۔ غلامی بھائی کا علم و فن پانچ پکانہ چھینکا ہوا ہے۔
 بلاشبہ یہ شے کہہ رہا ہے میں بلکہ اس سے انسان کی فسادیت کو تبت
 میں کوئی ترقی و اصلاح نہیں ہوئی۔ طاقت میں خدشے سے دانش و دانش انگ
 اور سہولت میں کوئی خفا نہ نہیں ہوا۔ بہرہ کی دنیا کا قاتل اپنے نفس کو مفتوح و
 مغلوب نہیں کر سکا۔ لہذا یہ امر باعث تعجب نہیں ہے کہ اس کا سبیل کی راست
 میں خود انسان ہی عظیم تر ہی طعنے کی زد میں ہے۔ یہ اپنے غنائے ہوئے
 آفت و اسلحہ کے نام و کرم سے دیکھ کر زندگی کا کوئی بہتر و برتر تصور
 نہیں اس کے پاس نہیں ہے۔ ذلت و ذلیل پر اسے قابو حاصل ہے مگر تصور
 اقتدار کا رشتہ اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہر کی ثروت انڈاس و انحصار کو
 ختم کرنے میں ناکام ہے۔ بلکہ اس کے برعکس قوموں کی سطح پر مبنی اور ان کے
 مابین بھی بیرونی قریب کا فاصلہ بڑھتا ہوا ہے۔ مالی زندگی نال یا منتا ہے۔
 تقویٰ اور احساس و تہذیب کی جگہ باحیثیت اور تعیش پرستی نے رہی ہے۔
 تشدد اور جرم و فساد اپنے عروج پر ہے۔ انتہا پسندی کا تصور ہے مطلق
 میں کشیدگی اور تعیش اور تہذیب میں ہے اور خفا ہو چکا ہے۔ عدت کا
 بہرہ کی جگہ ہمدردی کی گولی لینے کی کوشش کر رہی ہے۔

انسان نے جس سوسائٹی کو خود جنم دیا ہے اس میں وہ انہی ہی کر
 رہ گیا ہے۔ وہ جس کٹھن میں پیدا ہوا تھا اس سے کٹ چکا ہے۔ اپنی مادہ
 علمی اپنے کار و پاری حلقہ اثر میں یہ کر اپنے جس ماحول اور دنیا میں وہ پڑا

پر اس وقت اس سے اس کا رشتہ کلیتہً منقطع ہو چکا ہے۔ وہ ایک سلام میں تنہا، بلکہ اپنے گھر میں بیگانہ ہی گیا ہے۔ مگرچہ ٹیکنالوجی کے اعتبار سے پوری دنیا کی طرف سے کئی گز میں مگر فاصلہ بھی کثرتِ امتیاز و نفیست اور نسبت کے بخون کا نگہداری ہے۔ اس دامنِ تاپید اور عدل و انصاف ایک سرب ہے۔ انسان اپنے بنائے ہوئے تقاضات و تعلقات کا صیہ زہوں میں چکا ہے۔ وہ ایک طرف فحوت کی گروہی طرف و ہشت ایک طرف کا رمال گروہی طرف عزیت کے جنگل میں ہے۔

سوال یہ ہے کیا اس متوقع آفت اور سیلابِ بڑا کو کسی طرح ٹھکھا جاسکتا ہے؟ کیا نفس اپنے اس تیار کردہ قفس سے بھلا نکلتا ہے؟ کیا وہ اپنے جتنی نیک طبعی کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر تو ایک شریعتِ خداوندہ عالمہ کا اثر سے کی تعمیر کر سکتا ہے۔

بھائی عزیز! بھائی!

ہم آج کی شام جب اپنے خیالات کا مخاطب آپ کو بتا رہے ہیں، تو ہم سے ذہن میں آپ کی وہ عظیم شانِ خدمت تازہ ہو رہی ہیں جو آپ نے عالمِ اسلام کی فکر و فکر کی بیداری کے فتنے میں انجام دی ہیں اور ہم آپ کی قیادت اور چمنائی کے منتظر ہیں۔ ہماری دعا اور تمنا ہے کہ سورج نہ نکلے۔ نہ نکلنے کی راہ خدا، اللہ موجود ہے۔

ہم اپنے ساتھ یہ ختم کر رہے ہیں کہ آپ کے دوبارہ شکر گزار ہیں اور اللہ ہے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو سلام اور غنائیت کی خدمت

بہار نے کی پیش رویش طاقت و بہت عطا فرمائے۔

جواب

محمد عثمان کے بعد۔ جناب عبدالرحمان مجلس استقبالیہ اور
محترمہ مائتربین۔

سب سے پہلے میں اس بات پر مصنفت چاہتا ہوں کہ بیٹھ کر
آپ سے خطاب کر رہا ہوں۔ بیباک آپ کو خطبہ استقبالیہ سے معلوم
ہو چکا ہے کہ پہلے ماہ ستمبر اور اکتوبر میں مجھے دو بڑے آپہنشلوں سے
گنت پٹا ہے۔ اب ابھی میں اتنا کمزور ہوں کہ چند منٹ سے زیادہ کھڑا
نہیں رہ سکتا اور مسلسل زیادہ دیر تک بول بھی نہیں سکتا۔ مجھے انہوں
سے کہ میں پہلی مرتبہ انگلستان آیا بھی تو بیماری کی حالت میں آیا۔ انگلستان
کے دو صوبے مقامات پر جانا تو درکنار مجھے خود نہ دیکھ سکا اور دیکھنے
کا موقع نہیں ملا۔ نہ یہاں کے بڑے بڑے دواالت میں جاسکا نہ یہاں
کے اہل علم سے مل سکا۔ نہ اپنے بھائیوں کی اس خواہش کو پورا کر سکا
کہ ان کے اجتماعات میں شریک ہوں۔ یہی مجلس استقبالیہ کا بڑا شکر گزار
ہوں کہ انہوں نے یہ اقربہ منتقد کی جس کی وجہ سے آج کم از کم مجھے آپ
محفل سے ملنے اور تقریبی بہت اپنی بات کہنے کا موقع مل گیا۔

مجلس استقبالیہ کا کہیں اس بنا پر بھی بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے

تحریک احمیائے اسلام کے سلسلہ میں سری نگر میں خدمات کی تعداد افزائی
 خود ان خدمات سے بہت زیادہ کی ہے۔ درحقیقت میرے سچے
 بڑا سے بڑا فخر اس میں کالی ہے کہ میں ہٹ کے دیں گا ایک اور
 خادم ہوں۔ مجھے اپنے متعلق کہیں یہ غلط نہیں نہیں کہیں نہ
 کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ فی الواقع یہ میرے غلط جہانوں کی
 اسلام سے محبت ہے جس کی بنا پر وہ کس کوئی کو اسلام کی تھوڑی بہت
 خدمت بھی کرتے دیکھتے ہیں تو اس کی حیثیت سے زیادہ اس کی تعداد افزائی
 کرتے ہیں۔ ان کے اس مخلصانہ جذبہ کو دیکھ کر یہ توقع بند ہوتی ہے کہ
 احمیائے اسلام کی تحریک کو جس ناموافق حالات میں نئی نسل کے پیشرو گے
 بڑھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انشاء اللہ اللہ اللہ اس سے بہت
 زیادہ خدمات انجام دے گی اور انشاء اللہ اس تحریک کا مستقبل روشن ہوگا۔
 میری مجلس استقامت کے اس خطبہ میں پچھلے مہاس مل اور اس
 پہلے کے جس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ درحقیقت کچھ غیر متوقع
 حالات نہ تھے۔ مسلمانوں کو انیسویں صدی میں جو پہلے پہلے دیکھیں پہنچی
 تھیں ان کی بدولت چارکے آجوں نے اپنے آپ کو اس حالت میں پایا
 کہ مشرق سے لے کر مغرب تک وہ اپنی مغرب کے خطبہ اور استیلا سے
 مغلوب ہو چکے تھے۔ فطری طور پر اس کا پہلا رد عمل وہیں کچھ ہونا چاہیو
 ہوا جس کا ذکر آپ نے اپنے اس خطبہ استقامت میں کیا ہے۔ ان کو
 یکایک ایک ایسی تہذیب سے واقف کرنا تھا جو صرف اپنے فلسفہ

اور سائنس ہی کو لے کر نہیں آئی تھی، محض اپنے اخلاقی، تمدنی اور معاشی نظام کو لے کر بھی نہیں آئی تھی بلکہ یہ سب چیزوں کی پشت پر توپ اور بندوق بھی تھی اور ان کی پشت پر یہی اقتدار بھی تھا جس سے مسلمان خود اپنے گھر میں غلام ہی کر رہ گئے تھے۔ اس نوعیت کے غلبہ کا ہر فلسفہ زندگی سے جب دیکھا گیا ہے تو سچاقتاً پیش آیا تو انہوں نے اس کے آگے بختیار ڈال دیتے۔ انہوں نے انتہائی شکست خوردگی کے ساتھ اس کی پانتری کو تسلیم کر لیا ہے کہ اندر برکت باقی ہی نہ رہی کہ اس کو تنقید کی نظر سے دیکھتے۔ وہ صرف ہم ہی کے اعتبار سے نہیں عقل و فکر اور تمدن کے اعتبار سے ہی مفتوح ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے نہ سمجھا کہ تمدن کے نظریات و افکار تو ہر فلسفے سے بڑا ہیں۔ فلسفے کا ان کا گرجہ ہے تو مفتوح کے نظریات و افکار میں ہے۔ تہذیب اگر گرجا ہے تو تمدن کا تہذیب ہے۔ ہمارے کے قابل صرف مفتوح کی تہذیب ہے۔ جسے تمدن کی تہذیب کے معیار پر ڈھلا جانا چاہیے۔ علم و تحقیق کے نام سے غارت ہو کچھ رہا ہے وہ گویا اگل حقائق میں جس میں کس شخص کا مکان نہیں۔ تربیم کے قابل صرف مفتوح کے عقائد ہیں جو کس علم و تحقیق سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ غارت کا برا اثر جن امور مفتوح کے مذہب، تارک اور تمدن پر کرے، بھائے خود بالکل بھابھ ہے۔ مفتوح اگر اپنی عزت بچا رہا ہے تو اسے اپنی ہر گز چیز کا انکار کر دینا چاہیے جس پر غارت نے انگشت نمائی کی ہو۔ جس کے لیے اس میں شکست کھانے اور سیاست کے میدان میں مغلوب ہو جانے کے بعد

یہ تعدادی تداعلی تھا جس کے زیر اثر انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کے اہل علم اور اہل حکم نے مغربی فلسفہ کو حق مان کر اسلامی عقائد میں ترمیم کرنی شروع کی۔ مغربی تہذیب کو انہماک سے سمجھ کر اسلامی تہذیب کی شکل بنانے لگے اور اس کے اندر نئے پیمانہ لگانے کا سلسلہ جاری کیا اور اسلام پر اہل مغرب کے اعتراضات کو دینی کجھڑی کے جواب میں معذرت خواہانہ انداز اختیار کر لیا۔ انہماک اس کے کہ وہ ان اعتراضات کی حقیقت پر غلط ڈالنے اور تحقیق کرنے کو دیکھیں تک سمجھ کر کہیں تک غلط رہیں اس پر یکایک ہی اعتراضات کا رد عمل یہ ہوا کہ انہوں نے ہر اُن سے ہیز سے شکار شروع کر دیا جس کی ذات نہ ہی معترضین کا طوط سے کی گئی تھی خواہ وہ وہ حقیقت ہماری شریعت میں موجود ہو اور خود معترضین اس کو اپنی تدائی سے غلط سمجھ بیٹھے ہوں۔

مثلاً معترضین کی طرف سے جب اسلام کے جہاد پر اعتراض کیا گیا تو مظلوم اور مظلوم مذہبی یہ نہ دیکھ سکے کہ یہ اعتراضات ان کی طرف سے کیے گئے ہیں۔ معترضین وہ لوگ تھے جنہوں نے خود انہیں "افریقہ امریکا اور آسٹریلیا میں ہر طرف جہاد کا جہاد کیا تھا" پتہ سے پتہ سے ہر مظلومی قبضہ کر کے کروڑوں خاندانوں کو اپنے غلام بنالیا تھا اور بعض علاقوں میں تو یہاں تک کہ قریب قریب بالکل فنا کر دیا تھا ان کے اپنے مذہب میں چھٹکارہ جہاد نہ تھا اور وہ جہاد کے بغیر دنیا میں رہ سکتے تھے اس لیے جب انہوں نے جہاد کیا تو ان کے پاس جنگ کے لیے کوئی اخلاقی ضابطہ موجود نہ

تھا کوئی خلائی ہدایت نہ تھی جو ہی کو ملک کی تہذیب سے آشنا کرتی بلکہ انہوں نے خود اپنے لیے ملک کے طریقے اپنی خواہشات اور اعتراض کے مطابق وضع کر لیے تھے۔ اس وجہ سے جب انہوں نے جہاد کیا تو بعض براعظموں میں پوری کی پوری فسلوں کو مٹا دیا اور مفتوحوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ ان چیزوں پر نگاہ کرنے کے بہانے ہمارے ان کے اہل علم اور اہل قلم نے سب سے اس بات کا انکار ہی کر دیا کہ ہمارے ہیں جہاد نامی بھی کوئی چیز ہے اور معترضین کو یہ دہا پاکر اسلامی تعلیم کی برکت سے مسلمانوں نے اپنی پوری تاسیر میں ملک کے اندر کچھ نہ وحشیانہ حرکتیں نہیں کیں جو اہل مغرب نے کی تھیں اور آج ملک کر رہے ہیں وہ مفتوح قوموں کے ساتھ کچھ دوسرے کو کیا جو اہل مغرب نے کیا ہے اس کے برعکس مسلمان معذرت خواہوں نے گویا معترضین سے یہ کہا کہ جہاد کرنا اس آپ ہی کا حق ہے۔ اہم اس کا حق نہیں رکھتے۔

اسی طرح جب اسلام کے مسئلہ خلائی پر اعتراض بڑھا تو ہمارے ان کے اہل علم اور اہل قلم نے فوراً اس بات کا انکار کر دیا کہ اسلام میں خلائی کا بھی کوئی قانون ہے اور اس کے لیے کچھ ضوابط اور قواعد مقرر کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض سنی کر کچھ عینی گہری بحث اور غور و دو کی غاری ہو گئی کہ وہ اس معاملہ میں خود معترضین کے طرز عمل کا جائزہ لے کر دیکھ ہی نہ سکے۔ معترضین وہ لوگ تھے جن کے اپنے دین میں خلائی کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ تھی جس سے ان کو یہ معلوم ہوتا کہ فساد کو غلام کس

محبت میں بنایا جاسکتا ہے اور کس محبت میں نہیں بنایا جاسکتا اور غلام بنانے کے بعد غلاموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ایسے کس ہدایت نامے کے بغیر انہوں نے اس قدر بڑے بڑے مسائل پر غلامی کا گندہ دیا جس کی کوئی نیک انسان یا تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ کئی صدیوں تک فرقہ کے باشندوں پر چھاپے مارنے سے ہے۔ دس ہزار کافر غلاموں کو بک کر لے گئے۔ امریکہ اور ویسٹ انڈیز وغیرہ میں اپنی نوآبادیوں کی آباد کاری کا کام ان سے لیا جاتا ہے۔ ساتھ بدترین خدائیت سوز سلوک کیا۔ کج مغربی دنیا میں رنگ کا مسئلہ ان کے اس ظلم کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ وہ خود بھی اسے فرقہ کے کالے خود امریکہ میں اور دوسرے ملکوں میں پروانہ کیے نہیں گئے تھے۔ ہمارے اہل علم اور اہل قلم اتنی جرأت ہی نہ رکھتے تھے کہ ہمارے ملک کے مسئلہ غلامی پر اعتراض کرنے والے اہل مغرب سے کہہ سکتے کہ حضرات یہ نامہ اصلاح لے کر آپ کا منہ کیا ہے کہ ہم پر موت نازل کریں۔ وہ وقت تھا ہی کچھ عیسائی تھیں کہ اعتراضات بھی کر سکتے تھے ان کے لوگوں پر بدحواسی طاری ہو جاتی تھی۔ وہ اس بات کو نہیں دیکھتے تھے کہ مغربی ممالک میں جو ان کے اعتراض کی حقیقت کی ہے۔ انہیں تو فائدہ کا لیا ہوا ہر عوام میں کر اپنی عورت بچہ لے کر نکلتی ہو جاتی تھی۔ انہوں نے کبھی یہ کہنے کی ہمت نہ کی کہ حضرات ہمارے پاس جو غلامی کے بارے میں ایک اعلیٰ درجہ کا معقول اخلاقی ضابطہ موجود تھا اس سے ہمارے ہی کبھی غلاموں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا گیا جو فرقہ کے غلاموں کے ساتھ آپ نے امریکہ اور

ویسٹ انڈیز ریفرمیشن کمیٹی ہے۔ آپ کو تو انیسویں صدی میں غلامی کو کافراً
 منسوخ کرنے کی توفیق نصیب ہوئی تھی تو آج تک کدو سے کدو کا سہ کی تیز
 سے آپ نجات نہیں پاسکے ہیں۔ اگر کی حد منوی ہر لفظ میں کالوں کے ساتھ
 جو سلوک آپ کر رہے ہیں وہ غلامی کے طریقے سے ہر جہد جو بدلتا ہے
 اس کے برعکس ہمارے ہیں غلام بادشاہی کے تحت پر باد اسرفراز ہوئے
 ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے سپر ریڈ غلام ہوئے ہیں۔ اور ہماری تلخ
 لٹی غلاموں سے بھری ہوئی ہے جنہیں محدث فقیر اور امام بننے کا شرف
 حاصل ہوا ہے۔

اسی طرح جب ہمارے عقیدہ و آئین پر ابلی مغرب کی طرف سے
 اصرار میں لگا گیا تو ہم نے ان کے ابلی علم اور ابلی قلم میں پرشور و محرک طرح
 طرح کی معذرتیں پیش کرنے لگے اور انہوں نے انگلیں کھول کر یہ دیکھا
 کہ ایک مذہبی *religious* کو قانونی ترقی سے کر ابلی مغرب نے ایک
 بہت بڑی نادانی کا ارتکاب کیا ہے جس کا یہ ترین فیادہ و فائدہ بھگت
 رہے ہیں۔ اسی کی بدولت ان کے ان غیر قانونی عقیدہ و آئین نے بدنامی پایا
 جو کسی ضابطہ کا پابند نہیں اور جس کے ساتھ کسی ذمہ داری کا دار نہیں۔ اسی
 کی بدولت ان پر کثرتِ طلاق کی بدولت ہوتی جو بدولت پرستی میں جا
 رہی ہے۔ اسی کی بدولت ان کے ان ناجائز بچوں کی بھراہ ہو رہی ہے۔
 غلامی نظام اور ہم پر ہم ہوا ہے۔ برہنہ شدہ گھوڑے *(naked horse)*
 کے پچھلے ایک پریشان کن مسئلہ بن گئے ہیں۔ اور کسی کے جرائم و جرائم

ترقی پر ہیں۔ ان صدی پوزوں کو عقل کہہ کر طبیعت کو ختم نہ کرنے کے
 پہلے ہم خود اپنے قانون تصدیق و دعا پر شریعت لگے اور اس میں توہم
 کرنے پر لگ گئے۔

وہ ایک نئے تصور ترقی کا سبب سے ہم سے ابرا تھا۔ اگرچہ وہ
 ابھی تک بالکل ختم نہیں ہوئے ہیں لیکن ہر حال میں کو گزشتہ تھا ان کے بارے
 اور لازماً گزر کر ہی رہے گا۔ ابتدائی مراحل سے نکلنے کے بعد جب
 ہمارے ان ذرا زیادہ گہرے غور و فکر کے ساتھ فلسفہ سائنس تاریخ
 اور مذہب کا مطالعہ کیا گیا تو اس کے بعد ظاہر بات ہے کہ ابتدائی
 مرحلے تہمت کی وہ کیفیت باقی نہیں رہ سکتی تھی۔ ابتدائے اسلام میں بھی
 جب مسلمانوں کو یہ بتائی اور دوسرے علمی فلسفوں سے تیار کیا سابقہ پیش
 کیا تھا تو اس نے اعتراض کی شکل اختیار کی تھی لیکن جب گہرائی کے ساتھ
 ان چیزوں کا مطالعہ کیا گیا تو آخر کار تنقید اور تحقیق نے ان ابتدائی تاثرات
 کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کے اندر ایک نئے نظام فکر اور ایک نئے علم
 کا دم و دم میں آیا۔ ایسی ہی صورت اب بھی پیش آرہی ہے۔ ہماری
 مطالعہ میں وسعت اور تحقیقات میں ہنسنکی پیدا ہوتی جا رہی ہے وہ
 ابتدائی تاثرات ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ابھی تک مسلمانوں میں اس
 طرح کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو مغربی فکر سے اسلام کو دیکھ رہے
 ہیں اور اسلام میں ترہکات کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں لیکن اب
 ہمارے اندر ایسے متقین خدا کے فضل سے موجود ہیں جو اس طرح کی

ہر کائنات میں اور ہر شعبہ وادی ترقی کا تحریک کا استیصال کرنے اور مسلمانوں کو غلط فہمیوں سے بچانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

اب میں مختصراً مغربہ استقبالیہ کے اس حصہ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جس میں موجودہ نسطار کی مشکلات اور پریشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کر دیا کہ اس نسطار کی جتنی ترقی بھی

ہے وہ ساری کی ساری حاصل علوم طبیعی (PHYSICAL - SCIENCE) کی تحقیقات کی بدولت ہے۔

اس کی تحقیقات کی بدولت ہے۔ اس کی تحقیقات نے انسان کو غیر معمولی

قوتیں دے دی ہیں۔ جس کی بدولت انسان نے عجیب و غریب ایجادات

کی ہیں انسانی کے استعمال سے انسانی زندگی و معاشرت اور تہذیب کو

غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ

جہاں تک علوم طبیعی کا تعلق ہے انسان نے انسان کو خود اس کی تحقیق کے

ذرائع عطا کر دیئے ہیں اور اس کے ذریعہ کائنات میں اور ممالک مختلف پیدا

کر دی ہیں جس کے ذریعہ سے وہ اپنے گرد و پیش کی موجودات کا مطالعہ

کر سکتا ہے، تجربات اور مشاہدات سے اس کے خواص اور اس کے اثرات

کام کرنے والے قوانین دریافت کر سکتا ہے اور اپنی زندگی ترقی کے لیے

انہیں زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کر سکتا

ہے۔ اس کے لیے کس خطائی بدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان نے خود

انسان کو نہیں پر اپنا خلیفہ بنایا ہے، اس کو اپنی دنیا پر اس کو اقتدار عطا

کر دیا ہے، اس انسان کو استعمال کرنے کے ذرائع و وسائل اس کیلئے

فراہم کر دیتے ہیں اور خود انسان کے اندر وہ صلاحیتیں اور طاقتیں پیدا کر
 دی ہیں جن سے کام لے کر وہ موجودات زمیں سے اپنی خواہش بے سکتا
 ہے۔ مگر جہاں تک جہل و سب و تشنہ کا تعلق ہے وہیں تک اخلاق کا
 تعلق ہے نہ جہاں تک انسان کی فطری و ذہنی زندگی کے نظام کا تعلق
 ہے۔ اس کے بارے میں انسان کو یہ غلط فہمی لاحق ہو جاتی ہے کہ
 یہاں بھی وہ اپنی ہی تحقیقات سے زندگی کے صحیح اصول معلوم کر سکتا ہے۔
 یہ غلط فہمی حقیقت کی تمام گرائیوں کا غیہی سبب ہے جو انسانی تہذیب
 میں مروجہ ہو گئی ہیں۔ یہاں فی الواقع انسان خدائی ہدایت (Divine Guidance)
 کا محتاج ہے۔ خدا کی ہدایت سے آزاد ہو کر انسان گمراہی سے اصول غور و تحقیق نہ
 لے کر اپنے نزدیک سے سمجھ کر اندہ سلو میں بھیڑے خدا کی طرف سے آئی
 ہوئی کسی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے تو وہ غلو کروں پر غلو کریں گھاٹا چلا جاتا
 ہے اور محض اپنی عقل و فکر اور تجربات و مشاہدات کے اندر کوئی صحت مند
 نظام زندگی تعمیر نہیں کر سکتا۔ یہ غلطی پہلے بھی انسان کو گمراہ کرتی رہی ہے
 اور آج بھی کر رہی ہے اور اس کا نتیجہ ہمز تباہی کے اد کے نہیں ہے۔
 اس معاملہ میں ایک اور غلطی بھی ہے جو انسان کا اس لیے اور وجہ ہے
 کہ جس محدود دائرہ میں کوئی خدائی ہدایت وہ اپنے پاس پا رہے صرف انکی
 پروردگار کا چاہتا ہے اور اپنے دائرہ سے باہر جا کر یہ معلوم کرنے کی
 کوشش نہیں کرتا اگرچہ اس نے بھی کوئی ہدایت خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہو
 ہے یا نہیں۔ اس کے اپنے معاشروں میں اس کے اپنے اسلاف کے ذریعہ

نے اگر کوئی خدائی ہدایت ہے تو یہ بتا دے گی کہ یہ حق ہے اور اگر نہیں ہے تو یہ بتا دے گی کہ یہ باطل ہے۔
 پھر جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ ہدایت اسے کدو کی طرح دکھائی نہیں دے رہی ہے جس سے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں وہ ایک جامع اور قابل عمل
 نظام مرتب کر سکے اور اپنی زندگی کو صحیح طریقہ پر ڈھال سکے تو وہ سوچتا ہے کہ
 خدائی ہدایت ہی سے وہ اس طرح جانتا ہے اور غیر منطقی سمجھتا ہے کہ اپنے دائرہ
 سے باہر نکل کر بھی یہ معلوم کرے کہ کہیں وہ بھی کوئی خدائی ہدایت نہ پوچھ جائے
 اور صحیح شکل میں موجود ہے یا نہیں۔ مگر کہیں وہ پائی جاتی ہو تو اس کو وہ بھی
 بہتر سمجھتا ہے اس کے اندر عجیب شک کے کا گھٹن لگتا ہے اس کی قدر
 گھٹانے میں پتا نہ صرف کتاب ہے بلکہ چاہتا ہے کہ کسی دوسری طرح اس
 کے خدائی ہدایت، جو نے کا انکار کرنے کے لیے اسے کوئی بہانہ مل جائے۔
 وہ مگر کئی مواقع پر اس کی خود اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ ایک انسان کو کھیلنے والی
 کے ساتھ دیکھتا ہے کہ وہ بھی کئی کئی دشمنیوں کے ساتھ ہے۔ کھیلنے والے کے ساتھ
 اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ اگر میرے پاس کوئی دشمنی کئی شکل میں نہیں ہے تو
 کہیں اور وہ موجود ہے یا نہیں۔ مگر وہ کہیں پائی جاتی ہو یا کوئی اسے دشمنی
 کرے تو بغیر کسی تعصب اور بغیر کسی تلک نظری کے اس کو جاننا چاہیے
 قبل از وقت کوئی راستہ قائم کیے بغیر اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ کھیلنے والوں
 سے دیکھنا چاہیے کہ کیا اس سے کوئی ایسی رہنمائی مل سکتی ہے جس سے ہم
 اخلاق کے صحیح اصول معلوم کر سکیں، جس سے ہم اپنے تمدن اور اپنی تہذیب
 کے بنیادی مسائل کا حل معلوم کر سکیں، جس سے ہم اپنی زندگی کو زیادہ بہتر

بنانے کی کوشش کر سکیں۔

نہیں سمجھتا ہوں اگر موجودہ زمانے کے اہل فکر اپنی اس کمزوری سے نہایت پامیں تو سارے انسانی خدا کی طرف سے آئے ہوئے ہر اُس قد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو دنیا میں کہیں آیا ہے۔ ہم اس کے لیے بالکل تیار ہیں کہ اپنی مغرب کے پاس مگر خدا کی طرف سے آئی ہوئی کوئی ہدایت موجود ہو تو اس سے استفادہ کریں جبکہ تحقیق سے ہمیں اس کے خدائی ہدایت ہونے کا اطمینان ہو جائے۔ اسی طرح سے اپنی مغرب کو بھی چاہیے کہ ہم اسے پاس خدا کی جو ہدایت موجود ہے، جس کو ہم ہدایتِ الہی کہ حیثیت سے پیش کرتے ہیں اس کو بھی وہ اپنی طرح بھائی میں دیکھیں کہ کیا اس کے اندر کوئی ایسی رہنمائی ملتی ہے جس کی مدد سے وہ اپنی زندگی کے نظام کو درست کر سکیں۔

مثال کے طور پر میں عرض کروں گا کہ اس وقت امریکا، مغربی افریقہ، ہونڈوراس اور دوسرے ملکوں میں دنگاؤں کی تقریبی انتہائی نسبت اختیار کر گئی ہے اور یہ علاقے میں بھی یہ سرسختی نظر آ رہی ہے جیسا کہ۔ بالکیری وارن ہے جو انسانیت کے دامن پر دنگاؤں ہے اور مغربی دنیا اپنی معقولیت پرستی (Rationalism) کے سلسلے و اصولوں کے باوجود اس دھجے کو اپنے دامن سے دھوونے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ سب مگر قصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس مسئلہ کو اس طرح اسلام نے حل کیا ہے دنیا کا کوئی مسافر

اسے حل نہیں کر سکا ہے۔ آخر قسب کو چھوڑ کر بے بسکھ کی کوشش
 کیوں نہ کی جائے کہ اسلام کے اصولوں میں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے
 اسلامی معاشرہ کے اندر پوری اسلامی تائید میں کبھی رنگ کے مسئلہ
 نے وہ شکل اختیار نہیں کی جو مغربی معاشرہ میں پیش آرہی ہے ؟
 اسی طرح موجودہ تہذیب میں آپہنچا دیکھو سب سے پہلے کفرانِ خدا کی
 طرح وہ ہم پر ظہور پا رہا ہے۔ شوہر اور بیوی کا مل پاپ اور اولاد بھائی اور
 بہن کے رشتے بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ بھرے گھر برباد ہو رہے
 ہیں۔ کم سن کے عرائش بے تحاشا بڑھ رہے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے گھروں
 (Broken Homes) کے بچے پورے معاشرے کے لیے ایک
 نفسیاتی مسئلہ بنتے جا رہے ہیں۔ ناپائز بچوں کی ولادت روز بروز بڑھتی
 چلی جا رہی ہے۔ طلاق و تفریق کی کثرت نے انسانی معاشرہ کو پامال
 کر دیا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ ایک
 اسلامی معاشرہ میں کبھی یہ مسائل اس شکل میں پیدا نہیں ہو سکے۔ آخر کون
 نہ کہ قوانین و ضوابط کا مطالعہ کیا جائے جس کی وجہ سے اس انتہائی تفریق
 کے اند میں بھی مسلم معاشرہ میں مستحکم رہے پاک ہے ؛ علمائے مغرب
 اس سے سبق لینے کے بجائے ہم سے قوانین نکال کر طلاق اور بیکار
 فقرا و معاشروں پر فحش کتب و عینیں کرتے ہیں اور اپنے شاگردوں کے
 ذہنوں سے ہمیں بھی وہ بیماریاں فلکس کی کوشش کر رہے ہیں جو
 ان کے معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ

جس سے قوانین اور قواعد کے تحت کی چیزیں ہیں۔ یہ ہیں کہ وہ ہے اسلامی معاشرہ
 کے تحت خاندانی نظام کی یہ دوسری چیزیں ہیں۔ یہ ہیں کہ وہ ہے
 نہیں ہوتی، علاقوں کی یہ سہولتیں نہیں ہوتی، بلکہ ان کے جرائم کا یہ نوع نہیں ہوتا
 اور وہ اپنے ہوش سے ظاہری کے لیے اس قدر بے درد نہیں ہوتی اور ظاہری
 اپنی اور اس سے اس سے بے پروا نہیں ہوتے کہ ان سے بڑھ کر ان کو اپنے
 کئے نہ ہوں۔ یہ ہے کہ وہ ہے۔ تعصب سے اس کو پاک کیا جاتا ہے
 نہ تھا کہ اپنے محدود دائرے سے باہر کی دنیا کو دیکھ کر کوئی مفید ہوتی محال
 کیا جاسکتا۔

اس مسئلے میں ایک اور شکل بھی پیش کر سکتا ہوں۔ آج کی دنیا ہے
 وہ ہے ڈراموں کے نگار میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ عظیم اور خوفناک ڈراموں
 ہو چکی ہیں اور ایک تیسری ڈراما کا ہر وقت ظہور ہے۔ چاندی طرفہ ہوں
 محسوس ہوتا ہے کہ بارود لگی ہوئی ہے اور دنیا کو ہلکا دینے کے لیے
 اس ایک چنگاری کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوگا کہ دنیا کے موجود
 نظام میں چند تبدیلی فرمائیں جو وہ ہیں جنہوں نے دوسرے زمین کو آتش
 فشاں بنا رکھا ہے۔ ان میں سے ایک فراموشی ہے۔ بڑی بھلی قوم پرستی
 ہے جس نے قوموں کو ایک دوسرے سے بھاڑا ہے اور ایک دوسرے
 کا حریف بنا دیا ہے۔ اور ایک دوسری فراموشی ہے جنگ فکری اور جنگ دل
 ہے جس کی وجہ سے فتح باپ ہونے کے بعد مفتوح قوم کے ساتھ کوئی خاص
 کا سلوک نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو کچھ اور دہانے اور اس کا عزت نفس کو ختم

کرنے اور ان کی حیثیت سے اس کو بالکل برپا کر دینے اور اس کی جگہ
کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہوتا
ہے کہ مفتوح قوم کے دل میں ہنگام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور ایک
جنگ فتنہ مچاتے ہیں وہ مری جنگ کی تیرہی شروع ہو جاتی ہے۔ اہل مغرب
کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے کہ کوئی دوسرا شہر ویسا ہے جس کے پاس
کوئی ایسی طاقت موجود ہو جس کی بدولت اس کے اہل بھی جنگ نہ یہ
شکل اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے اند میں اسلام کی پوری پیروی کرنے
کے باعث اسلام آپس کی دشمنیوں و کشاکشوں میں بغیر مسلمانوں سے بھی باہر ہونے کا
مقابلہ کر رہا ہے۔ دنیا کے بہت سے ملک انہوں نے بھی فتح کیے ہیں لیکن
اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے دیکھے تو اسے فکر آسکتا ہے کہ مسلمانوں
کے اندر کبھی جیش ظلم کا وہ اندھا بخون پیدا نہیں ہوا جو مغربی دنیا میں ہوا
ہوتا ہے اور مسلمانوں نے کبھی مفتوحوں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو اہل
مغرب نے کیا ہے۔ انہیں کو کبھی مسلمانوں نے بھی فتح کیا تھا اور پھر پھر
سنے بھی اسے مسلمانوں سے بھیڑنا۔ دونوں فتوحات کے نتائج ہر شخص خود
دیکھ سکتا ہے۔ فلسطین اور بیت المقدس بھی مسلمانوں سے لے گئے گئے
تھے اور مسلمانوں نے بھی ان کو واپس لیا تھا۔ دونوں کا فرق آخر کس کو
علوم نہیں ہے! اس فرق کا وجہ تلاش کیجئے۔ کیا اس کی کوئی وجہ اس کے
سوا ہو سکتی ہے کہ اسلام نے اپنے پیرو انسانوں کو اس قدر وسیع القلب
اس قدر فیاض اور اس قدر غیر قوم پرست بنادیا ہے جس کے باعث وہ خلیف

ہونے کے بعد مفتوح قوم کے ساتھ کبھی وہ سلوک نہیں کرتے جو وہ سب سے
 لوگ کرتے ہیں، اور اس کے اندر قومیت کا وہ جنوں کبھی پیدا نہیں ہوتا
 جو اپنی قوم کے صوفیان کو ہر وہ مری قوم کا دشمن بنا دیتا ہے۔ اسلام کی کئی
 تعلیمات کو کھلے دل سے دیکھا جا رہے ہیں کہ بدلتے مسلمانوں کو یہ نعمت
 حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کے اندر کوئی جھلک پائی جائے، اگر ان کے اندر کوئی
 روشنی نظر آئے تو آخر کیوں وہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے؟ انسان اپنا خود
 دشمن ہوا، اگر کہیں اسے داد دئے شفا ملتی ہو تو وہ موت اس لیے اس کو
 لینے سے انکار کر دے کہ یہ اس کے لیے ہی چیز نہیں ہے۔

آخر میں ایک بات اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ میری قوتِ گویائی
 اب جواب دے رہی ہے۔ اس نہ مانے میں خوش قسمتی سے مسلمانوں کی
 ایک بڑی تعداد کو مغربی تہذیب کے ایک بہت بڑے مرکز انگلستان
 میں اگر پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے پہلے جب برطانیہ ایک سلطنت
 (Empire) تھا اس وقت مسلمانوں کے ساتھ اہل برطانیہ کے تعلقات کی
 نوعیت یکساں تھی۔ اس وقت اس کا اسکاں نہ تھا کہیں سکے، وہاں کسی
 صحت مند خیال پر تہذیبی لبیں دیں جو سکے۔ لیکن اب سلطنت کا قدر
 ختم ہو گیا ہے اور برطانیہ صرف ایک مملکت ہے۔ اب ہم اسی طرح
 آباد ہیں جس طرح خود اہل برطانیہ آباد ہیں۔ اب پملا اور ان کا راجہ وہ
 آزاد قومی کا ساتھ دے جس میں ٹولیک لڑتی تھیں۔ اب نہ وہ برطانوی
 کہیں۔ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ اگر اس سے مدد ملی فرمے گا، اٹھنا

چاہیں تو اٹھا سکتے ہیں۔ ہم الی برطانیہ کے علوم و فنون سے ان کے
 سبھی ادارت سے ان کی آزادی صحافت سے ان کی علمی تحقیقات سے
 اور ان کی تنظیمات سے بہت کچھ استفادہ کر سکتے ہیں اور ہمیں کئی چارنگ
 اسی طرح الی برطانیہ بھی۔ اگر وہ خود بھی اس معادری سے کچھ کام لیں جس کا
 سبق وہ ہمیں دیا کرتے ہیں، ہم سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنی
 سرزمین میں مسلمانوں کو اسلامی اصول کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع
 دیں تو بہت کمائی کے ساتھ انہیں یہ دیکھنے کا موقع مل سکتا ہے کہ کیا
 ہماری تہذیب میں کچھ اصول ایسے ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ ہمیں
 جب سے یہی کیا ہوا نہیں ہے اکثر یہ باتیں سنیں کہ الی برطانیہ میں
 اور خصوصاً یہاں کے بعض بیکروں کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ
 جو لوگ بھی اس ملک میں آئے ہیں وہ یہاں کی آبادی کے ساتھ ہم آہنگ ہو
 جائیں اور اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کی خصوصیات کو چھوڑ کر انگریزی
 تہذیب و تمدن کی خصوصیات اختیار کر لیں۔ ہمیں یہ عرض کروں گا کہ
 انہیں اپنے اس طرز فکر پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ یہی انگریزوں کی کوئی
 کمی نہیں ہے۔ ان کے اندر کچھ اور انگریزوں کا اضافہ کرنے سے آخر
 کیا فائدہ ہوگا؟ اور جگہ یہ بھی انہیں نہیں کہ اگر یہ باہر سے آئے وہ اسے
 لوگ سو فی صدی بھی انگریز بننے کی کوشش کریں تو یہی واقعی وہی کو انگریز
 بن لیا جائے گا۔ پھر یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ الی برطانیہ کو اس
 سے کیا مطلبہ کرنے کی ضرورت ہے کیا دانش آئی ہے؟ کم انکم ہمیں ہے

پاکستان میں اور دوسرے مسلمان ملکوں میں تو انگریزوں، امریکائیوں اور یورپی
 حضرات سے کبھی اس نوعیت کا مطالبہ نہیں کیا گیا کہ وہ اگر ہمارے ملک
 میں اگر رہیں تو اپنا لباس ترک کریں، اپنے کھانے پینے کے طریقے چھوڑنا
 اپنے طریقہ زندگی سے دست بردار ہوں اور ہمارے ساتھ ہم رنگ
 (INTEGRATE) ہو جائیں۔ حتیٰ کہ ہم نے تو کبھی اس سے یہ بھی
 نہیں کہا کہ ان کی خواتین اپنی ٹانگیں ہی ڈھانک لیں۔ جب ہم نے
 ان کے ساتھ یہ رفاہی برتی ہے تو وہ بھی ہمارے ساتھ کم از کم
 اتنی رفاہی تو برتیں جو ہم ان کے ساتھ بہت رہے ہیں۔ بھائیو
 کی آبادی کثیر النسل (MULTI-RACIAL) تو ہی ہو چکی ہے اگر
 وہ کثیر التہذیب (MULTI-CULTURAL) بھی ہو جائے تو اس
 میں آفریقہ کے کیا بات ہے؟ مسلمان یہاں اپنی تہذیب کے مطابق
 زندگی بسر کریں گے تو مشرق وسطیٰ کے معاشرے کو مایوس نہ
 (RICH) بن کر دیں گے۔ اور یہی تہذیبی اقتدار اور الملو کو دیکھ کر اپنی
 برطانیہ کو یہ دیکھنے کا موقع ملے گا کہ ان کے ان کیا چیزیں ایسی ہیں
 جن سے وہ آج تک اپنی معاشرتی اگلیوں سے بچے رہے ہیں۔ یہی
 سے انگریزی معاشرہ اس وقت دوچار ہے۔ خوش قسمتی سے اس
 مجمع میں متعدد صاحبِ علم انگریز اصحاب بھی موجود ہیں۔ کچھ امید
 ہے کہ جو کچھ ہم نے غلوں مل کے ساتھ عرض کیا ہے اس پر وہ غلط
 دل سے غور کریں گے۔ انگریزی باتوں کو معقول پائیں گے تو انہیں کچھ

دل سے قبول کریں گے ۔

آخر میں کہیں مجلسِ استقبال کے چہرے شکر یہ دعا کرتے ہوئے کہ اُس نے
 مجھے آپ حضرت سے ملنے کا قیمتی موقع عطا فرمایا جس کی یاد خداوند
 میرے دل سے کبھی محو نہ ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مجلہ الغرر بار کا سوالنامہ اور اس کا جواب

اسلامی مسائل کا ایک سلسلہ ہے جس میں مجلہ الغرر بار
 کے نام سے لکھا ہے جسے اس عربیہ سلسلے
 جاری کیا ہے جو برطانیہ میں مقیم ہیں اور اپنی
 دوری معروضاتوں کے ساتھ اسلام کی خدمت
 میں انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے کے ہونا
 سوشل سے اس کے زمانہ قیام میں میری
 سوجھ بوجھ کے تحت اس کا جواب نہیں دیا
 دے رہا تھا۔ فریڈ میں سوالات اس کے
 جوابات میں کے بارے میں ہیں۔

سوالنامہ

۱۔ اگرچہ اسلام پختہ عسکری کا مجتہد ہے اور برطانیہ سے عسکری فوج میں مختلف ہے۔۔۔ جن میں فوجی جنگی کراپ عسکری مجتہد کو عسکری اسلامی پاکستانی۔ کہ عسکری سے مختلف آگاہ فرمائیں۔

۲۔ پاکستانی مسلمانوں کے اندر مختلف مذہبی تصورات پائے جاسکتے ہیں عسکری اسلامی نے اختلاف پیدا کیا ہے۔ کہ مشترکہ کس طرح حل کیا

ہے؟

۳۔ عسکری عسکری میں وہ کونسا ام ترین میدان کا ہے جس پر اسلامی تحریک کو اپنی تمام تر کوششیں مرکوز کر دینی چاہئیں؟ کیا سیاسی میدان؟ یا تعلیمی میدان؟ یا کھلاؤ میدان؟

۴۔ اسلامی تحریک کی ایک متحدہ عالمی قیادت قائم کرنے پر وقت سے

سوچ بچار کیا جا رہا ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۵۔ عالم اسلام سر وقت عالمی عسکری سے گزار رہا ہے وہ آپ کے

سامنے ہیں۔ ان عسکری میں صورتحال کے بارے میں آپ کا

نقطہ نظر کیا ہے؟

الف: مسلمان سربراہوں کی کانفرنس کا انعقاد

ب: مشترکہ اسلامی نظریہ کا قیام

ج۔ بین الاقوامی اسلامی نیوز ایجنسی کا اہرام۔

۷۔ اسلامی تحریکیں اس وقت جگہ جگہ حکومتوں کے عبور و نشود کی فضا میں
سائنس سے رہی ہیں، چنانچہ آپ کی نظر میں وہ کونسا سبب تھی
موجود ہے جو اسلامی تحریکوں کو حکومتوں کے ہاتھیں خفیکہ کر رہا ہے؟
۸۔ آپ کی نظر میں اسلامی تحریک کو مغربی ممالک میں کس ہر پہلو پر کیا
تدوین کرنا چاہیے؟

۹۔ مغرب میں کام کرنے والے داعی اسلام کے لیے آپ کے شعور سے
کیا ہیں؟

۱۰۔ دوسری سوال ہے کہ بیٹے اللہ کی راگداری کا صحیح راستہ کیا ہے؟
۱۱۔ آپ کے قلم نے اسلامی نظریات اور اسلامی تاریخ کے متعدد گوشوں
پر دافریطہ پر فراہم کر دیا ہے۔ مگر اب تک مسیحی و سول غلطی اللہ
علیہ وسلم کے موضوعات پر آپ کی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔
کیا آپ اس موضوعات پر لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

۱۲۔ عہدِ حاضر کے اسلامی مفکر ہونے کی حیثیت سے کیا آپ نے
اپنے فکر میں اسلامی فکر کے اند کوئی تبدیلی یا ترقی محسوس
کی ہے؟

۱۳۔ اسلامی مفکرین نے موجودہ صدی میں بالکل کسی حد تک گزشتہ صدی
میں ہی متعدد مغربی اصطلاح میں استعمال کی ہیں۔ مثلاً ڈیموکریسی، نیشنلزم
وطنیت، پارلیمنٹ، دستور، سوشلزم وغیرہ۔ یہ اصطلاحیں ماضی

قرب کے زمانے تک برابر استعمال ہوتی رہی ہیں لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض اسلامی مفکرین ہی اصطلاحوں کے استعمال سے گریز کرتے ہیں بلکہ اسلامی نظام کی تشریح میں ہی اصطلاحوں کو اختیار کرنے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بعد ازاں یہ کہہ دیتے ہیں کہ اصطلاحات کو استعمال کرنا چاہیے جو فرقہ کو کم اور مسند و منبر سے ماخوذ ہوں۔ کیا آپ اپنے تجربہ سے اور اسلامی احکامات کی روشنی میں بتا سکتے ہیں کہ ہماری آئین و نسلوں میں ایسے اسلامی مفکرین پیدا ہوں گے جو ہر شے کو کھینچ کر لیں گے جو فرقہ و سنت سے خارج ہوگی اور اسلامی شریعت، احکام قرآن اور دیگر اسلامی معاملات کے بارے میں کسی بحث و جدال کو برداشت نہیں کریں گے بلکہ ان تمام چیزوں کو اس طرح اصل حالت میں اختیار کریں گے جس طرح دولت اسلامی کے آغاز میں ان کو اختیار کیا گیا تھا۔

۴۔ دنیا بھر اسلام میں بیشتر لوگ اس خیال کا اظہار کر رہے ہیں کہ ظہور مہدیؑ اور جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، سے پہلے جس قسم کے حالات کی خبر دی گئی ہے وہ اس زمانے میں ہو نا چو چکے ہیں۔ آپ کی اس اسے میں کیا رائے ہے؟

۵۔ شکم اور آسمانی کے درمیان کیا فرق ہے؟ کیا ان دونوں عقیدوں کا استعمال درست ہے؟

جواب

۱۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ برطانیہ میں آپ لوگ
مہذبہ افراد کے نام سے ایک ٹرک پر چھ شائع کتب ہیں۔ اللہ
تعالیٰ آپ لوگوں کی کوششوں میں برکت دے اور آپ اس پرچہ
کے ذریعے سے طلبہ میں اسلامی روح بیدار کرنے اور بیدار ٹکھنے
کے لیے کوئی مفید خدمت انجام دے سکیں۔

جماعت اسلامی کے متعلق تمام ضروری معلومات آپ کو
جماعت کے ایک ممتاز کارکن پروفیسر غلام اعظم صاحب
دہلوی سیکرٹری جماعت اسلامی مشرقی پاکستان کی ایک تھاکا کتب
سے حاصل ہو سکتی ہیں جو سال میں دو گزرتے ہیں ان میں شائع ہونے والے
اس کا ایک نسخہ اس جواب کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے۔ یہ
۲۔ پاکستان میں اس وقت تین ہی فقہی مذاہب ہیں۔ ایک حنفی
دوسرے اہل ائمہ اربعہ تیسرے شیعہ۔ امامیہ فقہی مذاہب
کے علماء نے ۱۹۵۱ء میں باہم اتفاق سے یہ بات طے کر لی تھی کہ
ملکی قانون (Law of the Land) اکثریت کے مسلک
پر مبنی ہوگا اور ہر فقہی مذاہب کے پیروں کو یہ حق دیا جائے

اگر ہم کے شخصی معاملات میں کے اپنے پر عمل کے مطابق ہیں
 کیجئے جائیں۔ رہے مختلف مذاہب کے اعتقادی اختلافات،
 تو مردہ فکر کیجئے ہاں سکتے ہیں، مگر کو فکر کرنا ضروری ہے۔ صرف
 اتنی بات کافی ہے کہ ہرگز وہ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور
 سب ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ برقیں۔ اس کے لیے
 جماعت ملک میں مسلسل کوشش کر رہی ہے۔

۳۔ اسلامی تحریک کے لیے ساری دنیا میں کوئی ایک نیا بندہ طریقہ کار
 نہیں ہو سکتا۔ مختلف ملک کے حالات مختلف ہیں اور ہر ملک
 کام کرنے والوں کو اپنے حالات کے مطابق ایک طریقہ کار اختیار
 کرنا ہوگا۔ جیتے ہوئے چیز مشترک رہے گی وہ انمول اور قصہ ہے
 جس کا منبع قرآن و سنت ہے اور وہی تحریک اسلامی کے تمام
 کارکنوں کو ایک وحدت میں منسلک کرتا ہے۔ جو گروہ جس
 ملک اور معاشرے میں اس تحریک کے لیے کام کرنے آئے
 اس کا یہ فرض ہے کہ اعتقاد اور عمل میں کتاب و سنت کی تعلیمات
 کا پورا اتباع کرے اور قیامت میں کوئی مقصود بنا کر اپنی تمام
 مصلحتیں اس پر مرکب رکھے۔ اس کے بعد اپنی تحریک کے لیے
 عمل پر درگام چلے کرنا ہو علاقے کے لوگوں کا اپنا کام ہے اور
 ان میں اتنی محنت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی قوم، خلائع اور ممالک
 کے لحاظ سے قیامت میں کے لیے مناسب ترین طریقہ کار تجویز کریں۔

۴۔ یہی حالات سے اس وقت ہم گزر رہے ہیں ان میں یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ دنیا کے تمام ملک کے لیے اسلامی تحریک کی کوئی ایک مرکزی قیادت قائم ہو سکے۔ بلکہ اس وقت کیسے ممکن ہو سکتا تو اتنی بھی اہانت نہیں دیتے کہ ہم اسے درمیان میں لے کر آتے اور تباہ کن خیالات ہو سکے، یا ہم وقتاً فوقتاً کوئی مشترک کانفرنس کر سکیں۔ سرورِ صحت نہادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنی مطبوعات کے تبادلاً کر کے ایک دوسرے کے حالات و خیالات سے واقف ہوتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو، جگہ کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

۵۔ عالم اسلام کو اس وقت نہ صرف اسی تینوں امور کی ضرورت ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں جو مسلم ملک کو باہم مل کر کرنے چاہئیں۔ دوسری پہلے میں نے اس کے متعلق ۱۴ نکات پر مشتمل ایک سپردِ گرام پیش کیا تھا، لیکن اس طرح کی تجویزیں اس وقت تک عمل میں نہیں آسکتیں جب تک مسلمان ملکوں کی حکومتیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں نہ ہوں جو اسلام کے رشتے کی بناء پر باہم تعاون و اتحاد ہونے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ "رواجت پسند" اور "ترقی پسند" کے ہلکڑیوں میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے ملکوں میں اس کے وہی انقلابات برپا کرنے سے ان کو فرصت نہیں مل رہی ہے۔

۶۔ میرے نزدیک یہ سب سے بڑا ہر ملک کی اسلامی تحریک کے کارکنوں اور قائدین کا کام ہے کہ جس قسم کا ظلم و استبداد ان پر مسلط ہے اس کے خلاف میں ملے کس طرح کام کریں ہر ملک میں اس کی صورتیں اور کیفیتیں اتنی مختلف ہیں کہ سب کے لیے کوئی ایک طریق عمل تحریر کرنا مشکل ہے۔ البتہ جو چیزیں ہیں سب کے لیے ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کو خفیہ تحریکات اور مسلح انقلاب کی کوششوں سے قلعی اندہ بننا چاہیے اور ہر طرح کے نظریات و تقاضات برداشت کر کے بھی علانیہ لڑائی اٹھانے کا ارادہ نہ کرنا چاہیے خواہ اس کے نتیجے میں ان کو قید و بند سے دوچار ہونا پڑے یا پھانسی کے تختے پر چڑھ جانے کا خوف آجائے۔

۷۔ مغربی ملک میں جو لوگ اسلامی تحریک کا کام کریں ان کو چاہیے کہ پہلے علناً رہنمائی کو ٹھیک ٹھیک اسلامی سانچے میں ڈھالیں اور مغربی سوشلسٹ کے اندر اپنی امتیازی شان نہیں کریں اہل مغرب کے ساتھ اخلاق اور اعمال اور طرز زندگی میں ہم رنگ ہونا ان کے بعد ان کی تحریک کے کوثر بھرنے کے امکانات ان سے زیادہ ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ سرکوب ہونے سے کہیں کہ اہل مغرب کی تہذیب اور ان کے مذہب اور ان کے فلسفہ حیات کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے اور پھر ایسے عکس انداز

طریقہ سے تنقید اور تبلیغ کرنی چاہیے جس سے مغربی ملکوں کے خبیثہ لیجے اسلام کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ آپ کا کم سے کم دوں چارہ یہ ہے کہ جس مغربی ملک میں بھی آپ نمودار ہوں گے کم از کم دو چار اعلیٰ اسلامی جیتیں رکھنے والے انسانوں کو اسلام کی طرف کھینچیں اور انکو اسلامی تحریک کے لیے عملاً کام کرنے پر آمادہ کر دیں۔ اس کے بعد یہ نئی کام ہوگا کہ اپنے ملک میں دعوتِ اسلام کے کام کی ذمہ داری سنبھال لیں۔

۸۔ سوال نمبر ۱۰ کا جواب دہرے آپ کا ہے۔ میرے نزدیک کسی مغربی ملک میں کام کرنے والے دائمی اسلام کو شرعی ملک میں کام کرنے والوں سے بھی بڑھ کر اسلامی حکام کا سخت قبح ہونا چاہیے۔

۹۔ بیت المقدس کی واپسی کا کوئی مسئلہ مجھے نہ نزدیک کسی وقت تک نہیں ہے جب تک فلسطین کے گروہوں کی طرف کشمکشیں (جیسا اُس مددش کو چھوڑ دینی جس کی وجہ سے انہوں نے ۱۹۴۸ء سے اب تک بے وسعہ یہودیوں سے فلسطین کھائی ہیں) ظہور بات ہے کہ بیت المقدس کسی سیاسی قبضے کے ذریعہ سے اب مسلمانوں کے قبضے میں واپس نہیں آسکتا اس کے لیے کاملاً دوسرا ہوگا کہ اسرائیل کو پچھلے شکست دی جا سکے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ شام عراق مصر و اردن میں اس وقت بدمذہبیت پائے جاتے ہیں وہیں جنگ کا قیام بیت المقدس کی واپسی کے بجائے ہے۔

ہے کچھ مزید علاقے کھودینے کی ضرورت میں رہنا ہوگا۔ سب سے
 دو سرے اسلامی ملک تو وہ اسرائیل کے خلاف کوئی عملی اقدام
 نہیں کر سکتے جب تک وہ عرب ملک ان کا تعاون حاصل کرنے
 کے لیے تیار نہ ہوں جس کی سرحدیں اسرائیل سے ملتی ہیں۔

۱۰۔ میں ایک قوت سے یہ شمار کرتا ہوں کہ سیرت رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم پر کوئی کتاب لکھوں مگر مجھے ابھی تک اس کا موقع نہیں
 مل سکا ہے۔ سیرت میں نے یہ کہشش کی ہے کہ قرآن مجید کی
 جو تفسیر آج کل میں لکھ رہے ہیں اس میں قرآن اور سیرت کے تعلق کو
 واضح کرتے ہوئے ان حدیث کی تفصیل یہاں کرتا ہوں جس میں قرآن مجید
 کی آیات مختلف مواقع پر نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس
 تفسیر کی تکمیل کے بعد اگر مجھے اتنی بہت اور طاقت دی کہ میں
 سیرت پاک پر بھی کوئی مستقل کتاب لکھ سکوں تو میرے لیے یہ
 بہت بڑی سعادت ہوگی۔

۱۱۔ میں نے پہلے ۱۵ سال میں فکر اسلامی کے ذریعہ مسلسل ایک تفسیر مجموعی
 کیا ہے اور الحمد للہ کہ وہ پہلی طرف سے پہلے کے مقابلے
 میں اب بہت زیادہ واضح شکل میں اسلامی تصورات دنیا کے سامنے
 آ رہے ہیں۔ مگر یہ اس زمانے میں مغربی مستشرقین کے ٹانگوں
 نے بھی پہلے سے بہت زیادہ بے فروغ ہو رہا ہر علمی اور تحقیقی
 کر کے اسلام اور اس کی تعلیمات کو مٹا کرتے گا کہ کشش کی ہیں

مگر ہر مسئلے پر ان کی سرکاری کاپیوں پر ہی ہے اور کم از کم مسلمان آبادی پر وہ اپنا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ مسلمان باہموسم اب اسلام کی اتنی ملت شکل میں ہیں کہ یہاں سے ہے جس کی کوئی مشترک دستور نہیں دھونکا نہیں دے سکتے۔

۱۰۔ موجودہ زمانے کے لوگوں کو بات سمجھانے کے لیے جدید اصطلاحات کا استعمال تو ناگزیر ہے لیکن ان کے استعمال میں بڑی احتیاد کی ضرورت ہے۔ بعض اصطلاحات سے پرہیز اونی ہے بلکہ اجتناب واجب ہے، مثلاً اکثر کثرت۔ اور بعض کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ان کے اسلامی مفہوم اور مغربی مفہوم کا فرق بیکری طرح واضح کر دیا جائے مثلاً جمہوریت، یہ دو تعریفات، یا پارلیمنٹری سسٹم اور بعض کو سرے سے کوئی اسلامی مفہوم دیا ہی نہیں جاسکتا مثلاً جیشتم۔ ۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے کسی کے ظہور کی تاریخ کا بھی نہیں بتایا گیا ہے بلکہ صرف ان حالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن میں کوئی واقعہ پیش آنے والا ہے۔ اس طرح کے بیانات کی بنا پر قطعیت کے ساتھ کسی وقت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس کس پیشین گوئی کا ظہور ہو جائیگا ہو سکتا ہے کہ ہم جو حدت کو دیکھ کر اسے قائم کریں گے وہی پیشین گوئی کے ظہور کا وقت ہے، ان کے بارے میں مطلقاً اندازہ غلط ہو۔ وہ اپنے تو ظہور قیامت کی علامات بھی بڑی حد تک

دنیا میں پائی جاتی ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کے برپا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

۱۴۔ مسلم اور اسلامی میں ایک لحاظ سے تو کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ مسلم حقیقت میں کہتے ہیں کہ اس کو میں جو اسلام کا قیام ہو۔ لیکن ایک دوسرے لحاظ سے وہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ مسلم ہر اُس گروہ یا شخص کو کہا جاسکتا ہے جو مثلاً اسلام سے خارج نہ ہو، خواہ وہ عملاً اسلام کی پیروی نہ کر رہا ہو۔ اور اس کے برعکس اسلامی صرف وہی چیز ہے جو حقیقہً حقیقہً اسلام کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک مسلم حکومت ہر اُس حکومت کو کہا جاسکتا ہے جس کے حکمران مسلمان ہوں لیکن اسلامی حکومت صرف اُسی کو کہا جاسکتا ہے جو اپنے دستور اور قوانین اور انتظامی پالیسی کے اعتبار سے پوری طرح اسلام پر قائم ہو۔

میں۔۔۔ برصغیر میں اسلام کی آمد پر یہاں کے باشندوں کو گمراہ کرنے
پہل کیا!

ج۔۔۔ برصغیر میں اسلام پہلے ہندو ہی میں آیا، تھا۔ پہلے ہندو ہی سے
میری مراد پہلے ہندو کی تہذیب ہے۔ اس زمانے میں اسلام کو دھڑ بھڑ
کے ساتھ پیش آیا۔ ایک بکھڑا ہوا، دوسرے چند دوست۔ بعد ازاں
ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو رہنمائی دیتا ہے اور ہندو اسلام
ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو طبقات میں تقسیم کرتا ہے، ایسے مستقل
طبقات میں جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ ہندو مذہب کو
بہت پرستی پر مبنی ہے۔ اسلام سب آیا تو اس نے یہاں ایک طرف
توحید کا عقیدہ پیش کیا۔ دوسری طرف اس نے طبقاتی تقسیم کو باطل ثابت
کیا اور تمام انسانیت کی وحدت پر زور دیا۔ تیسری طرف اس نے
انسان کو یہ بتایا کہ اس کی ترقی کا فطری راستہ ترک ہو گیا اور رہنمائی نہیں
ہے بلکہ امتحان کا زمانہ ہے۔ بہتے ہوئے خدا اور اس کے بندوں اور
خود اپنے نفس کے حقوق ادا کرنا ہے۔ جو اثرات اسلام نے برصغیر کے
بشعور پر ڈالے ہیں ان کا اعتراف کرنے کے لیے یہ بہت کافی ہے کہ جہاں
اسلام کی آمد سے پہلے ایک جہل کی موجود نہ تھا وہاں آج کوئی مسلمان
پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذہن کو اسلام کی تعلیم توحید نے اوجھڑا

خدا کی تخلیق نے اور اجتماعی زندگی کی صورت کے پرکارم نے پہلی کڑی
 میں ۔ جدید فہم کے لیے اسلام کا اجتماعی فلسفہ حیات کیا ہے ؟
 ج ۔ اسلام کا اجتماعی فلسفہ حیات ہر زمانے کے لیے ہے ۔
 وہ جدید فہم کے لیے بھی اسی طرح ایک اہم دست ہے جس طرح قدیم
 فہم کے لیے عقائد آئندہ آنے والے جہڑوں ملک کے لیے ہے ۔
 اس کا فلسفہ حیات اس تصور پر مبنی ہے کہ خدائی کے لیے (موجودات)
 زندگی اللہ و وحدانہ لا شرک کی زندگی و اطاعت اور اس قانون کی پیروی
 ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے بھیجا ہے ۔ چونکہ
 یہ مذہبی کائنات اللہ کی مملکت ہے اور خدائی فطرت اور اس کا بند ہے
 اس لیے ہر زمانے میں انسان کے لیے صحیح رہنمائی اس کے سوا اور کچھ نہیں
 ہو سکتا کہ وہ خدا کی جنگ اور اطاعت کریں اور اس قانون کی پیروی کریں
 جو اس کائنات کے بنانے والے نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے
 بھیجا ہے ۔ یہی طریق زندگی ہر زمانے کے لیے شکیبائی اور دست
 ہے ۔ جب کبھی انسان نے اس سے انحراف کیا ، اس کو ایسے پیچیدہ
 مسائل سے سابقہ پیش آیا جن کو وہ اپنی عقل سے کبھی صحیح طور پر حل نہ کر
 سکا ۔ موجودہ فہم میں جو تئیں وہ تہذیب کا نظام پایا جاتا ہے وہ چونکہ
 خدا کی اطاعت سے غرض اور اس کے قانون سے بے نیاز ہے اس لیے
 اس نے بھی بے شمار ایسے مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کے حل کرنے پر
 انسان قادر نہیں ہو رہا ہے ۔

مثلاً: آج غاندھی زندگی کا نظام موجودہ تہذیب ہی کی وجہ سے دائم

برہم ہو رہا ہے۔

مثلاً: اسی تہذیب و تمدن کی بدولت ملک اور نسل کے امتیازات
اس ملک پر طرح گئے ہیں کہ دنیا میں کبھی فرانسیت پر اتنا ظلم و ستم
نہیں ہوگا ہے جتنا اس ملک و نسل کے امتیاز کی بدولت آج ہو رہا ہے
مثلاً: اس تہذیب نے نیشنلزم کا لوناں پرپا کر دیا جس کی بدولت
دنیا میں دو عظیم دشمن ممالک ہو چکی ہیں اور مزید ہوتی نظر آ رہی ہیں۔
یہ سب کچھ اسی وجہ سے تو ہے کہ انسان نے علوم طبیعی کی طرح
اپنی اجتماعی زندگی کے لیے بھی اپنی عقل ہی کو کافی سمجھ لیا ہے اور
اپنی زندگی کا نظام اپنی عقل سے تعینت کرنے کی کوشش کی ہے۔
اگر اس فطری نظام کو اختیار کیا جائے جو انسان کے لیے خدا نے اپنے
پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں اور اگر
کبھی پیدا ہو بھی جائیں تو ان کو آسانی سے حل کیا جاسکتا ہے۔

مس۔ نسل اور ملک کا مسئلہ ہم کس طرح حل کرتا ہے؟

ج۔ نسل اور ملک کے مسئلے کے پیدا ہونے کا اصل سبب
یہ ہے کہ آدمی شخص اپنی بھارت اور ملک فطری کی بنا پر یہ سمجھتا ہے
کہ جو شخص کسی خاص نسل یا ملک یا قوم میں پیدا ہوگا ہے وہ کسی
ایسے شخص کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو کسی دوسری نسل
یا قوم یا کسی دوسرے ملک میں پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ آدمی کی پیدا نش

ایک اخلاقی امر ہے، اس کے اپنے انتخاب کا نتیجہ نہیں ہے۔ اسلام
ایسے تمام تشبیہات کو جائزیت قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام انسان
ایک ہی اور ایک باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور انسان اور انسان
کے درمیان فرق کی بنیاد اس کی پیدائش نہیں بلکہ اس کے اخلاق ہیں۔
اگر ایک انسان اعلیٰ درجے کے اخلاق رکھتا ہے تو خواہ وہ کلاں پہنا
گوا، خواہ وہ افریقہ میں پیدا ہوا ہو یا سرکہ میں یا شیبا میں، بہر حال وہ
قابلِ قدر انسان ہے۔ اور اگر ایک انسان اخلاق کے اعتبار سے ایک
بڑا آدمی ہے تو خواہ وہ کسی جگہ پیدا ہوا ہو اور اس کا رنگ خواہ کچھ ہی ہو
اور اس کا تعلق خواہ کسی نسل سے ہو وہ ایک بڑا انسان ہے۔ انکلاہت
کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات میں بیان فرمایا ہے کہ
کائنات کو گودے پر اٹھانے کے کو کائنات پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ عربی
کو اہلی پر اور اہلی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت اگر ہے
تو وہ اخلاق کی بنا پر ہے۔ جو شخص خدا کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور خدا
کے ساتھ لڑتا ہے، وہ بھی لڑتا ہے، خواہ وہ گدا ہو یا کلاں پہننے والا
اس شخص سے افضل ہے جو خدا ترسی اور نیکی سے غافل ہو۔ اسلام
نے اس بنیاد پر تمام نسلی اور قومی امتیازات کو مٹا دیا ہے۔ وہ چوں کہ
انسانی کو ایک قرار دیتا ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے سب
کو برابری کے حقوق دیتا ہے۔ قرآن و عیسیٰ کتاب ہے جس نے انسان
کے بنیادی حقوق کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور اسلام و عیسیٰ ہے

ہم نے تمام انسانوں کو جو کس ملکیت میں شامل ہوں ایک جیسے بنیاداً حقوق عطا کیے ہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ اسلامی ریاست بنو کر ایک نظر پر اس اصول (DEOLOGY) کو قائم ہوتا ہے، اس نے اس نکتہ پر جو لوگ مانتے ہیں اسلامی ریاست کو چلانے کا کام انہی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اسے مانتے اور سمجھنے میں دینی پر عمل پیر ہو سکتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے کثرت سے اسلام تمام ان لوگوں کو کیسے قہراً حقوق عطا کرے جو کس اسلامی ریاست میں رہتے ہوں۔ اس بنیاد پر اسلام نے ایک عالمگیر امت (WORLD - COMMUNITY) بنائی ہے جس میں مذہبی دنیا کے جنہوں نے برابری کے حقوق کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔ ان کے موقع پر ہر شخص جا کر دیکھ سکتا ہے کہ دنیا افریقہ، امریکہ، یورپ اور مختلف ملکوں کے انہوں مسلمانوں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں پایا جاتا، ان کو دیکھنے والا ایک ہی نظر میں یہ محسوس کر رہا ہے کہ سب ایک امت ہیں اور ان کے درمیان کوئی معاشرتی امتیاز نہیں ہے۔ اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا میں رنگ و نسل کی تفریق کی بنا پر آج جو ظلم و ستم چھوڑا ہے اس کا ایک انت خاتمہ ہو سکتا ہے۔

س۔ شریعہ محمد کی حرمت کے کیا وجوہ ہیں؟

ج۔ سب سے پہلے آپ شریعہ کے مسئلے پر غور کریں۔ علی

بنیاد پر یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ انکوئی جنہوں کے جسم کے لیے

نقصان دہ ہے اور عقل کے لیے بھی۔ اس وقت دنیا میں انکو ہلزم ایک
 خطرناک مسئلہ کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ بکثرت انسان ایسے ہیں جو
 اس انکو ہلزم کی بدولت عملاً اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں کھو چکے ہیں
 اور معاشرے کے لیے ایک مسئلہ بن چکے ہیں۔ اس بات کو بھی نااہل ہے
 کہ دنیا میں بکثرت حادثات (ACCIDENTS) اسی وجہ سے ہوتے ہیں
 کہ آدمی کے غور میں اگر ایک خاص مقدار میں انکو ہل موجود ہو اور اس
 حالت میں وہ گاڑی چلائے تو اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے اور
 دوسرے انسانوں کے لیے بھی خطروں میں ڈالتا ہے۔ لیکن اس پر کوئی تعلق نہیں
 ہو سکتا ہے کہ وہ خاص مقدار کو نفی ہے جس کا پابیان ذہنی توازن کو بگاڑ
 دیتا ہے۔ بہر حال یہ مسلم ہے کہ انکو ہل ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ذہنی
 صلاحیتوں کو متوازن نہیں رہنے دیتی۔ اسی وجہ سے اسلام نے انکو ہل کو
 قطعی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ آنا تک کوئی شخص پہلے نہیں کرے گا ہے
 کہ کتنی مقدار میں انکو ہل ہر شخص کے لیے ضرر ہے اور کتنی مقدار میں غیر ضرر
 یہ نسبت مختلف انسانوں کے معاملہ میں مختلف ہوتی ہے اور کوئی ایسا
 قاعدہ لکھ نہیں جاسکتا کہ قطعی خاص مقدار تک انکو ہل کا استعمال تمام
 انسانوں کے لیے یکساں غیر ضرر ہو گا اور اس سے تاخذ مقدار سب کے
 لیے یکساں ضرر ہوگی۔ اسی لیے اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ ہمیز
 حرام ہے اس کی کم سے کم مقدار میں حرام ہے کیونکہ اس کا کم مقدار کو قطعی
 قرار دینے کے بعد کوئی خط ایسا نہیں کھینچا جاسکتا جہاں جواز کی حد ختم ہو

تک اور عدم جواز کی حد شروع ہو جاتے۔ لہذا قلابی عمل صورت یہی ہے کہ اس کو قطع طور پر شروع قرار دے دیا جائے۔ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب یا نظام اتہد یہب پیدا نہیں ہے جس نے انسان کو انکو لازم سے پہچانے میں وہ کامیابی حاصل کی ہو جو اسلام نے حاصل کی ہے۔ امریکہ نے اس حدی میں اس بات کی کوشش کی تھی کہ امریکی قوم کو شراب کے انحصار سے بھاریا جائے۔ چنانچہ امریکی دستور میں ایک ترمیم کے ذریعہ سے شراب کو شروع قرار دیا گیا۔ لیکن یہ تجربہ کامیاب ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شراب کا سائنٹیفک بنیاد پر ضرر ہونا پہلے ثابت ہو گیا تھا۔ بعد میں اس کا پیرسفر ہونا ثابت ہو گیا۔ بلکہ اس کی وجہ موت ہے تھی کہ امریکہ کی حکومت اس کا پیرسفر قانونی نظام میں سامانہ بنا کر بھی ملکوں کو شراب چھوڑنے پر آمادہ نہ کر سکا۔ یہ وہ اصل امریکی تہذیب کے نظام کی گڑبڑ تھی۔ اس کے برعکس اسلام کا تہذیب میں خفا کہن کائنات و دنیا کا ایک حکم مسلمانوں کو شراب سے روک دینے کے لیے کافی ہو گیا اور اس حکم میں کج تک اتنی طاقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اب بھی شراب سے اجتناب کے معاملہ میں مسلمانوں کی برابر نہیں کر سکتی۔

بہار تک سؤ کا تعلق ہے۔ تمام اسلامی شریعتوں میں وہ ہمیشہ سے حرام رہا ہے۔ کج بھی بائبل میں اس کی صورت کا حکم موجود ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہیں سے نہیں کہا کہ میں کج سے سؤ کو منسلک قرار دیتا ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسا ثابت ہے میں اس حکم کو برقرار رکھا

جو پہلے سے بائبل میں مسٹر کی حرکت کے لیے موجود تھا۔ مگر مسٹر کی حرکت
 بھی مطلق کیا گیا۔ ہوتا اس کا ثبوت موجود ہوتا کہ غلطی سے غیر نے یا خدا کی غلطی
 کتاب نے اس کو مطلق قرار دیا ہے۔ لیکن میرے علم میں نہیں ہے کہ کبھی
 خدا کی کسی کتاب میں اس کے مطلق ہونے کا حکم کیا ہو۔

اب رہا یہ سوال کہ مسٹر کیوں حرام ہے اس کے بارے میں یہ اصول
 ہست سمجھ لینی چاہیے کہ خدا کی چیزوں کی برائی کو تو جلی سکتا ہے جو جسمانی
 حیثیت سے اس کے لیے نقصان دہ ہوں۔ لیکن وہ آج تک کبھی پہنچنے
 پر قادر نہیں ہوا ہے کہ کوئی خدا میں اس کے خلاق پر مڑا اثر ڈالتی ہو یا وہ
 روحانی حیثیت سے اس کے لیے نقصان دہ ہیں۔ نندائی کے خلاق اثرات
 جاننے اور ٹھیک ٹھیک کی کوشش کرنے کے ذرائع خدا کی طرف سے حاصل
 نہیں ہیں۔ اسی لیے اس کا خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ چیزوں میں نقصان
 کے خلاق اثر اس کی زندگی کے لیے نقصان دہ ہیں کی نشاندہی کرے اور کہ
 دے اور انہیں برا قرار دے۔ تب اگر کوئی شخص خدا پر اعتماد کرتا ہو تو
 اُسے وہ چیزیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ اسی سے اس نے منع کیا ہے اور جو
 خدا پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ جو کچھ چاہے کرے۔

بھائی اور بہنو،

نہیں تو دل سے اس محبت کے لیے شکر یہ ادا کرتا ہوں جس کے باعث
مجھے یہی آنسو کی راحت دی گئی ہے۔ مجھے آنسو ہے مگر میں ہرگز اور
کیٹیٹا کے سفر پر آیا ہوں تو میری کہ حالت میں نکلا۔ اگر صحت کی حالت میں
آتا اور میرے اندر طاقت ہوتی تو میں مختلف شہروں میں خود جاتا اور ہر جگہ
اپنے مسلمان بھائیوں سے ملتا جن کے حالات معلوم کرتا ان کے سوالات کے
جوابات دیتا اور ہر کچھ شوق سے دیکھ کر نہ سکتا تھا اور دیتا۔ لیکن آنسو یہ
ہے کہ میں زیادہ محنت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ سفر کرنے کے قابل بھی
نہیں ہوں۔ بہت مشکل سے یہاں پہنچا ہوں۔ میں سب سے پہلے
آپ کے سوالات کے جوابات دے گا۔ پھر جو کچھ کہنا ہے وہ چند
مشقوں میں عرض کر دے گا۔ سوال و جواب کے طریقے کو میں نے اس لیے پسند
کیا ہے کہ جہاں آپ کے دل میں کشتی میں پہلے وہ مجھے معلوم ہو جائیں اور
پھر ان کا جواب دے کر آپ کی تشفی کرنے کی کوشش کروں۔

سود کا مسئلہ

سوال :- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے ملکوں کا سود و ہیرو
ہے جسے برباد کرتا ہے؟ کیا ملکوں کا کریپ سود پر قرعہ دینے سے

مختلف کوئی چیز ہے؟ ایک ملک کی معیشت مثلاً امریکا اور تقریباً
 زریعہ قوتوں وغیرہ کو سود کے نقصان کے بغیر کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟
 جواب :- سب سے پہلے آپ کو یہ یاد دلاتا ہوں کہ قرضی سود کا نقصان
 پیش کرتا ہے۔ اس میں بالکل واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ جو رقم
 کسی شخص نے قرض لی ہو اس سے ناکہ کوئی رقم اگر قرض دینے والا بطور
 قرض وصول کرتا ہے تو وہ "رہا" ہے۔ یہ ایک اصولی بات ہے جو قرض
 میں بین کردی گئی ہے۔ اور یہ بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ قرض دینے والے
 کو اپنے "داس المال" (یعنی اپنے دیے ہوئے اصل مال) سے زیادہ ایک
 دوسرے ملک لینے کا حق نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یہ بات غلط فہم
 ہے کہ جو شخص سود پر قرض لے رہا ہے وہ آئندہ بے ہے یا قرض اس
 قرض کے لیے لے رہا ہے کہ اس کو کاروبار میں لگانے یا صنعت میں
 یا کسی اور کام میں لگانے۔ ان حیثیتوں سے قرضی قلعہ بھٹ نہیں
 کرتا۔ بلکہ وہ اصل داس المال سے زیادہ وصول کرنے کو سمجھائے
 خود قطعی تمام قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں مزید بات یہ کہ جبکہ
 کہ جو شخص قرض دیتا ہے وہ آخر کار ملکی کچے فائدہ لگا سکتا ہے کہ
 قرض لینے والا اس سے کتنا فائدہ اٹھائے گا، بلکہ کوئی فائدہ اٹھائے
 گا بھی یا نہیں، یا اتنا نقصان اٹھائے گا، اس کو یہ بات سمجھنا
 نہیں ہے۔ یہ ایک معقولہ منافع حاصل کرنے کی صورت ہے جو منافع لینے
 کا ہر حال میں مختلف ہے۔ قرض لینے والے نے مثلاً اگر کسی فرد

کو دفن کرنے کے لیے لڑائی لیا تھا تب تو سود اس کے لیے خدا ہی خدا ہے۔ لیکن اگر اس نے کاروبار میں لگانے کے لیے یہ اختار اُس کے لیے مبالغہ ہی کی نہیں فقہاء سے بچنے کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ محنت، ذہانت اور وقت سب کچھ وہ صرف کرتا ہے لیکن کاروبار کا سارا خطرہ (RISK) اُس کے ذمہ ہے اور قرض دینے والے کے لیے ایک مقررہ مبالغہ کی پوری ضمانت ہے۔ اس کو انصاف کون کہہ سکتا ہے؟

اب میں اس سوال کے دوسرے حصے کو پتا ہوں۔ یعنی یہ کہ ملک کا کرپے لینے اور لڑائی دینے ہوتے ہیں پر سود لینے میں کیا فرق ہے؟ اس سوال کو آپ صرف ملک کے کرائے تک محدود کیوں نہ کہتے ہیں اگر کوئی شخص ٹیکس چلا رہا ہے اور اس کا کرپے لے رہا ہے تو اس پر بھی یہی سوال کیجیے کہ کیا وہ سودیہ اس نے ٹیکس فریڈ نے خدا اس کے چلانے میں نکلیا ہے وہ اس کا سود وصول نہیں کر رہا ہے؟ اس طرح سے آپ کو تمام چیزوں کے بارے میں یہی سوال کر سکتے ہیں جو کرایہ پر دی جاتی ہوں مثلاً لڑائی، چوری، لیکن وہ یہ قرض دینے اور ملک یا کسی دوسری چیز کو کرایہ پر دینے میں اس کا فرق ہے۔ جو نقد روپیہ کسی کو دیا جاتا ہے وہ تو فرق ہو جاتا ہے۔ اس نقد روپیہ میں کوئی ٹوٹ پھوٹ یا فرسودگی نہیں ہوتی۔ وہ استعمال کرنے سے پرانا نہیں ہو جاتا۔ اس کو فروخت اور دیکھ بھال کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کو وصول طلب

تعداد بول کی توں کاٹم ہوتی ہے۔ لیکن ملکوں ہوا کوئی اور چیز اس میں ٹوٹ پھوٹ بھی ہوتی ہے، استعمال سے فرسودگی بھی ہوتی ہے سرت کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اور اس حالت میں اگر یہ ہر کوئی چیز ایسا ہے وہ اس حالت میں اسے ملک کو واپس نہیں کرتا بلکہ کسی نہ کسی نقصان کے ساتھ واپس کرتا ہے۔ اس لیے چیز کا ملک اس پر کوئی لینے کا جائز عقیدہ ہے۔ اس نوعیت کے کرائے کو نقد ہے کے کرائے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے شریعت میں سود اور استعمال کی اشیاء کے کرائے میں واضح فرق کر دیا گیا ہے۔

سوال کا آخری حصہ یہ ہے کہ سود کے بغیر ایک ملک کی معیشت کو کس طرح کلچر کیا جاسکتا ہے؟ یہ سوال ایک غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی غلط طریقے پر دنیا کا نظام چل پڑتا ہے تو پھر اس کی کج فہمی نہیں آتا اگر اس کے بغیر نظام کیسے چل سکتا ہے؟ اس طرح کے نظام میں خرابی پس رہی ہے۔ صدر اسلام نے صدیوں ملک دنیا کے بڑے حصے پر حکومت کی ہے۔ صدیوں ملک اس کے تحت آمد و رفت اور بیرونی تجارت چلتی رہی ہے۔ مگر معاملات چلتے رہے ہیں۔ صنعتیں چلتی رہی ہیں۔ ہر قسم کا لین دین ہوتا رہا ہے مگر کبھی سود لینے یا دینے کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ یہ سودی نظام جس طرح موجود نظام مالیت پر مسلط ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے

یونٹ میں۔ یہودیوں نے سود خوری شروع کی۔ کلیہً، اختیار میں اس کا
 مختلف تھا۔ سود کو وہ بھی حرام قرار دیتا تھا۔ لیکن یہودیوں کی وجہ سے جب
 سود سے کاہدہ میں سود گستاخا گیا تو کلیہً اس کے ساتھ مصالحت کرتا
 چلا گیا یہودی ملک کے اختصار سود بالکل مطلق ہو گیا۔ یہودی معیشت کی پر
 پختگی۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس بات کے غصہ و رنج میں کہ
 دنیا سے سود کو غنیمت کہیں اور سلام ہے بلکہ نظام کو غیر سودی طریقے پر چلائیں
 ہمارے پاس سودی نظام کے مقابلے میں منافع میں شرکت کا قاعدہ ...
 (PROFIT SHARING SYSTEM) ہے۔ یعنی ہمارے اسکے
 کہ سرمایہ دار قرض دے کر ایک مقررہ رقم وصول کرے اس کو لانا کاہدہ
 میں مدد دینے لگتا ہے جیسے اور جو منافع ہر اس کا تھا سب حصہ لینا چاہیے۔
 اگر دیکھیں وہ زمانے پر بہت سے کاموں میں رومح لگایا جانے کا تصور
 کاموں میں نقصان ہی نہ ہوگا بلکہ کسی میں نقصان ہو کسی میں منافع ہوگا اور
 مجموعی طور پر نفع نقصان سے زیادہ ہوگا۔ لیکن اس صورت میں یہ سب نقصانی
 نہ ہوگی کہ وہ پہلے دوائے کے لیے لانا مقرر منافع کی ضمانت ہو اور ساتھ
 خطرہ (RISK) صرف کام کرنے والوں کے حصہ میں آئے۔ ہمارے نزدیک
 دنیا کی تباہی کے سبب میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ سودی نظام
 پر اسے مملکت پر قابض ہو گیا ہے۔

اسلامی نظام کے قیام کا طریقہ

سوال :- قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ اَطِيعُوا اللَّهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَ اُولٰٓئِیْہِ الذِّکْرِ مِنْکُمْ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت
 کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ یہ حکم ایک
 ایسی منظم جماعت چاہتا ہے جو کسی خاص فرقہ یا قوم تک محدود
 نہ ہو اور اسلام کی حدود میں رہ کر کام کرے۔ آپ کا اس معاملہ میں
 کیا مشورہ ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ
 اختیار کیے جائیں، خصوصاً کینیڈا کے تنظیمی ڈھانچے کے اندر؟

جواب :- یہ ایسا سوال ہے جس کا پورا جواب تو ایک کتاب ہی میں
 دیا جاسکتا ہے۔ تاہم میں ایک مختصر سا جواب عرض کیے دیتا ہوں۔
 اُردی خواہ کینیڈا میں ہو، امریکہ میں ہو، چین میں ہو، یا کوئینز میں ہو، مسلمان
 ہونے کی حیثیت سے اس کا اصل کام لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے۔ مطلقاً
 اور مطلقاً اس کی مخصوص ذمہ داریوں کے لحاظ سے آپ اس دعوت کے
 لیے مناسب صورتیں اختیار کر سکتے ہیں، لیکن سب سے مقدم کام
 ایمان کی دعوت ہی ہے جس کے بغیر اسلامی تعلیمات کی دوسری
 تفصیلات کو پیش کرنا حاصل ہے۔ اس طرح کے لیے ضروری
 ہے کہ معقول دلائل کے ساتھ لوگوں کو اچھی طرح اس بات پر مطمئن کر

وہ اپنے کردار میں دنیا میں خود متکبر پیدا نہیں ہو سکے ہیں بلکہ اس دنیا کا ایک خدا ہے جس کے وہ بے حد ہیں۔ انہیں نے یہ کہہ پیدا کیا ہے اور جس کی اعلیٰ صفت ہے کہ کوئی چاہیے۔ پھر وہ کہیں ہست کا قائل کیا جاوے کہ خدا کی اعلیٰ صفت کرنے کا وہ یہ اس کے نیچے ہوئے رسول کے طریقے کو پیروی کرتا ہے۔ اس کتاب کی پیروی کرتا ہے جو خداوند کی قدرت کے لیے خدا کی طرف سے بھی لکھی ہے۔ پھر وہ کہہ لکھتا ہے کہ انہیں اس دنیا میں فیروزہ مسدود نہیں ہے اور انہیں جو جاننے والا نہیں ہے بلکہ اس کو وہ وہ ایک زندگی عطا ہوتی ہے جس میں وہ خدا کے سامنے اپنے تمام اعمال کی جواب دہی کرے گا۔ ہر حساب دے گا یہ پھر آپ کو لوگوں کے ذہن نشین کرنا پڑے گی خواہ آپ کہیں بھی ہوں۔ آپ جس معاشرے میں بھی ہوں اس کے مفروضہ اور احتمالی مصلحت کا جائزہ لے کر آپ کو بتانا ہو گا کہ لوگوں کی مفروضہ زندگی اور احتمالی انجام میں جو فیروزہ پائی جاتی ہے اس کی بنیادیں وہ یہ تو خدا کے شعلے ہیں کا غلط عقیدہ ہے یا رسالت یا کتاب یا آخرت کے بارے میں وہ کوئی غلط عقیدہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ چار بنیادی چیزیں ہیں جن کے بارے میں ہر کوئی شخص یا قوم کوئی غلط عقیدہ اختیار کرے تو اس کی زندگی غلط ہو جاتی ہے۔ یہی آپ جس معاشرے میں رہتے ہیں اس کے اندر آپ خود دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو دکھا سکتے ہیں کہ ہر طرف کیسے کیسے فساد ہو رہا ہے۔ انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی کے کائنات سے سب کچھ کس کس شکل میں

یہی قرار دیاں پیدا کر رہے ہیں۔ یہ قرار یہاں کس طرح سوسائٹی کا
 سٹیٹاس کر رہی ہیں۔ ہوائی بڑھ رہی ہیں۔ خاندانی نظام کو تباہ کر رہی
 ہیں۔ نئی نسلیں کو ہنگامہ دہی میں سائنس کی ترقی کا خاکہ کر رہی ہیں۔ اور
 ہر کردار کی کا وہ طوفان برپا کر رہی ہیں جو اس سے پہلے بہت سی تہذیبوں
 کو غارت کر چکا ہے۔ یہ ساری چیزیں سب اس تصور میں ہو چکی ہیں
 کہ ان کی نشاندہی کرنے میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی۔ انہیں
 پیش کر کے آپ اپنے گرو پیش کے لوگوں کو سمجھا سکتے ہیں کہ انکی اصل
 وجہ جھوٹ ہے اور اس کی جگہ پر کوئی ہدایت سے دور اخوت کی پوری
 کے احساس سے غافل ہو رہا ہے۔ اس حیثیت کو سب آپ معقول
 دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کریں گے تو دنیا کی لوگ آپ کو ایسے بل
 ہائیں لگے ہوں گی صداقت تسلیم کر لیں گے۔ کتے میں بھی اسی طرح ہوتا
 تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کی طرف دعوت دی تو
 پہلے چند آدمیوں ہیں نے اس کو مانا تھا۔ ایسے آدمی جب آپ کو بل
 ہائیں تو انہیں ایک منظم جماعت بنائی تھی اور ان کے ذریعے سے دولت
 کو مزید پھیلے پھیلے۔ جتنے لوگ اس دعوت کو قبول کرتے ہائیں گے وہ
 اس جماعت میں شامل ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی ایک کریک وقت
 ایسا آئے گا جب اس سوسائٹی کو عملاً تبدیل کر دینا ممکن ہوگا۔ اس کے
 لیے صبر چاہیے۔ مسلسل محنت چاہیے۔ عقلی کے ساتھ کام کرنا
 چاہیے۔ اور اس بات کی فکر نہ کرنی چاہیے کہ ہم کو اس میں کامیابی

سودی میں ہوگی یا دو صدیوں میں ہوگی۔

حرام مال سے خیرات

سوال: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے جمع کو مال حرام سے اور چھ برس کو صدقہ دے دیا تو اس کے بچے کوئی بھر نہیں جکڑے گا اور اس کو ہائے گا جس کا مال اس شخص نے چڑا لیا اور اس کو صدقہ کر دیا۔“

اس حدیث کی رو سے ہر بچے ہائز ہو سکتا ہے کہ وہ جنگ سے سودے اور چھ برسوں میں تقسیم کر دے؟ انہی سمجھتا ہوں کہ شاید آپ نے اس فعل کو کس عارضی عمل کے طور پر پیش کیا ہوگا۔ کیا آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟“

جواب: ”نہیں ہر مال اس بات کو واضح کر چکا ہوں کہ جنگ کے سودے اور غلط میں اس فرض سے روکنا نہ ہو سودے سے وصول ہوگا اس کو ہر سال میں تقسیم کر دیا جائے گا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص جیب اس لیے کاٹے کہ وہ روپیہ اس سے ملے گا اس کو وہ کسی تقسیم بیچ کر دے گا۔ اس طرح جیب کاٹ کر خیرات کرنا غلط ہے اسی طرح جنگ سے سودے کرنا خیرات کرنا غلط ہے۔ میری جس بات کا آپ کا تاثر دے رہے ہیں وہ دراصل یہ ہے کہ اگر آپ غلطی سے جنگ کے سودے

حساب میں روپیہ رکھ چکے ہوں اور اس پر کسی کو سود مل گیا ہو تو اس کو خود استعمال کیجیے بلکہ خرچ ہوں کو دے دیجئے۔ یہ بات میں اس وجہ سے کہتا ہوں کہ سود کے ذریعے سے جو روپیہ آتا ہے وہ صرف کسی شخص کے لیے حرام ہے جس نے سودی حساب میں روپیہ رکھا اور اس کو استعمال کیا۔ لیکن اگر وہ شخص کسی اور کو یہ روپیہ سپرد کر دیتا ہے یا کسی چیز کی اجرت یا قیمت میں دے دیتا ہے تو اس شخص کے لیے یہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کو ہائز طریقہ سے یہ روپیہ ملا ہے اور سود لینے والے کے پاس یہ ناہائز طریقہ سے آیا تھا۔ مثال کے طور پر سود لینے والا آدمی اگر کسی ٹیکسی پر سواری کرتا ہے اور ٹیکسی والے کو اجرت دیتا ہے تو وہ روپیہ ٹیکسی والے کے لیے حرام نہیں ہے، البتہ اس شخص کے لیے حرام ہے جس نے سودی روپے سے ٹیکسی پر سفر کیا۔ اسی طرح اگر وہ کسی کو سپرد کر دیتا ہے یا صدقہ کر دیتا ہے تو یہ ایک شخص سے دوسرے کا طرف مال منتقل ہونے کی جائز شرعی صورتیں ہیں، اس لیے صدقہ یا ہبہ لینے والے کے لیے یہ روپیہ حرام نہیں ہے۔

جماعت اسلامی جمہوری طریقہ کار کیوں اختیار کرتی ہے؟

سوال :- پاکستان کی جماعت اسلامی نے اقتدار کی منزل تک پہنچنے کے لیے جمہوری طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی ایک مغربی طرز کے جمہوری نظام میں مغربی طرز کے اختلافات کے ذریعہ سے اکثریت کا

کرنا۔ دعوتِ اسلامی کے لیے اس طریقہ کے موافق و صلاحیت رکھنے والی کیا
 ہیں؟ کیا دعوت نے اس سے پہلے کی تحریکوں کے تجربات سے
 اس معاملہ میں کوئی فائدہ اٹھایا ہے؟ اور کس طرح؟ ایسے دعوت
 میں دعوت کے لیے کیا طریق کار؟ سب پر لگا ہوں گے مگر یہ بالکل
 مطلق اصولی میں ہے۔ بنیادی اصولی حقوق تک کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔
 جواب :- یہاں ایک بڑی تفصیل طلب بحث ہے۔ مگر میں اختصار
 کے ساتھ آپ کے سوال کا جواب دے دوں گا۔ دعوتِ اسلامی میں
 ملک میں کام کر رہی ہے اس کے ملک کے لحاظ سے اس
 نے اپنا طریق کار اختیار کیا ہے۔ کوئی دوسرا آئی جو اسلامی دعوت
 کے لیے کسی اور ملک میں کام کر رہا ہو اس کے لیے خود ہی نہیں
 کہ وہ ہماری طرح لے کر رہی کرے۔ وہ اپنے ملک کے حالات
 کے لحاظ سے کوئی دوسرا طریق کار اختیار کر سکتا ہے۔ ہم اس کے
 لیے یہ لازم نہیں کر سکتے کہ وہ ہماری طرح لے کر رہی کرے۔
 ہم اپنی جگہ پر سمجھتے ہیں کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے کسی
 قسم کی خفیہ تحریک کا طریقہ اختیار کیا نہیں جائے کیونکہ اس کے
 نتائج اچھے نہیں ہوتے۔ ہم اس کا بھیج نہیں سمجھتے کہ اس طرح
 کی سازشیں کر لیں کہ کوئی قومی انقلاب نہ لے کر کشمیر کی حالت
 اور اس طرح سے اسلامی حکومت قائم کی جائے۔ کیونکہ اس کا
 نتیجہ پھر یہ ہوگا کہ اس طرح ملک سازش کے نتیجے میں اسلامی حکومت

قائم ہوگی اسی طرح ایک دوسری سلاش کے نیچے میں اس کا تصور نکلتا
 کہ کوئی اور حکومت قائم ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک صحیح طریقہ یہ
 ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ایک کھلی اور نکلنا بد حکومت سے اپنا
 ہم خیال بنائیں۔ اس میں بدقت کی حکومت خواہ کتنی ہی سکاؤٹیں ڈالے ہر
 طرح کی تکلیفوں کو ہر طرح کے نقصان کو ہر طرح کی سرخروں کو برداشت
 کر رہا ہو اور اپنی بدعت کو برسرِ پوری رکھ دے، یہی ملک کے زیادہ
 سے زیادہ لوگ ہمارے ہم خیال ہو جائیں۔ جب تک ہمارے ہم خیال
 ہو جائیں گے تو ہم نشانہ شدہ جمہوری طریقے سے ہی اپنے ملک میں
 اسلامی انقلاب لے آئیں گے۔

کیا زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے؟

سوال: کیا زکوٰۃ ایک طرح کا انکم ٹیکس نہیں ہے؟ کیا ہم زکوٰۃ کو خراج
 عامہ کے نام سے منادے ہیں؟ ہسٹوری کے لیے متعلق نہیں

کہہ سکتے؟

جواب:۔۔ زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دینا سرے سے ہی غلط ہے۔ فقوہ اسی
 طرح دیکھیں کہ ہم میں سے ایک ملک ہے جس طرح مذکور ایک دیکھ
 ہے۔ زکوٰۃ انہی عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے اور اس عبادت
 کو قرار دینے کے ساتھ ہی منہ تقویٰ نے اس کے سبب سے بھی تعلیمیں
 کہہ دی ہیں جن کے سوا کسی اور معنی میں اسے متعلق نہیں

کیا ہاں سکتا۔ آپ جتنے ٹیکس دیتے ہیں، خواہ وہ انکم ٹیکس ہو یا کسی اور
 قسم کا ٹیکس، ہر ایک کا نفع آپ کی طرف پہنچ کر آتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ ایک
 ایسی چیز ہے جس کا نفع آپ کی طرف سختی میں پہنچ کر آئے گا۔ اس دنیا
 میں آپ اس خدا کے بتائے ہوئے حق دلوں کو زکوٰۃ دے کر دیکھ لو کہ
 دیکھو کہ یہ نئی خدا کے دفتر میں درج ہو گئی ہو کہ آپ اس سے شریک بنائیں
 گے یا نہیں بنائیں گے۔ دعوہ سے دور ہسپتال بنائیں گے تو ان سے دور
 اور غریب سب فائدہ اٹھائیں گے اور انہیں زکوٰۃ غریبوں کے لیے
 ہے، انہیں ان کے لیے نہیں ہے۔ دعوہ چیزوں سے آپ خود بھی فائدہ اٹھائی
 گے دیا تھا لیکن زکوٰۃ سے آپ کو خود فائدہ اٹھانے کا حق نہیں رہتا۔ اس
 لیے زکوٰۃ کو صرف عبادت سمجھ کر دیا کیجیے، اس کو دینی سلام سمجھیں، انکم ٹیکس
 نہ سمجھیں۔ ٹیکس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ خواہ کتنے ہی نقصان کے
 ساتھ لگایا جائے وہ کتنی ہی ایذا دہی سے وصول ہو، خرچ کیا جائے
 بہر حال میں ملے گی پر اس کا بدلہ ملے گا ہے وہ کبھی اس کو خوشدلی سے نہیں
 دیتے بلکہ اس سے بچنے کی بے شمار دلی تمنا کرتے ہیں۔ اب کیا
 خدا اگر فرماں کی بھٹی ایک عبادت کو بھی ٹیکس سمجھ کر اس کے ساتھ آپ یہی
 سلوک کرنا چاہتے ہیں؟ یہ طریقہ عمل آپ زکوٰۃ کے ساتھ اختیار کریں گے تو
 اپنے دل کے ساتھ اپنے خدا کو گنا گھوسیں گے۔ یہ تو وہ چیز ہے جو
 خوشدلی سے دینی چاہیے، خدا کی خاطر دینی چاہیے، جتنی آپ پر واجب
 ہو اس سے بھی کچھ بڑھ کر دینا چاہیے، انکم ٹیکس کی خوشدلی اور زیادہ حاصل

نہو گئے۔

انشورنس

سوال :- کیا آپ صحت زندگی ایسا نکلتے کے لئے کسی ایک طرح کا بہت اعلیٰ نہیں سمجھتے؟ اس میں تو ہر شخص جو اپنے آپ کو انشور کرنا ہے وہ ایک طرح کا پتہ دیتا ہے اور معاہدہ من اس کا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

جواب :- آپ نے تو انشورنس کا کلمہ ایک نئے دماغ کی بالکل منت ہی میں پہنچا دیا۔ یہ غلط نہیں آپ کو کہیں سے لاتی ہو گئی کہ یہ ایک بہت اعلیٰ ہے جس میں اعلیٰ درجہ کا پتہ دیتا ہے اور معاہدہ من لوگ اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے یہ ایک باقاعدہ کا پتہ دیتا ہے جس کو سرمایہ دار اپنے فائدہ کے لیے چاہتے ہیں مگر اکثر دیر سے لوگوں کے فائدہ کے لیے سرمایہ داروں نے سارے معاشرے کی بچتیں (SAVINGS) کیج کر اپنے قبضے میں لے لینے کے لیے وہ طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک بینک جو سود کا ایک دس کروڑوں کے بچے پر ملے بل (SAVINGS) اپنے قبضے میں لیتا ہے۔ اور دوسرے انشورنس کمپنی ہو لوگوں کو نقصانات کی صورت میں مدد دینے کا کام دے کر پریم کی صورت میں ان کا سرمایہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے جس سے دوسروں سے تمام قوم

کے بچے ہونے کی وجہ سے ان سرکاری اداروں کے پاس جمع ہوجاتے ہیں اور پھر یہ اپنی شرائط پر اس ساری دولت کو معاشرے کے کئی کاموں میں لگاتے ہیں جو ان کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ہوں۔ بینک کی طرح فنڈوزس کیونکہ بھی کوئی ادارہ عام کاموں میں نہیں ہے۔ کچن والے پورا سبب لگا کر دیکھتے ہیں کہ جتنے فائدہ ہم سے فنڈوز کر سکتے ہیں ان سے ہم کو پریم کتنا وصول ہوگا اور کتنے نقصانات کی تلافی کرنے کے لیے ہم کو کتنی رقم دینی ہوگی۔ اس حساب سے وہ یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ کتنا نفع ہوگا حاصل ہوگا۔ جب تک انہیں ہماری نفع کی سہولت نہ ہو وہ فنڈوزس کا کام بد پرگز کر رہی رہے گا۔ اب آپ خود بتا دیجئے کہ اگر وہ آپ کے لیے یہی غیر خواہاں ہیں اور خود مستحق فلاح ہیں کے لیے کام کر رہے ہیں تو اتنے ہمارے منافع کیسے کھاتے ہیں؟ اتنی عظیم مشاں کو ٹھیک کیسے بتاتے ہیں؟ اتنے ملکی شان و خیر کیسے قائم کرتے ہیں؟ اتنی بڑی بڑی تنخواہوں والے عظام ادا کیسے کیسے دے سکتے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ اپنی جیب سے خیرات کے طور پر ہوتا ہے یا آپ کی جیب سے وصول کیا جاتا ہے؟ یہ بیت المال نہیں ہے، محض دانا بکڑ نفع انفرادی ہے۔

امریکہ اور کینیڈا میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

سوال:۔ حاجت اسلامی امریکہ اور کینیڈا میں ہمارے بچوں کی تعلیم کے لیے خدائی کتابیں کس طرح فراہم کر سکتی ہے؟

جواب :- یہی امت اسلامی اس خدمت کی خود خواہش ہے۔ آپ اس کو
بتائیں کہ آپ کس قسم کے طریقہ کی منوجہت محسوس کرتے ہیں۔ میں تو
اب واپس ہار رہا ہوں۔ آپ اپنی ضروریات سے مرکز ہی امت اسلامیہ
کو ہر کو آگاہ کریں اور تفصیل سے بتائیں کہ آپ کو کس طرح کا طریقہ
درکار ہے۔ منت دیکھ ہم اسے فراہم کریں گے۔ یا اگر وہ سوچ رہا ہوگا
تو تیار کر آئیں گے۔ اور یہ تو خود چھوڑیں گے یا آپ کو بھیج دیں گے تاکہ
آپ خود چھوڑیں۔

ترقی یافتہ قوموں کے لیے اسلام میں کیش کیا ہے؟

سوال :- ایک غیر مسلم کے لیے اسلام میں کیا کیش ہے جبکہ اچھے
کیڑوں کے لوگ غیر مسلموں میں بھی پائے جاتے ہیں؟ اور مسلمان تو
آج کی دنیا میں ایک شکست خوردہ قوم سمجھے جاتے ہیں؟

جواب :- ایک غیر مسلم کے سامنے اسلام عقیقت ایک رویے کے آگے
تو اس کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ وہ کس نے دے دی ہے۔ اس کو
دیکھنا چاہیے کہ کیش کی چیز کی ہمارے حق ہے اور یا وہ حق ہے یا نہیں؟
اگر وہ مطمئن ہو جائے کہ جو چیز میرے سامنے پیش کی جا رہی ہے
وہ حق ہے تو اسے قبول کرنا چاہیے اور غموں کو مٹا دینا چاہیے۔ اس شخص
کے حال پر جو حق اس کے سامنے پیش کر رہا ہے مگر خود اس کی یہی
نہیں کر رہا۔ اسے پیش کرنے والے کو اس بات پر شرم ملنا چاہیے

ہر نو داس چیز کی پیروی اختیار کرنی چاہیے۔ جسے وہ حق سمجھتا ہے۔ یہ کہنا
 بات نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کو گریک شکست خوردہ تو ہم میں اس سے
 ہماری پیش کردہ اسلامی تعلیمات کو دنیا قبول نہیں کرے گی۔ مسلمان
 آج اتنے شکست خوردہ تو نہیں ہیں جتنے آبادی کے لحاظ سے وقت ہونے
 لگے۔ لیکن دشمنوں نے اس وقت ہماری بڑے بڑے مراکز تو ہندوستان
 تھیں کہ برہما کر دیا تھا۔ بڑی بڑی یونیورسٹیاں تھیں۔ انھیں مسلمانوں
 کو قتل کر دیا تھا۔ اور ہندو اور انہر سے ملے کر صحر کے قریب تک ساری
 اسلامی دنیا کو تجس تجس کر ڈالا تھا۔ لیکن وہی آبادی جنہوں نے مسلمانوں
 پر اس طرح سے غلبہ حاصل کیا تھا آخر کار خود مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اسی
 شکست خوردہ قوم کے وہی کو قبول کر لیا جس نے ان کے آگے اختیار ڈالے
 تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا ایک شکست خوردہ قوم ہوتا اس امر میں
 مانع نہیں ہے کہ آپ دنیا کے سلسلے اسلام پیش کریں۔ اسلام کو معقول
 طریقے سے پیش کیجیے اور ساتھ ساتھ یہ کوشش کیجیے کہ آپ کی زندگی بھی
 اس کے مطابق ہو تاکہ لوگوں کے سامنے آپ اپنی پوری مثال پیش نہ کریں۔
 یکس گز فرض کیجیے کہ آپ اپنی زندگی نہیں بدلتے تو پھر بھی اسلام کو اس کی
 اصل صورت میں اللہ کے ہندوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کیجیے۔ کوئی
 معقول آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ایک حق بات کو اس لیے قبول نہیں کرتا
 کہ اس کا پیش کردہ خدا خود اس پر نہیں چلی رہا ہے۔ یہ بالکل بے جا ہے۔
 سچے کوئی لوگوں کے سامنے منطقی و صحت کے اصول بیان کرنا ہر حال میں

بتا رہا ہو کہ تہذیب کی صحت اور اصولوں کی برتری کرنے سے شکیبہ رہ سکتی ہے۔ اور سلفہ والے یہ دیکھ کر کہ شخص خود منہ میں صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی کر کے اپنی صحت خراب کر رہا ہے تو وہ یہ دلیل نہیں دے سکتا کہ چونکہ تم خود ان اصولوں کی خلاف ورزی کر کے اپنی صحت ہلکا رہے ہو، اس لیے میں بھی منہ میں صحت کے یہ اصول قبول نہیں کرتا۔ بالکل کدوی تو ایسی بات کہیں نہ کہے گا۔

اسلام کی بابت اعتراضات سے بچنے کا مطلب

رسول ۱۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یزید الاسلام غریباً وسیکون غریباً فظہونی للفرج ہا۔
اسلام کا بڑھنا غریب سے ہو گا اور پھر ایک وقت آئے گا کہ وہ پھر غریب ہو جائے گا۔ اس میں غریبی کا مطلب یہ ہے کہ ۲۔
جواب ۱۔ اس حدیث کو سمجھنے میں عام طور پر لوگوں کو جو مشکل پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لفظ غریب کو مفرد محاورے کے مطابق مطلق کے معنی میں لے لیتے ہیں۔ حالانکہ غریب کا لفظ عربی زبان میں (جنہی اور تکالیف چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے) مفرد میں لگے جب ہم حبیب و غریب دو لفظ لیتے ہیں تو اس کے معنی قریب و غریب دو لفظ ہیں جو عربی میں لفظ غریب کے ہیں۔ یہ وہ شخص یا کام ہے جو غریب ہے جس سے لوگ آشنہ نہ ہوں، جسے نہ لگا کچھ لوگ اس سے لگاتے ہوں، جو انکے ذوق

اور پتہ کے مطابق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو سب بدل دل و دشمن کی گائیڈ تو عموماً لوگوں نے ہی سمجھا کہ یہ ایک نرالی بات کہیں ہمارے ہی ہے، ہم تو اس سے بالکل غور نہیں ہیں، ہمارے ہمسایہ دار نے کھنڈا پس باتیں نہیں کئی تھیں۔ پس اسلام اجتہاد میں بالکل جنہی عقائد لوگ اس کو ایک نرالی بات موافق مزاج ہوتے سمجھتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ اسلام ہی قبول عام ہو گیا اور ہر وہ چیز جنہی ہو گئی جو اسلام کے خلاف تھی۔ اس کے بعد ایک وقت پھر آئے گا کہ سب اسلام دنیا میں بڑا ہو جائے گا۔ یعنی انہی طرح سے غیر غور نہ جنہی ہو گا جس طرح وہ اختلاف میں تھا اور وہ وقت یہی ہے جو آہدہ دیکھ رہے ہیں۔ آج ایک مسلمان لوگوں کے سامنے نہ رہتے ہوئے شرافت ہے۔ اپنے اسلامی اس میں چلتے پھرتے شرم حسوس کرتا ہے۔ ایک مسلمان محنت مسلمان حکام کی اطاعت میں زندگی بسر کرتے ہوئے شرم حسوس کرتا ہے۔ گناہ کرنے والا کچھ ہری دیہاں ہے اور ایک صالح مسلمان کی زندگی بسر کرنے والی اپنی بھگت نہ وہ اچھا ہوا ہے کہ معلوم نہیں میں سو رہا تھا کہ کبے قبل کیا ہوا گا۔ اس کا عینا شکل ہے ہر چیز اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ ہر چیز ان اصولوں کے خلاف ہے جن کو حق مانتا ہے۔ وہ سب کچھ دنیا میں رہتے سے بڑا ہے جس کے متعلق اس کا عقیدہ ہے کہ یہ بے حیائی ہے، بخشش ہے، بے شرمی ہے، گناہ ہے، اسلام ہے۔ جن چیزوں کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ زمین میں ہیں مگر بھلاہ شکل ہوتا ہے۔ جن چیزوں کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ مطلق ہیں ان کا استعمال اس کے

ایک دستور جو بنا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اسلام ایک دفعہ پھر غریبوں کو اس پروردگار کے اور ایسے ہی حالت کے پاس میں حضور نے فرمایا ہے کہ خوشخبری ہے غریبوں کے لیے، یعنی ان لوگوں کے لیے جو ایسے حالت پیدا ہو جائے گے جو ابھی اسلام کے اصولوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور اس کی کچھ پرندہ ذکر کر دینا چاہتا ہے۔ دنیاوی کا ذاتی کٹا ہے، یا ان پر ہنسے یا ان کی تفریق تفسیر کرے، وہ ہر حال اسلام کے اصولوں سے نہ ہٹیں اور انہیں یہ کہنا چاہا کہ تم لوگ اس کے لیے حضور نے جو خوشخبری دی ہے وہ آخرت کی کامیابی ہونے کی نشاندہی ہر صورت ہے خواہ دنیا میں وہ کامیاب ہوں یا نہ ہوں مگر یہ دنیا میں بھی کامیاب ہونے کی ضمانت ہو سکتی ہے اگر ایسے غریب لوگ مل کر ایک مضبوط اور منظم جماعت بن جائیں اور اسلام کے اصولوں کو غالب کرنے کے لیے کسی طرح جان و مال میں طرح و بہار سے اسلام میں اپنی زبان لے اپنی جانیں قربان کریں۔ اس صورت میں ان کے لیے خوشخبری ہے کہ اگر کار اسلام کی قربت ختم ہو جائے گی اور وہ پھر دنیا میں ایک غلبہ قدرت بن جائے گا۔ اس تشریح سے آپ مجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی قربت کے ذرائع میں غریبوں کو کتنا زیادہ ہونے والوں کے لیے ہر حال میں ضمانت ہر ضمانت ہے، خواہ وہ دنیا میں کچھ غریب رہ جائیں یا اس قربت کی حالت میں منظم ہو کر دنیا کی غالب طاقت سے قوی ہوں اور اس پر اسلام کو غالب کرنے کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں یا اس کوشش میں ٹٹے ٹٹے شہید ہو جائیں۔

لے مزید تشریح کے لیے ہر کتاب میں اسلام میں غلبہ طاقت کا مطالعہ کریں۔ (ترجمہ)

ترقی کا صحیح مفہوم

سوال :- اگر ہم زمانے کا ساتھ دہیں تو ترقی کیسے کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں تو ہم دنیا سے تھکے رہ جائیں گے ؟

جواب :- اس سے پہلے ایک حدیث کی تشریح میں جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں اس سوال کا جواب پوری طرح اظہار ہے۔ ایک بڑی بھٹی سوہاگنی کے اندر شراب ادا کرتا اور جراتور ایسے ملل و فتنہ بردھارتے میں کھلی ہوا ہے اس کے دھنکاب میں لگا کر کئی قباحت مسوس نہیں کی جاتی بلکہ اس پر احترام کرنے والاں گھونکے جاتے ہیں۔ یہ ہے کہ اس کے بڑھ کر اسے کھانسنے اخیال بھی ہی کام چلتے ہوئے شرم آتی ہے، کھٹے بندوں کیے جانے لگتے ہیں یہاں تک کہ پوری پہلا کے ساتھ ہی کو ہانڑ کر دینے کا حکم صحت کیا ہی نہیں جاتا بلکہ ہی بھی لایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ایک مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ غلط قسم کی ترقی (PROGRESS) میں اپنے آپ کو بھی شامل کرے۔ ترقی یافتہ قومیں کا ہر فعل ترقی نہیں ہے۔ ترقی حاصل ایک ذاتی اصطلاح (RELATIVE TERM) ہے۔ ہر شخص یا گروہ اپنے سامنے جو مقصد (GOAL) رکھتا ہے اس کی طرف پیش قدمی کو ترقی سمجھتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہی بدت ہو یا اچھی ہو جو اس کا ہے۔ ہم اگر اس بدت کو غلط سمجھتے ہیں تو اس کی طرف جتنی پیش قدمی لگایا کریں گے وہ ہم سے بڑے ترقی نہیں ہوگی بلکہ ملٹی رجسٹ ہوگی اور ہم

اپنے ہدف سے دُور تر جھٹکتے چلے جائیں گے۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ کیا
مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا کچھ بھی ہدف ہے جس کی طرف دنیا
کی یہ بگڑی ہوئی قومیں چلی جا رہی ہیں؟ اگر ہمارا یہ ہدف نہیں ہے تو اس کی
طرف ہمیشہ قدمی ہمارے لیے ترل کیجئے ہو سکتی ہے۔ ہم ایک خداوند ایک
دھرم اور ایک کتاب کے ماننے والے ہیں۔ ہمارا ہدف نیکی اور تقویٰ کا رنگ ہے۔
جو آخرت میں ہم کو نجات و سعادت سے ہمکنار کرے۔ ہمارے دین نے ہم
کو مستقل قدریں (PERMANENT VALUES) دی ہیں جو کبھی بدل
نہیں سکتیں۔ جو کچھ حرام ہے وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ اُسے حلال
نہیں کیا جاسکتا۔ اور کچھ حلال ہے وہ ہمیشہ کے لیے حلال ہے، اُسے حرام
نہیں کیا جاسکتا۔ ہم ان قوموں کی طرح نہیں ہیں جس کی قدریں روز بدلتی ہیں۔ آج
جو کچھ ہے کل بدی ہو جاتی ہے۔ اور آج جو حرام ہے کل وہ حلال ہو جاتا ہے۔ ایسی
ناپائیدار قدریں کو ہم کیجئے قبول کر سکتے ہیں۔ ہمارا کام نہیں ہے کہ دنیا میں
طوفان جاری ہو ہم بھی اس طوفان میں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اگر دنیا غلط راستہ
کی طرف مہم ہوتی ہو تو ہم اس کا رخ چلتے دیں، یا اگر اس کا رخ ٹھیک
تو اس کی توجہ کے خلاف نہیں۔ اس کا سد کے خلاف چل کر اپنے اہل و عیال
کو دیکھنا اس کے بخیر و عافیت اگر لگ سکیں تو اس سے بہتر ہے کہ ہم اس کے
ساتھ چلتے ہوئے اپنی منزل سے دُور تر جھٹکتے چلے جائیں

پردہ مغربی معاشرے میں

سوال :- پردہ کے اصطلاحی پہلو کے بارے میں اسلام کا قاعدہ کیا ہے ؟
 آپ مغرب دنیا میں اس پر کیسے عمل کر سکتے ہیں ؟ موجد اور مقلد کے
 مفاہیم اختلافات کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟

جواب :- آپ لوگ اس معاملے میں میرے خیالات جاننے چاہتے ہیں۔ میری
 کتاب پرفیکشنڈ عربی اور انگریزی میں شائع ہو چکی ہے۔ تفسیر پرفیکشنڈ
 شیعہ کی اس کی پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ یہ بھی مفسر اور شیعہ کی شائع شدہ
 موجود ہے۔ سوڈا اس کتاب کی تفسیر کر چکا ہے۔ وہی کسی زبان میں شائع نہیں
 ہوئی۔ مگر آئندہ میں تو شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد میں نہیں کہہ سکا کہ
 یہاں یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی۔ یہ بات سب
 لوگوں کو معلوم ہوئی ہے۔ یہ کہ اسلام مقلد اور مقلد کے آزاد خیال ہوا
 اور مقلد و سوسائٹی (MIXED SOCIETY) اس کا قطعاً قائل نہیں ہے
 دوسری بات مقلد و مقلد و مقلد کے نام و رسم کے زمانے میں جب مقلد نے
 یہ چاہا کہ انہیں مسجد شریف میں اگر حضورؐ کے چہرے نماز پڑھنے کا اجازت
 دی جائے تو آپ نے تہجیں منع تو نہیں کیا مگر فرمایا کہ تمہارا اپنے
 گھر میں نماز پڑھنا میری مسجد میں اگر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اللہ تمہارا
 اپنے گھر کے اندر کسی گھر سے میری مسجد اپنے گھر کے اندر ہی پڑھنے
 سے بہتر ہے۔ پھر جب مقلد نے اس شوق کا اظہار کیا کہ وہ آپ

کے پیچھے نہاد باجماعت میں شریک ہوں تو آپ نے صرف صبح اور عشا
 کے وقت آنے کی اجازت دلائی کہ گئے جانے کے لیے ایک دھڑلہ لگوا
 کر دیا اور ان کے لیے مردوں کی صفوں کے پیچھے کا صفیں مقرر فرمائیں۔ جس
 زمانے میں صبح کا نماز ایسے وقت ختم ہوا تو حق سبحانہ سے دعا ہو کر
 مسجد سے واپس ہاتے وقت بھی رفتہ درجیل ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو
 پہچانا نہیں پاسکتا تھا۔ عشا کا نماز شریک ہونے کی اجازت ہو اس
 لیے وہ گئی تھی کہ اس زمانے میں کلک و دشمن نہیں ہوتی تھی اس لیے پیچھے
 کی صفوں میں کھڑی ہونے والا وہیں ٹہنیں رہتی تھیں۔ پھر کلک بے جا کر نماز ختم ہونے
 کے بعد وہ پیچھے رہی وہ جب کہیں پہنچا تو اس وقت انھیں جس مذہب
 کی یہ تعینات ہوں اس کے متعلق آپ یہ پوچھتے ہیں کہ وہ خود تو انہی مردوں
 کے مخلوط اجتماعات کی اجازت دیتا ہے! اب اگر آپ ایسی جگہ آگئے ہیں
 جہاں اس غلط طریقے کا سارا عام ہے تو خدا کے لیے جو کچھ آپ کو کرنا ہے
 کریں اس کو اس کی تعلیم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کریں۔ شریعت کے
 تابع آپ نہیں رہ سکتے آخر شریعت کو اپنا تابع بنائیں کہ جو کچھ آپ کرتے
 ہائیں شریعت بھی اس کی اجازت دیتی رہی جائے۔ مغرب کی اس سوانحی کے
 شک و شبہ آپ کا اختیار کرنے میں تو کیجیے مگر اپنے آپ کو گناہگار نہ کہجیے۔
 اسی پچھلے سوال کے مسئلے میں ایک اور بات آپ سے کہتے چاہتا ہوں۔
 اگر یہ سوال کوئی شخص مجھ سے پاکستان میں کسی دوسرے مسلمان ملک میں کرتا
 تو اس کی وجہ کچھ مجھ میں بھی آسکتی تھی۔ لیکن یہاں امریکا یا کینیڈا میں جو

لوگ رہتے ہیں ان کا ایسے سوالیہ جواب کہ عجب معلوم ہوتا ہے۔ آپ
 انھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اختلاف مرد و عورت کی رنگ دکھا رہا ہے۔
 کیس کیس اختلافی فریادیں یہاں رہی ہیں۔ کس طرح خاندانی نظام تباہ
 ہو رہا ہے۔ کس طرح استقامت عمل (Endurance) کا رواج بڑھ رہا ہے
 اسے قانونی جواز عطا کیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ عورت کو اس کا ویسا
 ہونا چاہیے جیسا ایک دانت نکلوانے کا اسے ملتا ہے۔ کس طرح تربیت
 یہاں تک پہنچی گئی ہے کہ خواہشات نفس کو پورا کرنے کی جو بھی صورتیں تھیں
 ان سے لوگوں کے دل بھر گئے ہیں اور اب وہ طرح طرح کے گت ڈٹے غلط
 فطرت انحراف (Perversions) کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں
 بلکہ اس قسم کے انحراف بھی بے تحاشانہ کی طرح پھیل رہے ہیں۔ عورت کی کس
 شدت سے بڑھ رہی ہے۔ نیم پرہیزگاری جڑے کس بے شرمی کے
 ساتھ برسر عام اس کو دکھ رہے ہیں۔ عورت کی پوری کائنات سے
 بڑھ رہی ہے۔ ان مطلق بھونک کی بیدار کشش کو کس طرح روکا جا رہا ہے۔ یہ سب
 کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ بیٹے کے جیسا کہ آپ کو سمجھنا چاہیے تھا کہ آپ کے
 اور خدا اور رسول کا یہ سوال عظیم تھا کہ اُس نے اختلافی تباہی کے اس
 گھرے میں گرنے سے پہلے ہی اُس ڈھنگ کے لوگوں کو ہم پر آپ کو شک
 کیا جو اس گٹھے کی طرف لے جانے والا تھا۔ یہاں جو شخص اختلاف مرد و عورت
 کے جواز کا فتویٰ دے چکا ہے، مجھ سے سخت حیرت ہوتی ہے۔

فلاحی ریاست کا اسلامی تصور

سوال ۱۔ اسلام میں محاصل (TAXATION) کا کیا تصور ہے؟ ایک فلاحی ریاست اسلام کا معاشی نظام اختیار کرنے کے بغیر نہیں بن سکتی مگر جماعت اسلامی نے اس کو کھینچ لیا اس کے پیش نہیں کیا۔

جواب ۱۔ میں نہیں سمجھتا کہ جن صاحب نے یہ سوال کیا ہے انہوں نے میری دور جماعت اسلامی کی شائع کردہ کتابوں اور جماعت کے منشور کو کبھی دیکھا ہے۔ مگر انہوں نے یہ چیزیں دیکھیں تو شاید یہ بات نہ کہتے کہ جماعت نے اسلام کے معاشی نظام کو پیش نہیں کیا ہے اور نہ یہ بتایا ہے کہ اسلام کس طرح ایک فلاحی ریاست (WELFARE STATE) بناتا ہے۔ اس کی غلط فہمی رفع کرنے کے لیے میں عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے جماعت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ اسلام ہی ایک صحیح قسم کا ویلفیئر سٹیٹ بنا سکتا ہے۔ ایک ویلفیئر سٹیٹ تو وہ ہے جس میں لوگوں کو کسی قسم کی خصلتی تعلیم و تربیت نہیں دی جاتی۔ اس کو کسی قسم کی صحت مند غذائی غذا نہیں ملتی۔ اس کو صحیح معنوں میں نہ ہی بنانے کا کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ جس سے اس کی کوشش کہ جاتی ہے کہ اس کی تمام ضروریات کو سٹیٹ پورا کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گیا ہے کہ جب تک تمام ضروریات سٹیٹ پورا کر دیتا ہے تو اس کے بعد اس کی کچھ میں نہیں رہتا کہ وہ اس کی کیا کریں۔ ہر وہ بے مقصد تلاش کی

زندگی سے ان کا طریقہ طرز کبھی دوسروں سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنی پرانے کے لئے اسباب
 ہی سے مرید بن جاتا ہے تو ان میں سے کسی ایک پہنچتی ہے کہ وہ خود کشی کرنے
 لگتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج جو بڑے بڑے ویلیفیرٹیٹ ہیں ان میں خود کشی
 کا شروع کیا ہے ! اگر یہ ویلیفیرٹیٹ واقعی کدلی کو مٹانے کی دیتا ہے تو اس کو
 خود کشی کرنے کی کیا ضرورت ہے ! اس سے معلوم ہو کہ شخص مذہبی سماجی
 حیثیت کی فراوانی نہیں کہ اس میں کسی نہیں مٹا سکتی۔ ان میں موت مدلی سے نہیں ہی
 سکتا۔ اس کے قلبی طریقے کے لیے وہ اس کے ذہنی سکون کے لیے مادی فراوانی
 کے علاوہ کئی چیز چاہیے جو یہ ویلیفیرٹیٹ پیش نہیں کر سکتا۔

پھر یہ ویلیفیرٹیٹ کدلی کو کامیاب بنا رہا ہے۔ وہ کم سے کم کام کر کے
 زیادہ سے زیادہ معاوضہ لیتا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے ہفتہ وار تعطیل کے
 لیے وہ دن بھی کافی نہیں ہیں۔ تین دن ہونے چاہئیں۔ بلکہ وہ ہفتے میں تین دن
 ہی کام کرنا چاہتا ہے۔ دفتروں اور کارخانوں میں جاتا ہے تو ہر ہالے کام سے
 بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مٹانے کی خیال کے بغیر جس ویلیفیرٹیٹ کا تعمیر کی
 جاتی ہے وہ بالآخر اس طرح کا فریڈل سے دوچار ہو کر رہتا ہے۔ اس کے
 برعکس اسلام پہلے انسان کا اخلاق درست کرتا ہے۔ اسے حق شناس اور فرض
 شناس بناتا ہے۔ اس میں خدا کی رضا پر عمل کرنا ہی پیدا کرتا ہے اور پھر اس
 کے لیے ذہنی خوشحالی کو پیدا کر دیتا ہے۔ اچھے ویلیفیرٹیٹ
 میں نہ انسان کا کام چاہتا ہے نہ یہ کہ وہ اللہ کے لیے کچھ خود کشی کا ضرورت
 نہیں لگتی ہے۔ اس کی تمام باتیں خواہشات اور ضروریات صحت پر ہی مبنی

جہاں ہیں آج کے بڑے بڑے علماء کا کام کرتا ہے اور اپنے وقت کے مسائل زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سمجھانے کے لیے لکھتا ہے۔

حرام و حلال گوشت کا مسئلہ

سوال :- حلال گوشت کا کیا تصور ہے ؟ کیا جانور کو ذبح کرنے سے قبل
اللہ اکبر کہنا ضروری ہے ؟ اور سود کیوں حرام ہے ؟ جھٹکے کا گوشت
مکروہ ہے یا حرام ؟ کئی حالات میں بھڑی کے باعث جھٹکے کا گوشت
کھایا جاسکتا ہے ؟ اگر کئی غیر مسلم جھٹکے کھانے کی سلاخی طریقہ سے ذبح
کرتا ہے تو گوشت حلال ہوتا ہے یا حرام ؟ بہت سے مسلمان
جھٹکے کا گوشت کھاتے ہیں جو تاول فرماتے ہیں کہ لقمہ کھانے سے
پھٹا اللہ اکبر کہنے سے یہ گوشت حلال ہو جاتا ہے ۔ یہ بات صحت
ظہریہ پر مبنی ہے کہ مکروہ جھٹکے کے گوشت پر پورا قرآنی شریعت بھی ظہم کر
لیں تو وہ گوشت جھٹکے ہی کا گوشت ہے ۔ دائم الخوف نے اپنے
ایک بھائی کے ذریعے مفتی محمد شفیع صاحب سے دریافت کیا تھا
کہ جھٹکے کا گوشت مکروہ ہے یا حرام ؟ جواب وصول ہوا اسلام ہے اور
صرف اس حد تک کہایا جاسکتا ہے کہ صحت ہوتی ہے ؟

جواب :- میں اس مسئلے کی وضاحت خود میں ہی کر چکا ہوں اور عربی میں
جو اصحاب اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ سمجھتا چاہیں وہ خود یا عربی میں
میرے اسی مضمون کو پڑھیں ۔ اردو میں میرے کتاب تفہیمات مقصود

میں یہ مضمون موجود ہے۔ اور عربی میں پہلے اس کو "المسکن" نے شائع کیا تھا اور بعد میں دکن کی شکل میں لکھی شائع ہو چکا ہے۔ جب تک میں نے قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا ہے، میرے علم میں ایک گوشت کے حلال ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ جانور حلال قسم کا ہو نہ کہ وہ جانور جسے شریعت میں حرام کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جانور کا لگا اسی حد تک کاٹا جائے کہ اس کے دماغ کا پچھلا حصہ جسم سے متعلق نہ رہ جائے بلکہ اگر وہ کٹ جائے تو جانور کی موت فوراً واقع ہو جائے گی اور اس کے جسم کا پورا خون باہر نہ نکلے گا بلکہ اندر ہی گوشت کے ساتھ جم کر رہ جائے گا۔ لیکن اگر کٹا لگاٹا جائے اور پچھلے حصہ کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہے تو جانور شہید گناہ اس کے تشہیث سے خون پورا کا پورا بہا جائے گا اور اس کا موت خون بہنے سے واقع ہوگا۔ اس طرح اس کا گوشت خون سے پاک ہو جائے گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ذرا گرتے وقت جانور پر اللہ کا نام لیا جائے۔ اللہ کا نام لے بغیر ذرا گنا جانور نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْكَوْنِ اسْتَرْشِدًا عَلَيْهِمْ۔ جانور پر اللہ کا نام لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جانور کھڑے رہے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے بلکہ ذرا گرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا مقصود ہے۔ دوسری شرطوں سے ذرا حد حلال ہوتا ہے۔ یہ شرطیں اگر نہ پائی جائیں تو میرے نزدیک حد علماء کی اکثریت کے نزدیک وہ حلال نہیں ہوگا۔

سورہ کیوں حرام کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا

ہیں ہر چیز کھانے ہی کے لیے پیدا نہیں کی ہے۔ جو کچھ اللہ کے متعلق یہ سوال کرتے ہیں وہ اخروہ سے بہت سے جانوروں کے متعلق بھی کیوں نہیں پوچھتے؟ انہیں پوچھنا چاہیے کہ چراغی، لکڑی، کھجور، کھجور، کھجور وغیرہ کیوں نہ کھاتے ہائیں؟ انہیں پوچھنا چاہیے کہ ہر چیز صرف کھانے کے لیے نہیں ہے۔ یہ سوال کوئی عقلی نے خاص طور پر سوچ کر حجت کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جنکے نقصانات کو ہم خود ہاتھ نہ لگاتے ہیں اور ان کو کھانے کے لیے ہمارا علم و تجربہ کافی ہے۔ ایسی چیزوں کے متعلق سے منع کرنے کی شانہ و حول کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جن چیزوں کا نقصان ہم نہیں پہنچ سکتے ان کے متعلق حکم دینا اللہ اور رسول نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ ایسی بات تھی کہ انہیں کھانے سے منع کر دیا۔ اب جسے اللہ اور رسول پر اعتماد ہو وہ ان سے پیروی کرے اور جسے ان پر اعتماد نہ ہو وہ جو کچھ چاہے کھاتا ہے۔

جھینگے کے گوشت کے متعلق چونکہ حجت کا حکم خود قرآن مجید میں ہے اس لیے اسے محض کرہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ حرام ہے۔ اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ حرام میں حاکمیت اللہ کی ہے جبکہ اللہ کی ہدایت پر ہی رہی ہو اور صرف وہ حرام چیز ہی بھوک مٹانے کے لیے مسمیٰ ہو۔ ایسی حالت میں صرف جان بچانے کی خاطر کھانا کھایا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی مشرک یا کافر کسی طریقہ پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ صرف اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ وہ خدا کا نام لے

کرنے کا کریں اور اسلامی طریقہ پر زندگی کریں۔

پاکستان سے کسی کافر ملک کی جنگ میں جماعت اسلامی کا رویہ

سوال :- اگر پاکستان کو کسی غیر مسلم حکومت میں ملک ہو تو کیا جماعت اسلامی
 کہہ دے گی؟ اگر جواب ملے تو کس حد تک مدد کرے گی؟ کیا وہ
 دوسری مسلمان حکومتوں پر بھی یہ اثر ڈالے گی کہ وہ پاکستان کی مدد کریں؟
 جواب :- اگر کوئی غیر مسلم ملک کسی مسلمان ملک پر حملہ کرے اس صورت میں اس
 کی مخالفت کے لیے جنگ کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے قطع نظر اس سے
 کہ مسلمان ملک کی حکومت کسی ہی ہو۔ اس لیے کہ حکومت خواہ بُری ہو
 یا اچھی، اگر غیر مسلم دشمن ملک کے اوپر تاجھن ہو جائے تو ہماری مسجدیں، ہمارا
 مزارعین کا کبرو، ہماری جوں و مال کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس
 لیے ہم کو اپنے دین، اپنے گھر، اپنی عزت، اپنی کبرو اور اپنے مال کو
 بچانے کے لیے جنگ کرنے کا حق ہے۔ یہ دنیا میں مداخلت
 کے اس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے جو شریعت نے بھی اس کا حکم ہمیں
 دیا ہے۔ اس میں یہ بحث نہیں ہے کہ ملک کی حکومت کیس
 ہے۔ اگر کوئی مفسق و فاجر بھی ہو تو جب بھی ہم اس کے ساتھ مل کر
 لڑیں گے اور ملک کو بچائیں گے۔ اس کے بعد جب اس مفسق و فاجر
 کا خیر اپنی ہوگا تو چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد یہ بھی ایک شرعی مسئلہ
 ہی ہے کہ کسی مسلمان ملک پر اگر کوئی غیر مسلم طاقت حملہ کرے تو وہ

مسلموں کو گناہوں کی عذرت دینا چاہیے۔

جماعت اسلامی نے مشرقی پاکستان میں فوج کی مدد کیوں کی؟

سوال۔ جماعت اسلامی نے مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کی عذر کی پاکستانی کافروں نے وہاں بہت سے مظالم کیے۔ اس بنا پر کیا جماعت کو ان کے مدد کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرنی چاہیے؟

جواب۔ ہندوؤں کی مشننگ نظر پر تھا کہ مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی حکومت اور ہندوؤں کے ہاتھوں کچلے جاتے رہے تھے۔ انہیں وہ پھر ہندوستان کی غلامی میں نہ چلے جائیں۔ ہندوؤں کو کچلنے کے لیے ہم نے جنگ کی۔ اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ہندوؤں کی جماعت کے ہنگاموں کی غلامی میں نہ چلے جائیں۔ جماعت کو کوئی آدمی دیکھ کر مشرقی پاکستان میں امن کو صورت دینا نہیں آتا۔ وہی امن کہ ہنگاموں کی جماعت مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم بن گئے تھے۔ انہوں نے ہندوستان سے عدو لے کر پاکستان کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اب آپ بھی بتائیں کیا ہم سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ ہم ان گھوروں کیجھتے اس بات کو گوارا کر چکے کہ ایک طرف انہوں نے ہندوؤں کو ہنگاموں کی جماعت پرست کر دیا۔ اور دوسری طرف ہمارے ہندوستان کے ہندو بچے مار رہے تھے۔ پھر ہندوؤں کی بغاوت کی عذر کو کہیں ہم ہاتھ پر ہاتھ دیکھ کر بیٹھے رہے۔ یہ بغاوت مشرقی پاکستان کے عام مسلمانوں

کی مذہبی جگہ صرف جنگلی قوم پرست مسلمانوں اور ہندوؤں کی تھی اور ہندوستان کی مداخلت اس کو طاقت پہنچا رہی تھی اس کے کاہلیب ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہیں مسلمانوں کی آبادی خلا کی کھجور میں کس دی جاسے۔ کیا آپ کی داسے میں یہیں اس ملک نتیجے کو دیکھا ہوتا ہے وہ سننے کے لیے کچھ نہ کرنا چاہیے تھا؟ وہ آپ خود جا کر دیکھ لیں کہ اس نام نہاد جنگجو ویش کی تمام مسلمان آبادی کا کیا حال ہوتا ہے۔ بلکہ مذہبی خدا اس تباہ کر رہے تھے۔ بکثرت جنگلی مسلمان علماء و قتل کر دیے گئے۔ دینی تعلیم کے لیے قاعدے اور سپاہ سے ملک نہیں مل رہے ہیں۔ معاشی بد حالی کا یہ عالم ہے کہ ایک مزدور کو آٹھ روپے روزانہ جرت ملتی ہے مگر بیس روپے سے کم میں ایک دن کا کھانا میسر نہیں آتا حالانکہ ایک زمانہ میں جب پاکستان تھا تو بیس روپے ایک مزدور کو ملتا تھا اور وہ بیٹ بھر کے دو وقت کھانا کھاتا تھا۔ اب جا کر اہل جنگل کو اور خود جنگلی قوم پرست مسلمانوں کو معلوم ہوا ہے کہ ناہنراہ تحصیل (ہندوستان) جس کا نام پاکستان کے زمانے میں دتے تھے اہل میں کس چیز کا نام ہے اور اب انہیں کون لوٹ کھسوٹ مل رہی ہے۔ ہندوستان کی فوجوں نے وہاں داخل ہو کر ملک کو بے توشا کر دیا ہے۔ ہندو وہاں کے کاشتکاروں کو بے گھر کر کے لوگوں کے گھروں سے ریفریجریٹرز تک ہٹا کر لے گئے۔ ٹوٹری جھپٹ جھپٹ کر لے گئے اور اب دتے جیسے دیوانے پروردگار کا نام مال ہندوستان لگال ہوتا ہے کہ اس نے مشرقی پاکستان کی سبشت کو کھوکھلا

کر دیا ہے۔ جو نام نہاد آزاد کی مشرقی پاکستان کے لوگوں کو ملی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان جب چاہے وہ اپنی فوجیں داخل کر سکتا ہے۔ ہندوستان کی مرضی کے خلاف یہ نام نہاد مظہر دیش کوئی فوج، کوئی ہیر فوس اور کوئی فکری بیڑہ نہیں دیکھ سکتا۔ نہ کسی سے اتنا دہشت گردانہ معاہدہ طے کر سکتا ہے۔ اپنے بنگالی مسلمان بھائیوں کو اسی نہاب نام سے بچانے کے لیے جماعت اسلامی کے کارکنوں نے اپنی جانیں گڑا دیں اور اپنے چھ سات ہزار سے زیادہ آدمی شہید کر دیے۔ جو لوگ مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے مظالم کا گواہی دیتے ہیں ان کو معلوم نہیں ہے کہ بنگالی قوم پرست مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ ملی گز مروت غیر بنگالی مسلمانوں پر بلکہ خود و ہندو بنگالی مسلمانوں پر بھی کیسے کیسے خوفناک مظالم ڈھائے تھے انہوں نے مروجہ عورتوں، بچوں، بچہ سون کو بلا امتیاز لاکھوں کی تعداد میں قتل کیا۔ عورتوں کے ننگے اجلاس دکھائے اور بچوں، بھائیوں، شوہروں اور بیٹوں کے سامنے ان کو بے حرست کیا۔ معاملہ عورتوں کے ہیٹ چمک کیے۔ بچوں کو قتل کر کے ان کی ماٹی کو بھیر دیا کہ ان کا خون، بیٹریں۔ میں تجھیں دکھتا ہوں کہ جس سرزمین میں مسلمان کافروں کے ساتھ ملی گز مسلمانوں پر یہ ظلم ڈھائیں وہ سرزمین خدا کے عذاب سے کبھی نہیں بچ سکتی۔ آفریں ہے مغرب کے جھوٹے پریس پر کہ اس نے پاکستانی فوجوں کے جھوٹے چمک مظالم کا توڑ چھوڑا۔ عرب پیشا، اگر بنگالی قوم پرستوں کے ان مظالم کا کہیں ذکر تک نہ کیا۔

اہل کتاب کا ذبح

سوال :- یہودی یا مسیحی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا گوشت حلال ہے یا حرام؟

جواب :- قرآن مجید میں آپ سورۃ مائدہ کا پہلا مکرع پڑھیے اس میں سب سے پہلے مسلمانوں سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہارے لیے طہیت (پاک چیزیں) حلال کی گئی ہیں۔ اس کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ تمہارے لیے اہل کتاب کا کھانا حلال ہے۔ اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے مذکورہ کا منہبہ (ناپاک) کھانا۔ اور اسی سورہ میں طہیت کی یہ تشریح بھی کر دی گئی ہے کہ ہاں حلال قسم کا ہو اس کو صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ انہی شرط کے ساتھ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔ یہاں تک مجھے معلوم ہے متاخرین آشوریوں کی تک جیسا کہ مذکور شرقی و وسط میں اسی طریقہ سے ذبح کرتے تھے۔ ہمیں اگر حافظہ میں کثیر رہے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اسی لیے ہی کہ ذبح حلال تھا۔ مگر اب چونکہ انہوں نے اس طریقہ کی پابندی چھوڑ دی ہے۔ اسی لیے اہل کتاب کا ذبح حلال نہیں رہا۔ البتہ مذہب کے پابند جمہوریوں کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے ہاں ذبح کرنے کا طریقہ تقریباً وہی ہے جو ہماری ہاں ڈالنے کا ہے اور وہ

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام بھی لیتے ہیں۔ اب یہ آپ لوگ خود تحقیق کر
 لیں کہ وہ یہاں اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ میں نے پاکستان میں
 ان کے ایک عالم سے پوچھا تھا تو اس نے مجھے بتایا تھا کہ ہندوستان
 بھی یہی حکم ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے اور ہندوستان میں
 ذبح کا طریقہ بھی وہی ہے جو آپ کے ہاں ہے۔ اسی بنا پر میں نے
 ذبح کو حلال سمجھا میں مگر میں آپ سے یہ کہہ بیٹھیں وہ سنکر اگر چوڑا
 لے دیا پھر کے ملکوں میں منتشر ہو جانے کے باوجود اپنے لئے کوٹر (KOTR)
 (SHAR) گوشت کا انتظام کیا اور اپنے اس حق کو تسلیم کر لیا کہ وہ اپنے
 لیے ہانڈ اپنے طریقہ پر ذبح کریں گے تو آپ ہزاروں کی تعداد میں یہی
 سمجھتے ہوئے اپنے لیے حلال گوشت کا انتظام کیوں نہیں کرتے اور خواہ
 غزوہ کی تدابیر سے چھٹکے کے گوشت کو اپنے لیے حلال کرنے کا کوشش
 کیوں کرتے ہیں؟

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا مسئلہ

سوال ۱۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس زمانے کے یہودی اور عیسائی اہل کتاب
 میں شرم ہو سکتے ہیں؟ کیا ایک مسلمان اس زمانے کی ایک یہودی
 عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو آپ قرآن حکم اس بات
 کی کیا توجیہ کریں گے جو اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنے کو جائز
 قرار دیتی ہے؟

جوانپہ۔ اس زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب میں کوئی
نئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو خرد دل کر کے کے زمانے میں ان کے
اندہ موجود نہ رہی ہو۔ اس وجہ سے یہ اب بھی اپنی کتاب ہی ہیں۔
ملا ان سے شادی کرنے کا تعلق تو اس کے بارے میں آپت میں انوں
کو طرہ رکھیں۔

ایک یہ کہ قرآن میں مہانت دی گئی ہے حکم نہیں دیا گیا ہے۔
دوسرے یہ کہ ان عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے
ان کے لیے ایک شرط تو یہ لگائی گئی ہے کہ وہ کفیات دین باہم
ہوں۔ اور دوسری شرط یہ کہ اس سے خفیہ یا علانیہ نام نہان تعلق نہ پیدا
دے کیے جائیں اور شادی کے فیصلے کا طریقہ یہی اور اپنی آخرت کو
خطر میں نہ ڈالا جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جو کام شروع ہو کر ہی پائی گئی ہے پہلے کسی
کو اپنے زمانے کے حالات اور ماحول سے نگاہ ڈال کر ضرور دیکھ لینا
چاہیے کہ کیا اس زمانے اور اس ماحول میں یہ کام کرنے سے کوئی
فراحت تو پیدا نہیں ہوگی۔ اب آپ دیکھیے کہ اگر کہ انیٹا اور پیپ
میں جو عورتیں پائی جاتی ہیں وہ اصطلاحاً (TECHNICALLY) تو
اپنی کتاب ضرور میں دیکھیں ان میں بہت کم تعداد ایسی عورتوں کی ہے
جو صحیح معنوں میں اپنی کتاب ہوں۔ یعنی خدا اور رسول ان کتابوں سے فائدہ
بردار ہیں۔ پھر جو ایسی عورتیں ہیں جو انکسائت ہونے کا اطلاق

مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ باب دہانے اور حلاوت کا معاملہ تو ان
 لوگ ہیں جو اپنے ہونے کسی یہودی یا عیسائی حکومت سے شہرہ کرنے
 کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اپنے آپ کو نہیں تو اپنی کاندہ نسل کو غیر مسلم معاشرے
 میں بالکل جذب ہو جانے کے خطرے میں مبتلا کر رہا ہے۔ اور اگر بالفرض
 اس صورت کو اپنے مسلم معاشرے میں لے جاتے تو اس طرح کی صورتوں
 میں مشکل یکاں فی حد صورت میں لے گی۔ اپنے آپ کو اپنے گھر اور
 اپنے بھائیوں کو اسلامی معاشرے کے آداب اور طرز زندگی میں ڈھالے۔
 اس کے برعکس جو شوہر صاحب اس کی خاطر اپنے گھر کو ایک مغربی گھر
 کا نمونہ بنا دیتے ہیں اور ان کی ہم صاحبہ موت اپنے ہی گھر کو نہیں بلکہ شوہر
 کے خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلامی طرز زندگی اور اسلامی افکار سے
 ہٹانے کی کوششیں کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں جذبات سے مغلوب ہو
 کر محض جواز کے حیلے سے عیسائی یا یہودی صورتوں سے شہرہ کر لینا اور اپنی
 مصلحت کے بالکل خلاف ہے۔

کیا اسلامی اصول بحالات اور زمانے کے مطابق ڈھالے جاسکتے ہیں؟

سوال: کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ بعض اسلامی اصول بحالات اور زمانے کے مطابق
 ڈھالے جاسکتے ہیں؟ آپ کو کون کون سے معاملے ہیں؟ کیا طرز عمل برکات ۶
 میں تو مسلمان مگر اسلامی تعلیمات کا خلاف کرتے ہیں؟
 جواب: آپ نے جو اصل موضوعات کیے ہیں۔

پاؤں پر ہمارے پاؤں پر کیا وہ تھکے ہیں اس سے ہی سکتا ہے اور اس کے
 سرور میں کی اجازت کے بغیر ہی سکتا ہے ؟
 جواب : اس میں کیا کڑی چیز کی کوئی جگہ نہیں ہے، میں بات کا ہدف نہ تھا
 یہی رہی گئی ہے وہ صرف اتنا ہے کہ لاک کے سرور میں کی موجودگی میں اس کی
 شکل بدگوار ہوتی ہے۔ مجھے کی باتیں اور وہ بھی سرور میں کے علم و ہمت کے
 بغیر اس کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا ہے کہ اس کی شکل اس کے رپ کے
 لوگوں کو ہی بدگوار دیکھ۔ آپ دیکھیں اگر یہاں اپنی ماضی ضروریات کی خاطر اس کی
 قربانی کر کے کم از کم کیے کہ اپنی اس کی ضروریات کی ضرورت کے
 مطابق اس کے کوشش کریں۔

کیا سودی قرضے کو مکان خریدنا سکتا ہے؟

سوال : اس ملک میں مکان بہت چنگے ہیں اور ان کے پرانے اور نئے دونوں
 بھی بہت زیادہ گراں ہیں اس لیے اس حالت میں کیا مکان چنگے کے پرانے مکان
 سودی قرضہ کے ذریعہ خریدنا سکتا ہے ؟

جواب : حرام و حلال کے اعتبارات اگر میرے ہاتھ میں ہوتے تو میں آپ کے
 لیے کسی چیز کو حرام نہ دیتے دیتا۔ لیکن یہ اعتبارات تو اللہ نے اپنے انور میں رکھے
 ہیں اور میں اس کے خیر کے لیے حلال و حرام کے احکام میں کوئی تبدیلی
 کرنے کا ہمارا نہیں ہیں۔

یہی بات کہ آپ یہاں کے حالات میں آپ کو سودی قرضے سے بچیں

مروٹے پر دھجور لگتے ہیں تو اپنی اس بھوری کا لیلہ آپ اپنی زبردستی پر لٹا کر دے۔
 بلکہ اس زبردستی میں شریک نہ کیجیے، آپ کو دیا گیا میں کم از کم نفع تو مل جائے
 گا لیکن اگر اس میں آپ کے ساتھ میری بھی شامت آئے گی۔

سرکاری بائڈرز کا حکم

کیا گورنمنٹ کے بائڈر پر دیا جائے وہ محتاج بھی ہو سکتا ہے؟
 جواب: اس کے سوا ہوتے ہیں کسی ملک کی گنجائش نہیں۔

ایسی کمپنی کی عازمت جو حلال و حرام دونوں قسم کے کام کرتی ہو؟
 سوال: یہ کیا کمپنی ہے؟ ایک مسلمان کی ایسی عمارت کمپنی میں عازمت کر سکتا ہے
 جو حلال و حرام دونوں قسم کی چیزیں عمارت کرتی ہو یا ان کا بیڑہ کرتی ہو؟
 جواب: ایک غیر مسلم معاشرے اور حکومت میں وہ کر سکتا ہے اگر اس کے یہ حلال و
 حرام کی تفریق اور حرام سے بیعت میں پہنچا جو غیر ایک سخت مشکل کام ہے لیکن
 جہاں تک آپ کے ملک میں ہے آپ اپنے آپ کو حرام سے بچنے کی تمہیلی
 لائسنس کریں، اگر وہ کسی کمپنی میں ہو کر کرتی ہے پڑھئے جو حلال و حرام دونوں
 قسم کے کام کرتی ہو تو شریعت کی نڈ سے آپ کے ساتھ رہاں کے بات
 میں زیادہ سے زیادہ جو رعایت ہو سکتی ہے وہ ہے کہ آپ اس کے کسی
 ایسے شعبے میں عازمت کریں جو حلال قسم کا کام کرتا ہو۔

مولود شریف اور قیام کا مسئلہ

سوال: آپ کی رائے میں کیا مولود شریف بڑھنا جائز ہے اور کیا اس میں تعظیماً کھڑا ہونا بھی جائز ہے؟

جواب: مولود شریف میں چیز کا نام ہے اور اصل اس سے مراد ذکر بھلائی کا ہے عید و گاہِ نور و سیرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان ہے اس کے جائز ہی نہیں کہ گلاب جوئے میں بھی کسی حکم کی گنجائش نہیں ہے لہذا اس میں غلط اور موضوع روایات بیان کرنا درست نہیں اور مولود کی صورتوں پر اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اسی پر سے ہو سکتا ہے۔

راسلام کے بے تعظیماً کھڑا ہونا نہ فریضہ واجب ہے کہ ہر ایک کو اس پر اجماع کیا جائے اور نہ کھڑے ہوئے وقت کے حرمت کی بات ہے۔ وہی عوام ہے کہ جو ایسا کرتا ہے اس کو حرمت کی بات ہے۔ کوئی شخص اگر حرمت کی بنا پر کھڑا ہو تو کوئی مخالفت نہیں لیکن اس کے قیام اور غیور نہ ہونے کا ثبوت تو ہم پر روزِ حج و تہذیب میں دیتے ہیں۔ تہذیب میں تہذیب و تہذیب ایٹھا ایٹھن نہ تہذیب کا تہذیب و تہذیب کا تہذیب ہو کر آکر کوئی صاحب ہونا کہتے ہیں؟ سب اس کو بیٹھ کر بیٹھتے تھے ہیں اور یہ تہذیب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہو ہے اس لیے جو لوگ اس کے غیور ہوئے اور دیتے ہیں ان کو لگا ہونے بہانے سے باز آ جانا چاہیے کہ اگر شریعت میں اس کے قیام کا کوئی ثبوت نہیں۔

کیا ہر اسلامی اصول منطقی دلائل سے صحیح ثابت ہو سکتا ہے؟

سوال: کیا ہر اصولِ رسول کی خاص عقلی طریقے سے تہدیک جاسکتی ہے یا اگر نہیں تو کیا بعض اصول عقلی اصول سے ایمان کو بنا پر اس کے لیے یہی بہت عقلی طریقے سے اور تہدیر کی کس طرح تشریح کی جائے گی؟

جواب: ہر آدمی کو کوئی اصول یا عقیدہ یا حکم پر سوال نہیں ہے ہر ایک کو عقلی و خاص منطقی طریقے سے ایمان یا ہر مسئلہ ہے۔ یہیں ایمان ہونے کے لیے کیوں کہ اس سے ایمان کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آپ نے تہدیر کا سنا ہے نزدیک ہو سکتے ہیں۔ یہ چیز ہے کہ اس سے عقلی منطقی یا عقلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ کہ کرم میری کتاب "میر و خدیجہ" اور میری تفسیر تعلیم القرآن کی ہر جگہ کے اندر کئی جگہ تہدیر نکالی کہ وہ تمام حالات درج ہو چکے ہیں۔ میں نے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے۔ اس کے بعد آپ جگہ فرمادیتے ہیں کہ اگر اند تہدیر کی طرف سے ہندو کی برہمنی تہدیر کا سنا ہو تو زیادہ سوال ہے یا سنا ہو تو زیادہ سوال ہے؟ کیا آپ ایسے خدا پر ایمان لاسکتے ہیں جس کو اپنی ندانی میں بخشنا نہ ملے کسی دائرہ کا ایک لمحہ پہلے تک بھی علم نہ ہو اور جب کوئی دائرہ پیش آتا ہے تب اسے بت چلے کہ میری ندانی میں وہ کچھ ہو گیا یا کچھ تو نہیں تھا اس عقیدہ کائنات پر حکومت کر سکتا ہے۔

خطاب

یہ آپ کے سرواٹ کے جوابات دے چکا ہوں۔ آپ میں بخدا کے ساتھ

خود بھی کہ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ آپ اس سرزمین میں غفلت
 عاصد کے بیٹے آئے ہیں۔ کوئی آپ میں سے علم حاصل کرنے یا کوئی نئی پکے
 کے بیٹے کی ہے۔ کوئی اپنی سائنس کی فکر میں آیا ہے اور کہ ایسے لوگ ہیں جو
 نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان سب چیزوں کے ساتھ آپ کی ایک حیثیت اور
 بھی ہے اور وہ ہے آپ کے سلطان برائے کی حیثیت۔ اس دوسری حیثیت میں
 آپ کا کاروبار کی رہی گے اور جو ہائیڈروجن گیس کے آپ کو اسلام کا نفاذ کی کیا
 جانے گا تو وہ آپ کو اس کا احساس برآورد ہو ایک غیر مسلم جب بھی آپ کو دیکھے
 گا یہی کہے گا کہ سلطان ایسا بڑا ہے۔ اب اگر آپ نے اپنے آپ کو ایک بڑے
 انسان کی حیثیت سے پیش کیا ہے تو اسے اس کے ساتھ اور اپنے مکان میں
 کا جو غور و فکر کر دیکھا یا یہاں کے عام دنیا کو یہ ظہور کیا کہ جیسے دینی
 مہیے ہی آپ ہیں تو آپ اسلام کی غلط فہم کی گئی گے اور اس صورت میں
 آپ کو دیکھ کر جو شخص بھی اسلام کے شعلہ جری راستے قائم کئے گا اس کا ہر دلی
 آپ پر ہوگا۔ اس کے برعکس اگر آپ نے اپنے قول و فعل سے اپنے اخلاق
 اور مصداق سے اپنے طرز زندگی سے اسلام کی صحیح فہم کی توجہ نہیں
 کہ بہت سے لوگوں کے دل اسلام کے لیے کھل جائیں گے۔ مگر آپ باقاعدہ
 تبلیغ کا کام کریں یا نہ کریں۔ ہر دلی چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان یہاں رہتا ہے اپنی
 اس حیثیت اور اس درجہ کی خصوصیت کہ آپ کی زندگی اگر ایک پتھر
 ہر سے نکل سکے گی تو آپ کا جو ورکاب بیتا جائے اور چلتا پھرتا
 ہے ہائے لا۔

وہ بھی شکیانیہ آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی یہاں نہ
 بندھے میں نے وہ اپنی آنکھوں کی نظر کر لی آپ یہاں ایک مسکن ملک و مملکت
 سے مل کر آئے ہیں آپ نے مسکنوں میں آپ کے گھر میں آگھر لکھی ہیں آپ
 نے جو اسلام کی تعلیم دینی کی جو زندگی کا ایک خاصہ مسکن سے مل
 گئے اسے میں نے اس کے اندر کر کے لکھی کہ وہ اسلام کے حقیقی خیر و برکت ہے۔
 اسی کو سر پر لکھی کہ یہ مسکن کا خیر و برکت ہے کہ اس میں مسکنوں کی مسکنوں
 کی ہیں اسلام کی تعلیم دینی کی جو زندگی کا ایک مسکن ہے کہ اس میں
 لیکن آپ کی اس طرح یہاں پر رہنے پر ہی ہے وہ باطن میں باطنی کہ اسلام کا ہے۔
 اس کی زندگی کا یہ ہے اس کو اسلام کی کوئی تعلیم نہیں ملے اور اسلام کے
 طور طریقوں سے وہ واقف ہوتا ہے۔ یہاں آگھر لکھی کہ ایک ہی وقت تک
 مسلم مسکنوں کو چاہئے کہ اس کو لکھتے ہیں۔ یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 صورت اسے ملے ہیں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 میں آپ چاہئے کہ اس میں مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 اخلاق و تہذیب اور یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 ملے۔ اس لیے یہ ہدایت ضروری ہے کہ یہاں کی مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 وہ اپنے مسکنوں کی اسلام کی تعلیم و حقیقت کا مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 اجماع کو مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 ایک ایسی تعلیم دینی کہ اس میں مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں
 مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں میں یہاں کے مسکنوں

ہی میں تعلیم اسی سہولت کی وجہ سے اس ملک کا نظام تعلیم چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ تعلیم
 تربیت کی وہی بات ہے اور مسلمانوں کو یہاں کے نظام تعلیم کی گنجائش اور غرضی تعلیم
 اور خصوصاً تعلیم سے استفادہ کا ہدف ہے ان مدرسوں کے ساتھ ساتھ دیگر تعلیمی کام بھی جاری
 ہیں جن سے ایسے مفادات کے لوگ بہتے ہوئے چکے ہیں یہاں مسلمانوں کی تعداد اتنی کم ہے
 کہ وہ اپنے مسائل سے قائل نہیں ہو سکتے میرے نزدیک مگر وہ جو نہیں ہے کہ آپ کے ملک کو
 تعلیم دینا چاہئے مگر آپ یہ ثابت کریں گے کہ کیوں اس ملک میں تعلیم کا بڑا سہارا ہے کہ
 ملک میں سہارا ہے آپ سے اتنے ہی لوگ ہیں جیسا کہ ہرگز ہو سکتے ہیں آپ نے کہا کہ ہدف
 غرضیہ کی تعلیم دینا چاہئے تو اس میں کیا آپ کے اس ملک کو تعلیم کرنے سے کوئی فائدہ ہے
 کہ آپ کی گریجویشن اور سرکاری تعلیم دینی اور دنیاوی کا اپنے خصوصاً *Education* کا نام لے کر
 کی بات دینی چاہتے ہیں تو آپ کو یہاں کی تعلیم دینا چاہئے تو اس میں کیا آپ کو کوئی فائدہ
 ہے آپ کی تعلیم کی کوئی فائدہ ہے جس طرح وہ سرکاری ہے کہ آپ کو کوئی فائدہ ہے کہ
 صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ آپ نے اس کام میں فائیت ہے کام کیا آپ کو یہاں نہیں
 کو آتش و یار بھی نہ جانے کہ آپ کے باپ دن مسلمان تھے لیکن دوسری نسلوں میں کسی بچے
 پہنچے وہ داخل ہو جائی کی تہذیب اور معاشرے میں گم ہو جائیں گے اور ان کے اندر اسلام
 کی رہنمائی باقی نہ رہے گی خدا فرمے کہ اس کو اس کا فائدہ ہے بچے اس کی تعلیم دینی
 وہ مہتری کے ساتھ آپ کو اس کام کا ضرورت و اہمیت کا احساس دلاتا ہوں بلکہ شاید
 ہے کہ کیڑا اور مگر میں رہتے ملے مسلمان اس میں کسی تسمانی اور تاثیر ہے کہ ہم نہ
 ہیں گے۔

اسلام !

مغرب کے الزامات

اعتراضات اور سوالات

کا

جواب دیتا ہے

- ★ جب آپ اسلام اور اس کے نظام حیات سے متعلق کوئی سوال ملاحظہ فرمائی تو یہ ایک ایسا موضوع بنتا ہے جس کا جواب دینے میں کوئی الجھ بٹل نہیں آتی۔
- ★ کتب کی تہذیب کو جتنی سزا دیا کریم سے کچھ اتنی مظلوم سے نہیں۔
- ★ آپ جتنے ناشان نگہ رہے ہیں ہماری نظر ایک ہی جگہ فرسودہ ہے۔

ولیم کراے :

Are you satisfied with the Islamic provisions, incorporated in the Constitution of Pakistan 1973 ?

دیکھنا آپ آئیے ۱۹۷۳ء میں بنائی گئی دفعات پر مطمئن ہیں ؟

سلائے لکرم :

Yes, we are satisfied with these provisions. As a matter of fact we have tried to introduce these provisions in this constitution.

جی ہاں، یہاں دفعات پر مطمئن ہیں کہ حقیقت و قرین ان دفعات کے
مثال کا نسخہ کہنے کے لئے مسلسل جاری ہو رہا ہے۔

ولیم کراے :

Like Islamic Council etc?

مثلاً اسلامی کونسل وغیرہ؟

مولانا کے کلام :

Yes, Everything about Islam, which has been included in the Constitution is due to our persistence,

اسلام کے متعلق ہر وہ چیز جو دستور میں شامل ہے وہ اصل ہماری کوششوں کے نتیجے میں شامل کی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ وفات کے ذوالائیں ہونے کا حق ہے اس پر ذمہ داری ہے۔ اس بات پر غصہ نہیں ہے کہ ان پر عمل نہ کر سکتے ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ ان وفات کو روکنا نہیں ڈال دیا گیا ہے۔ اس صورت یہ کہ ان عمل نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ جتنے کام بھی کئے جا رہے ہیں وہ ان کے برعکس کئے جا رہے ہیں۔
ولیم کراچی : پاکستان کا موجودہ قانون ٹھیکہ ایکٹ کیس قانون کی بنیاد پر قائم ہے یہ آپ اس کے خلاف قوانین کو نافذ کرنے کے لئے پاکستان کے موجودہ قانون کو مزید ترقی دینا چاہیے۔

مولانا کے کلام :

Legal System بہت آسان نہیں ہونا چاہیے کہ صرف قانونی نظام

کو تبدیل کیا جائے۔ بلکہ اس کے پیش نظر اس کے معاشرے کا اسلامی بنیادوں پر متاثر کرنا اور اس کے نظام حکومت کو تبدیل کرنا ہے اس مقصد کے لئے صرف ایک سسٹم کو تبدیل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ قانونی نظام کے ساتھ ہی اس کے متعلق تمام امور کا

ہے کہ نظام تعلیم ان لوگوں کو سکھائے جو ان کے معاشرے کا ملکی نظام کے انداز سے
 اسلامی معاشرے کی تشکیل کا مقصد پر واضح ہو سکتا۔ ایسا ہی معاشرہ کے معاشی
 نظام کا ہے اگر اسے صحیح اسلامی خطوط پر بنادیتے تو اس صورت میں کچھ معاشی قانون
 نظام کی صورت میں ضرورت نہ پڑتی۔ اس بنا پر یہ یہ جانتے ہیں کہ ہماری
 پس منظر زندگی Social Life اسلام کے مطابق ہو۔ ہماری حکومت کی تمام
 پالیسیاں اسلام کے مطابق ہوں اور حکومت کے سارے معاملات صحیح اسلامی خطوط پر
 انجام پائیں اس مقصد کے لئے یہ بنیاد ضروری ہے کہ سروسز ٹریڈنگ کے تمام اداروں
 کا شخصی انداز بنیاد پر تبدیل کیا جائے، سروسز کے تمام شعبوں اور شعبہ کی تربیت کے
 اداروں میں بھی اسلام کی اخلاقی تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے اور دیگر تربیت خانوں کے
 مدرسے اسلام کا صحیح شعور Creed بنالوہا ہے اس کو کیا سکھائے بنانے کی کوشش
 کی جائے لیکن یہ کام نہیں کیا جا رہا ہے اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی ملک
 کے بنانے میں سروسز سروسز ٹریڈنگ دی جاتی تھی اس طرز پر اب بھی دی جا رہی ہے۔
 اسلامی تربیت کا کوئی محکمہ نہیں ملے گا اس لئے ہمارے نقطہ نظر سے غور کیا جائے
 میں تبدیلی کافی نہیں ہے

We want to see overall change

اسلام اور جدید ریاست

ولیم کرائے : آپ نے پھر زندگی کے نئے حق ادا میں اسلامی تعلیم و تربیت کو

لازم قرار دیا ہے لیکن سوال ہے کہ ایک جدید سیاست کی حیثیت کفاحی اصولوں کے مطابق کیونکر چھپایا جاسکتا ہے؟

مولانا کے مختصر م : ہم نے قیامِ اسلام و باتِ ثبوت کہ بخیر صورت لکھی ہے کہ ایک جدید سیاست کو کن طرح اسلام کے مفاد و اصولوں پر چھپایا جاسکتا ہے اور صورت چھپایا ہی نہیں جاسکتا بلکہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی بنیادوں پر قائم ہونے والی جدید سیاست دوسری تمام جدید سیاستوں کے زیادہ کاویاب اور بہتر ہے۔ چنانچہ ہماری نگاشتن صورت یہ نہیں ہے کہ کسی پاکستان میں اسلام کن افکار کے تحت چلتی ہوگا اسلام کی بنیادوں پر ایک جدید سیاست کی گنتی ہے کہ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس جدید سیاست کو دیکھ کر دنیا کی دوسری جدید سیاستیں اس بات کی قائل ہو جائیں کہ یہ سیاست ہم سے کہیں

بہتر اور نفاذ ہے The principles of an Islamic State are superiour to all other political systems

اسلامی سیاست کے اصول ہائی تمام سیاسی نظاموں پر فزیت رکھتے ہیں،
ولیم کر اسے : اتفاق ہے کہ کلمہ میں ملتِ پاکستان کا مفاد ہے یہی اور
 پاکستان اور دنیا کے درمیان گہرے دوست و ہندوستانی اندیشہ کی مدافعت بھی ہے چنانچہ
 میں تم کی کے حوائج سے ایک مثال پر چھپنا چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان ملک ہے لیکن
 بیسویں صدی کے قیامِ عشرت ہے اس لیے یہی اور معاشی ترقی کا ایک نیا راستہ

اختیار کیا ایک ناسخ میں ہندوستان اور ترک کے درمیان خلافت کے مسئلہ کا مسمیٰ
 جذباتی تضاد پائی جانے لگیں۔ آخر ترک نے خودی خلافت کا اعلان ختم کر دیا۔ اس کے بعد
 ملک میں دیگر نظام قائم کیا گیا۔ بھاریوں کو چاہیے کہ مگر یہ سب اس حدیث کے بعد
 کے تقاضوں کے موافق نہ رہا۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان کی ترک کے تجربے سے
 فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کی تفسیر کیوں نہیں کرتے اس کے پس منظر کی روشنی کے تحت یہاں
 نظام کی طرف سے کیوں جاننا چاہتے ہیں؟

مولانا کے تحریر : آپ نے سوال بہت بڑا کیا ہے اس لئے میں قلمبند سے نہیں
 کہہ سکتا اس کا جواب دلوں گا۔

اس بات کو اچھو طرح سمجھ لیجئے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی جتنی حکومتیں ہوائی
 جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی پورے طور پر اسلام کی سسٹم پر نہیں چلی سکتا ہے۔ بھارت
 میں بھی وہ طرح کی حکومتیں ہیں۔ ایک حکومتیں تو وہ ہیں جو کلمہ لکھ خود کو مسلم کہتی ہیں۔
 اور دوسری وہ ہیں جو اسلام کو یہ سب کا مذہب تو قرار دیتی ہیں لیکن نہ تو وہ اسلام
 کے اصولوں پر قائم کی گئی ہیں اور نہ انہیں اسلام کے اصولوں کے مطابق چھایا جاتا
 ہے۔ — یہاں تک کہ کائنات ہے تو اس صحت واقعہ ہے کہ وہاں جو
 خلافت چلی آ رہی تھی وہ انحطاط کا شکار Degenerated ہو کر اپنی حقیقی
 خصوصیات سے محروم ہو چکی تھی۔ پھر یہ کہ ختم کے ترک میں جو کلمہ راستہ قائم کیا گیا وہ

میں منتخب ہو سکتی! یعنی درودِ خلافت پر کسی طرح اسلامی تہمتیں اٹھائی نہیں گئیں۔
 وہی نیکو رویہ اسلام سے کوئی تعلق تھا اس کی ایک بڑی وجہ تھی کہ ترک پر کوئی یقین
 یا جمہوری ترستی یا مسجد تھی جو وہاں پر دعویٰ اصولی کے مطابق حکومت قائم کرتی۔ آپ
 کے بقول ترک پر جو یہاں دعویٰ کیا گیا اس کو نہیں مانا کہ وہاں پر کوئی دعویٰ اور اس سے پہلے
 جو نظام وہاں قائم تھا وہ بھی اسلامی دین تھا۔ اصل یہاں اگر کسی نظام تھا خلافت کا ادارہ
 میرے لئے نام موجود تھا۔ محض ایک بادشاہ کے لئے خلیفہ کا خطاب اختیار کیا گیا تھا۔
 مگر ان کو خلافت، بادشاہت Monarchy سے بالکل ایک مختلف چیز ہے۔

وہم کراے :

You are saying that Khilafat had
 become a secular or a non-religious
 institution ?

آپ کا مطلب یہ ہے کہ ترک کی حکومت کا نظام انڈیا یا غیر عربی نظام میں تبدیل

ہو چکا تھا؟

سوالنائے تیسرا :

Rather a ~~secular~~ -Religious institution-
 we were not satisfied with it, and
 we are not satisfied also with the
 so-called reforms of Mustafa Kemal
 Ataturk.

انسانیت ایک نیم مذہبی نظام بن چکی تھی۔ چنانچہ ہم اس کے غمنور دتے، لیکن یہاں
 نام نہاد اصلاحات سے بھی غمنور دتے جو غصے کا لہر تارک نے انسانیت کو ختم کر کے
 تارک میں ڈال دیا۔

لیکن اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ خود تارک میں بھی بکثرت بدلتے ہوئے خیال رنگ پیدا
 ہو رہے ہیں جسے چاہتے ہیں کہ وہاں بھی اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ — اس
 طرح دنیا کے تمام مسلمان ملکوں میں بھی یہ ایک Movement اٹھ رہا ہے جو
 اسلام کے حقیقی اصولوں پر عمل درآمد کرنا چاہتا ہے۔

آپ نے یہ سوچا ہے کہ ہم کس پرانے طریقے کی طرف واپس کریں جانا چاہتے ہیں
 تو واپس **Go Back** کا نکتہ غلط ہے۔ بات واپس ہے کہ انسان کے لئے
 خدا کی طرف سے جو ہدایت دہائی ہے وہ سب سے قدیم بھی ہے اور سب سے ہر بھی۔
 خدا کی ہدایت کسی وقت اور مقام کی پابندی نہیں ہے نہ ایک نئی اور ابلی پیڑ ہے۔ اس وجہ
 سے اس معاشی **GO BACK** کا نکتہ استحال کرنا ہے نہ ہی ہے۔

Truth is always truth. It cannot
 be old or new. At any time and
 at every place it is truth.

اصداقت ہر جگہ میں صداقت ہے۔ اس کے قدیم یا جدید ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔
 صداقت ہر جگہ میں اور ہر مقام پر صداقت ہے۔

اسلام کا قانونِ تعزیرات

ولیم کراسے : یہیں اسلامی قانون کے بعض پہلوؤں مثلاً قانونِ تعزیرات کے بارے میں جدید فکری کے نقطہ نظر اور اخلاقیات اور شرعات کے ساتھ ساتھ ہمارے ہمارے دوسرے مسلمانوں میں بھی اس قانون کے ترک کر چکے ہیں مثلاً کاپ آف کر کے قریبی قریبی اہل قریبی کا لکھنا اس کے لئے وضع کئے گئے تھے اور یہ قانون اب میری صحت کے مندرجہ کے لئے نیا دھندل نہیں ہو سکتے اب جو ام اور سڑک کے پاس سے میں غصہ کرتا ہوں ہو چکی ہیں اس لئے ہمارے یہی نقطہ نظر سے نیا دھندل ہے کیا آپ اس بارے میں اس کے ناسخ کر اس وعدے کے تبدیل شدہ دوسرے کے لئے اس قانون کو اس کی کوئی نئی شکل میں نافذ کرنا چاہیں گے؟

مولانا سائے محترم : آپ میں میری صحت کا فکر ہے یہی آپ کا کیا خیال ہے کہ

اس میں میری صحت میں ہرگز کوئی تبدیلی کے اندر اور خود اس ملک کے اندر میں یہ اسلامی قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا ہے کیا اس کتاب جو ہم کی رفتار (CRIME RATE) بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟ — کیا خیال ہے آپ کا؟

ولیم کراسے :

In many countries it is increasing.

زیادہ تر ملکوں میں یہ رفتار بڑھ رہی ہے۔

مولانا کے مختصر تم : ہمارے وہی صورت پنجاب کے بارے میں جو پچیس دہائی کے
 حال میں نشانے ہوئی ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف ایک جھجھکی میں دو سو قتل ہوئے ہیں
 اور یہ مقدار جو ہم پچھلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی اور دو سو سے قتل یا زخمی ہونے میں مقدار
 جرائم کے بارے میں آپ جانتے ہی کہ اس وقت کیا ہے اور کتنی تیزی سے بڑھ
 رہی ہے۔ — اب سوال یہ ہے کہ کسی معاشرے میں جرائم کا موجود رہنا کیسی اچھا ہے!
ولیم کرائے : ”اچھا نہیں ہے!“ (یہ جواب اردو میں دیا گیا)

مولانا کے مختصر تم : اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ آپ کے وجود و تقریری قوانین
 (Criminal Laws) جرائم کے نقطہ میں کون کون سے ناکام ہو چکے ہیں۔ یہ
 نہیں بلکہ ان میں اضافے کے درجہ ہی رہ چکی۔ اس کے برعکس ایک کلاں ملک میں
 جہاں اسلام کا قانون صرف ایک مذہب کی نافذ کیا گیا ہے۔ مین جی جی، اس کی تقریر
 نافذ کی گئی وہاں اس شے جی کی کاغذ کر دیا ہے۔ وہاں کیفیت یہ ہے کہ اگر آپ اپنا
 کلاں ملک پر چھڑ کر چلے جائیں اور تین دن کے بعد واپس آئیں تو وہ آپ کو دیوانہ
 سے لگا کوئی اس کو تھو نہیں لگائے گا۔ — اگر آپ اپنا کلاں ملک پر چلے جائیں
 اور کئی پختے بعد واپس آئیں تو آپ کو سارے کلاں میں تین دنوں سے لگا کوئی شخص
 لکھریں داخل نہ کریں ہوگا۔ — یہ صورت اس چیز کا نتیجہ کہ سوائس اس میں
 ان نزاعوں کے نفاذ پر شروع میں جو چند ہفتہ لگائے گئے ان کی وجہ سے چوری کا وہاں خاتمہ
 ہو گیا۔ — تو کیا چند عیسائیوں کے ہفتہ لگائے کہ چوری خاتمہ ہو گیا ہے؟ یہ بہت بڑے

کہ عیروں کو جیل بھیج بھیج کر ان کو عادی ٹھہرا جائے۔ وہ جیل سے نکلے تو پھر جیسی کیل
اور پھر جیل جہان حقیقت یہ ہے کہ آپ کے موجودہ تعزیری قوانین جرائم کی پیدائش کر رہے
ہیں لیکن یہ اسلامی قوانین کے خلاف کے ساتھ جرائم کو ختم کر سکتے ہیں۔ آپ کیا بہتر ہے کہ
ہم جرائم کو ختم کر دیں یا بہتر ہے کہ جرائم ہوتے رہیں۔ انہماں کے نو ذہنوں کی کوئی
تعمیر نہ کی جائے!

ولیم کراسے : جدید معاشرے کے حالات و احوال بہت بدل چکے ہیں۔ ہمیں اس
سزا کا تصور بدل چکا ہے۔ داخلی اسلامی ریاست میں اور موجودہ عدالت کی جدید ریاست
میں ہٹاؤنی سزا ہر جگہ ہے۔ سب سے بڑے کے معاشرتی حالات اور ٹکا گراؤ نے اس کے لیے
بڑے بڑے شہروں کی معاشرتی کیفیت اور ساخت بالکل مختلف ہے۔ اس لیے ایک
محدود شہری نظام کے لیے اس اسلامی سزا کی بنیاد بھی تھیں تو موجودہ بڑے بڑے شہروں
کے لیے کسی طرح کا سامان ہو سکتی ہیں بلکہ ان کے جرائم کا سزا ہونا ایک عدالت کی بنیاد پر
انہماں میں سزاؤں کا عمل نافذ کوئی آسان کام بھی نہیں۔

مولانا سید مختار : آپ کا خیال ہے کہ ٹکا گراؤ اور بڑا بڑا جیسے بڑے بڑے شہروں
کی معاشرتی زندگی (۱۶-۱۷-۱۹۵۰ء) میں ایسی ہے کہ ان کے اندر جرائم کا ہونا
ایک نئی چیز ہے۔ اس لیے اس حالت کے خاتمے کے لیے ہاتھ کاٹنے جیسی سزاؤں
کا نافذ ایک غیر ترقی پسند لانا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ عمل ٹکا گراؤ میں نہیں لگایا
خیال ہے کہ کہ ایک ہو سکتا ہے اور اگر صورت چوری ہو تو ہاتھ کاٹنے کا قانون جاری کر دیا

جائے تو غیر یارک اور شکارکو جیسے شہروں بلکہ پورے ملک میں چوری کا ارتکاب کم ہوگا
 ہے اس کا کل مندرجہ ذیل صورت ہی صورت میں لکھی ہے بلکہ یہ ایسا ہی اور معافاتی نظام
 اسلامی خطرہ پر قائم کیا جائے لیکن اسلامی سزاؤں کے نتیجے میں بھی اس میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔
 —————
 ہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ اسلام کی تحریک نہ صرف مسائل معاشرے سے

برائے کام کا مکمل انسداد کر سکتی ہیں اور یہ یہاں تک کہ پاکستان کے اندر اسلام کا مکمل غلبہ
 حیات جاری ہو اور اسلامی قوانین نافذ ہوں پھر ہم دنیا کو بتائیں گے کہ ہمارے یہ برائے
 کس طرح ختم ہو گئے ہیں بلکہ میں اس بات کا سوچتا ہوں کہ ہم پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کو لائیں
 قریم کو دنیا پر یہ بات ثابت کر دیں گے کہ اسلام کو دنیا میں ایک جدید سیاست بن گئی
 ہے اور دنیا میں یہ طریقہ ہے چلی گئی ہے۔ اور اسلام کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا
 ہے جو جرائم سے پاک اور امن و امان کا گہوارہ بنتا ہے۔

ولیم کر اسے : لیکن میرا خیال یہ ہے کہ روایتی اسلامی قانون کا یہ سپورٹ ہے کہ میری
 صدی کا انسان اس کو قبول کرے نہیں وہ اس کو قبول کرتا ہے یہ اس دور سے نہیں کہ اس سزاؤں
 کا تعلق اسلامی قانون سے ہے اور اس کو قبول کرے نہیں یہ کسی نصیب مانع ہوتا ہے بلکہ اس
 کی وجہ یہ ہے کہ جدید دنیا کے لئے کسی جرم پر ایک شخص کا ہاتھ کاٹ کر اسے ایک عنصر سے
 محروم کر دینا ایک دنیا میں محسوس ہوتا ہے اور شاید یہ اس جرم سے بھی سنگین نوعیت کی چیز
 ہے۔ اس بنا پر بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ مسئلہ کی طرف سے کئی شخصوں کی جان لیوے کا اقدام
 بہ حال ایک فیصلہ کی نوعیت دکھاتا ہے اس لئے یہی کہتا ہوں کہ قزوینی مسئلہ کے ایک نظام
 کو خواہ وہ اپنی جگہ پر مضبوطی تھا، جدید عدلیہ مانع گناہ کھلیب کی بات اسلام ہوتا ہے۔

مولانا کے مختصر : میرا خیال ہے کہ آپ کی کتاب تہذیب کو چھاپ جود تہذیب
 کہتے ہیں، جسٹی ہندوئیوں کے ساتھ ہے اتنی ہندوئی ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں یہ
 ہرم کا کتاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا بچہ کوئی خوراک کے بعد آچا اور چھوڑ کر
 اطلاع دیتا ہے کہ اتنے میں ڈال جائے دوسرے دوسرے تو میں ہلے گا خدا سے قتل کرنا
 جائے گا اور بعض اوقات وہ ایسا بھی کرتا ہے، کتاب کا کیا خیال ہے کہ اس طرح کے
 آدمی کو پکڑ کر کوئی سخت سزا دی جائے۔ مثلاً اس کا ہتھکڑ لگا دیا جائے یا اس کی گردن
 لٹا دی جائے تو کیا یہ ایک وحیاء فعل ہوگا؟ میں آپ کے نزدیک جانتی ہوں کہ یہ
 ہے عروم کو دینا کوئی وحیاء حرکت نہیں۔ البتہ اس حرکت کے ذریعہ اس کے جرم کا سزا
 دینا وحیاء اور انکسلا دھن ہے جس کی کم از کم یہ بات کہ ذرا دلی نہیں یعنی چاہیے آپ کی
 ماسی ہندوئی اس شخص کے ساتھ ہے جس نے ایک سیرداد اور غیر فانی فعل کے ذریعے سے
 پتہ آپ کو متوجہ رہا ہے اور اس شخص کے بارے میں آپ نے کوئی چیز نہیں علم
 سنگھ کی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔۔۔۔۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کے متوجہ کے اندر جرم
 کا کتاب کے متوجہ کے اس دھوکے کی بات کرتا ہے وہ اس کا حق ہے کہ اس
 کو اتنی سخت سزا دی جائے کہ وہ سب کو اس سے جہرت ہو اور وہ اس قسم کے جرم کے
 کتاب کی جہرت دیکھیں۔ یعنی ہر ایک متوجہ متوجہ متوجہ نہیں ہے بلکہ وہ کتاب
 ہرم کو دیکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ وہ ہم کو دیکھنے بھی کرتی ہے چنانچہ ہندی ہندوئی ہرم کے
 ساتھ نہیں ہے بلکہ اس شخص کے ساتھ ہے جس پر کتاب جرم کیا جاتا ہے اور اس متوجہ

کے ساتھ ہے جس کے اندر اس کتاب پریم سے بنا ہواری اور ہم مختلف کی کیفیت پیدا کی جاتی

You think it is more social and . . . more cultured to be a criminal,
It is human to kill a man and it
is inhuman to kill a murderer.

ابھی پچھلے دنوں امریکی میں جو بحث کا جو ماحول پیش آیا ہے وہاں کے علم میں برکات
جو ملک میں کو اخراج کے لئے کئے اور جنہوں نے اس کو اس حد تک جو تمام شائبہ کیا کہ
اس نے جسک پر لاکھ لاکھ دوسرے تمام کتاب کتاب کی پوری۔ آپ کے نزدیک
وہ لوگ تو بہت مہذب اور CULTURED ہیں لیکن ان لوگوں کو لگا کر
مزدوری مانگے کرے تو غیر مہذب نہ ہوگا۔

ولیم کرائے : اس کے باوجود یہ سمجھنا کہ اس میں جیسے قدیم مذہب اس میں
مفسوس غلطی کے اس پہلو کو سمجھنا اس بات کا کافی بننا بہت مشکل سی بات ہے کہ
مذہب کے ساتھ غیر مہذب، لیکن گھر اور غیر ترقی یافتہ قسم کر دیا جائے کہ اس میں اس
قسم کی انتہائی سزاؤں کو دیا گیا جائے جو آپ یہاں دے رہے ہیں۔

مورانا کے مترجم : بات حال ہے کہ آپ کے ماحول میں جو قسم کے جرائم ہو رہے
ہیں۔ آپ نے ان کے ساتھ کیا کرنا ہے وہاں کے ماحول میں جینا چاہتے ہیں، گرا
آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی سسٹم میں لوگوں کو قتل کیا جائے کہ ہے اخراج کر دیا جائے
بھی ہوتی رہیں، تو ان کے بھی پڑتے ہیں، لوگوں کا گھروں کے اندر اطمینان سے رہنا

لینا بھی مشکل ہے۔ لیکن میں نے کسی چیز کو ختم کرنے کے لئے کوئی سخت اقدام نہ کیا
 جیسے کہ لوگوں نے آپ کے خیال میں تہذیب کے خلاف ہے اور اس سے وجودِ ہندو کے
 مہذب انسان کی ترقی نہیں ہوتی ہے۔ — فیہدک میں اس وقت حالت یہ ہے کہ
 انکسارات کے وقت اگر کسی کو کوئی عزیز یا دوست لگتا ہے کہ اس نے قوم کو کسی سخت خطرے سے
 نہیں بچا ہے گا کہ اسے وہاں سے کوئی ناکارہ لگا۔ — اس قسم کے خوف و دہشت کے
 درمیان آپ لوگ ایسا کر رہے ہیں لیکن اس صورت حال سے آپ نے سمجھو کہ
 Compromise کر لیا ہے اس کو دیکھ لے کہ لے آپ تیار نہیں آپ کا خیال
 یہ ہے کہ اس کی ترقی نہ ہو گی ہے اور اس چیز کے ہوتے ہوئے آپ انکسارات اور مہذب بھی
 ہیں لیکن اگر اس پر ہم وقت کی زندگی کر رہے ہیں کہ کوئی سخت قدم اٹھایا جائے تو وہ
 آپ کے نزدیک تو وہی کٹھن ہے۔ — لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں
 ملے تو ہم اس کی ترقی کر سکیں کہ دنیا کو دکھائی کہ اس طرح ایک پر امن ماحول
 Peaceful Society وجود میں آئے جو ماحول مہذب اور امن
 بھی ہو گا اور اس ماحول کا جو لہ بھی اس کے قیام کے بعد آپ کہیں سارے نام نہاد
 جو یہ خصوصیات و لوازمات رکھتا ہو گا اور یہ بھی چاہئے کہ — جہاں آرام
 اس کی نظام نہ کی کہ حال اور اسے دنیا میں قائم کر کے اسے آزاد و مندرجہ کر اس پر
 ہے نہیں کہ وہ ہر واقعہ میں مذہبی یا فنی نظام ہے اور اس بنا پر اس کے خلاف بھی کثرت ہے
 بلکہ اس کو ہم اس پر ہے ماحول میں کہ اسے ایک ماحول اور ماحول نظام ہے اور یہ

ایک بالکل۔ ذاتی انصاف اور عقلی بات ہے کہ سوشلسٹی کو قائم کیا جاتا ہے۔
ہمارے نزدیک معاشرہ بننا یہ ہے جس کے اندر جو لوگ پرورش پائے ہوں اور لوگوں
کی بہبود اس پر مبنی ہوگی اور نہ کہ وہ جس پر مبنی ہوگا انتخاب کیا گیا ہو۔

اسلام اور جمہوریت

وہیم کرا لے : میں نے کسی مسلمان اقلیت میں یہ اصول نہیں سنا تو انہیں نہ
نہیں بلکہ یہ راجح اور پایا جاتا ہے۔ اس مسئلے پر گفتگو کا طریقہ عقلی کیا ہوا جلد وہ کسی
عقیدہ پر مبنی قانون پر مبنی نہیں رہے گا، اس پر اس کی گارنٹی کے تحت کوئی اقدام نہ لے گا۔

NonMuslim State : مسلمانوں کی زیر سرپرستی
میں بہت گئے تو ہم اس ریاست میں کوشش کریں گے کہ وہ اس کے لیے ایک
کے خیالات کو تبدیل کریں اور وہ اس کے ساتھ اس کے اسلامی نظام زندگی کی ضرورت اور زندگی کا
قائم کریں اس طریقے سے جب ہم اکثریت کے خیالات کا دائرہ ان کو تبدیل کریں گے اور
لوگوں کو اسلامی نظام زندگی کا دائرہ کریں گے تو اس اکثریت کی بنیاد پر وہ نظام تبدیل کیا
جائے گا۔ یہ نظام جو جمہوری نقطہ نظر سے بالکل درست ہوگا، یہاں ریاست کے اندر
فرقہ پرورہ رائے سے کوئی انقلاب نہیں آئے گا۔

وہیم کرا لے : کیا آپ کے خیال میں جمہوریت کی اصطلاح سوشلسم کے اندر سمجھاؤ
پائی جاتی ہے !

مولانا کے محترم:

Yes, but not in the western meaning. In Western Political Philosophy sovereignty rests with people, but in Islam it rests with God.

میں ہوں، لیکن اہل مغرب کے نظریہ کے مطابق نہیں۔ مغربی فلسفہ ریاست میں اقتدار
 اللہ کے ایک پرستہ پر لیکن اسلام میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو ملتا ہے۔ لیکن اس
 بنیادی فرق کے باوجود ہمارا نظام حکومت ایسا ہوگا کہ اس میں ریاست کے سربراہ کا انتخاب
 لوگوں کی اکثریت رائے کے ذریعے سے ہوگا۔ لوگوں کے ناکہ سے اس کی رائے کے منتخب
 ہوں گے۔ اس پر لیٹل اس منتخب ناکہ دین پر شکل ہوگی۔ اس کی حکومت تمام ان اس کا
 اعتماد رکھو۔ چنے کے بعد قائم نہیں رہے۔ لیکن اس حد تک جمہوریت ہمارے ہاں ہوگا
 ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت کی شری جمہوری طریقے پر
 اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین کو نافذ کرے گی۔ تمام ان اس خود اقتدار اعلیٰ نہیں ہوں گے۔
 ولیم کو اسے: کیا اس وقت میں ضروری ہے کہ صحیح اسلامی جمہوری ریاست اپنی جاتی
 ہے؟ اپنی قریب میں ایسی کوئی ریاست موجود تھی؟

مولانا کے محترم: اگر فرض کیجئے کہ کوئی ملک میں اس قسم کا اسلامی جمہوری نظام نافذ
 ہو، یہ تو ان کو طلب نہیں ہے کہ اسلام کا دیا ہوا جمہوری تصور ریاست اور قانون

حکمرانی، فقہی، جبر، جبریت، حال، ال، ملکوں کی عقل کا نتیجہ ہے، اسلام میں کلمہ ہے پر مبنی۔
 اسلام کے جدیدی نظام کو رائج نہیں کرتے چنانچہ ہادی کشش یہ ہے کہ اسلام میں نہیں
 بھی وہ ہیں بعض نام کے علماء Professing Muslims، مگر ہیں
 جبرائیل ہیں (Practicing Muslims) نہیں۔

ولیم کراٹے : آپ جس قسم کی اسلامی ریاست کا تصور پیش فرما رہے ہیں، اس کی
 نمایاں خصوصیات اور بنیادی خصوصیات کیا ہوں گی اور آپ موجودہ صدر کی حکومت کا
 نظام کی غلطی پر استوار کریں گے؟

مولانا محمد عظیم : اگر آپ جماعت اسلامی کے منشور (Manifesto)
 کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہی طرح معلوم ہو جائیگا کہ ہم اسلامی اصول، حکمرانی پر مبنی ہیں۔
 حکومت کس طرح قائم کریں گے اور اس کے نمایاں خصوصیات کیا ہوں گے، جماعت اسلامی
 کا منشور انگریزی زبان میں چھاپا ہوا موجود ہے، عہد آپ کو یہ یاد آجائے گا، آپ اس کا
 مطالعہ کر کے اس میں ناخوش جواب پائیں گے۔

اسلامی معاشرے عورت کے کامقام

ولیم کراٹے : ایک اسلام سکولر ہے جس کے معاشرے میں عورت کو اپنا اپنا مقام
 اور وہ سکولر ہے جو سماجی میں حکومت کے نظام اور عیشت کے اس معاملے میں اسلامی اقدار۔
 مغرب کی صنعتی طور پر ترقی یافتہ معاشرے کی اقدار کے قطعی مختلف اقدار ہیں۔ آپ

کی رائے کیا ہے اس معاملے میں اگر کیا ہو دینیہ کے جسے برے حالات اور بدیہ بنوں
تقدم کی روشنی میں معاشرے کے اخلاقی حالت کے پاس میں اس کے نقطہ نظر میں کوئی
ترقی پسندانہ تبدیلی نہیں ہے؟

مولانا نے عرض : دیکھئے آپ کے خیال میں آپ کی جو بدیہ تہذیب اور ماہرین
پھر آپ کہتے ہیں کہ تہذیب اور اخلاقیات لایچیک سٹانڈرڈ Standard ہے
اسی سادہ سادہ ہر تہذیب و ثقافت کو کہتے ہیں کہ اس کی رائے رائے
آپ اپنی میں تہذیب اور پھر کہنا کہ اس کی ہی تعریف کرتے ہیں یہ کہتے
ہیں کہ یہ ایک سادہ Backward اور سادہ چیز ہے اسے تہذیب کہہ رہے ہیں
آپ کی پوری سوسائٹی کو اس آپ کے ہر سے نقطہ نظر سے کہہ رہے ہیں کہ اس کو ایک
کو اپنی سوسائٹی میں رہیں اسے بھی تہذیب کہہ رہے ہیں۔ آپ کی جو بدیہ تہذیب یہ ہے کہ آپ
نے اپنے ہاں سماجی نظام کو اختیار کر لیا۔ آپ نے محنت کا اور تمام سوسائٹی کے
اند میں یہی اس کا تجربہ ہی نکلا ہے تاکہ آپ نے محنت کے اخلاق بھی برادے اور
مردوں کے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ اخلاقی باتوں کی انتہا تک گزرا۔ یہ آپ کا چاہتے ہیں کہ
ہم بھی وہی تک گزریں وہی اس کے لئے یہ نہیں ہیں۔ ہم اپنی سوسائٹی کو اس تمام باخبر
سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کی اخلاقی سوسائٹی میں پاکی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک ترقی
Progress اور چیز ہے اس کا نام اخلاقی سوسائٹی کی بری حالت کا طور اور چیز ہے۔
ہم Progress اور development (کے نام پر) اسے کہہ رہے ہیں اور ہم صرف اس کی

کے دھن میں ٹنگ میں نہیں ہیں میں آپ کہ چوری۔ یہاں کہ غلط جگہ ہیں اس کے بجائے
 ہم اپنے اصول پر تیور کرتی کریں گے۔ احمدی کے اصول میں تیور کرتی ہوگی؟
 ولیم کراسے: کیا آپ جگہ ہیں کہ محبت کا مقام ہر حال میں اس کے گھر کے اندر ہے
 اس کا معاشرتی زندگی کے جملہ معاملات اس کے شعور سے ہی وابستہ ہونے چاہئیں اور
 وہ دوسرے اصول سے وابستہ نہیں رہ سکتی۔ اس محبت میں کیا آپ نے بھی پسند نہ کریں گے۔
 کہ محمد قی کا کڑا اسطاعت نہیں؟

مولانا تھے محرم: جی ہاں، اسلامی اصول معاشرت کا اندازے محبت کا مقام اس کا
 گھر ہے اور اس میں ہماری حیثیت ٹنگ میں خود قرار ہے۔ ابتر یہاں کہ اصول کے ظہور ہونے
 اور انکڑا اصول دینو بننے کا سوال ہے تو ہم نہ صرف اس کو دست جگہ ہی بلکہ ضروری
 جگہ ہیں۔ ہم اپنی خرافات کو اپنی تقسیم دلاتے ہیں لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ تقسیم ہٹ کر لے کے
 ہاتھ دیا کیسے محبت جگہ ہے کہ اس کا اصل حال کہ اس کا گھر ہے۔ یہی خرافاتی ٹانگ
 بھی نہیں کی ہیں وہ خود قرار کا طعن کریں کہ اصول کا نہیں۔ ہم محمدی کا ٹانگہ اس سے
 ضروری جگہ ہیں کہ وہ محمدیوں کا علاج کریں اور محمدیوں سے ملانے والا ہٹے۔
 ہم یہ چاہتے ہیں کہ محمدی اعلیٰ تقسیم حاصل کر کے مسکات اور اپنی ٹانگہ اور زانو پر قابض نہ
 نہیں بلکہ ہڈی پھرنے کا اعلیٰ تقسیم ہو سکے۔ یہ نہیں چاہتے کہ ہڈی کا قتل کو روک دیتی
 جتنا نتیجہ ہمارے ملک میں ایسے بے شمار کالے لہجہ ہیں جو میں صورت خرافات پہنچاتی ہیں اور تمام
 علم و فنون کی تقسیم دیتی ہیں وہ سائنس کی پڑھاتی ہیں اور دوسرے جہاں علوم بھی سیکھ کر

دوسرے شعبوں میں بھی جہاں ضروری ہو ہم اپنی غرض کی کوئی تعلیم قابلیت سے کام لے رہے ہیں۔
 لیکن اس سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ہم اس اصول کو ہرگز تبدیل نہیں کریں گے کہ اسلام
 محبت کا اہل مقام اس کا گھر ہے۔ اسلامی محبت سے ہی جو بھی کام لیں گے وہ اس کے
 گھر کے افراد اور جگہوں کی سوسائٹی کے اندر میں لگے۔ اس کو عدل کے اندر نہیں ہے۔ ہم لگے
 ولیم کرائے : جیسا کہ آپ نے فرمایا یہ محبت ہے کہ مغربی سوسائٹی میں خاندانی نظام
 انتشار کا شکار ہے لیکن اسلامی قانون کا یہ پہلو ہی جو مطلب ہے کہ اس میں طلاق کے ذریعے
 خاندان کے بندھن کا ختم کر دینا بہت آسان ہے، خاص طور پر اگر وہ نہیں دانتے پہلے تو ایسا
 ہی ختم کیا یہ چیز محقق کے لئے عام تحقیق کا سبب نہیں ہے۔

مولانا نے فرمایا :

In spite of this easiness, the divorce-rate in our country is very low, rather negligible, but it is very high in Western countries, where the family system is entirely shattered. I have seen myself what is the condition of western society and western culture.

مطلق میں اس آسانی کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے ان ملاقوں کی شرح بہت
 کم ہے بلکہ ہونے کے برابر ہے جبکہ مغربی ممالک میں یہ بہت زیادہ ہے۔ اس میں خاندانی

نظامِ کل میں یہ تباہ ہو چکا ہے۔ میں نے مغربی معاشرے کی اس صورت حال کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، چاہے اس سے ان کو کچھ اتفاق سے غلط فہمی میں آتا ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس پر ہم میں ان کو ہمدردی کا اہل سا محسوس ہوتا ہے۔ اس طرح طلاق ہمارے ہاں آسان ہو گئی ہے۔ بلکہ خود بخود 50% سے بھی زیادہ گھٹ کر 20% ہو چکی ہے۔

ولیم کرالے : مغربی سوسائٹی میں طلاق کی کثرت عورتوں کے لئے کہ زیادہ بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ وہ معاشرتی طور پر آزاد ہیں اور مرد کی حمایت نہیں ہیں، جبکہ اسلامی معاشرہ میں عورت کی یہ پوزیشن نہیں ہے۔

مولانا سائے ظہیر : آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اسلامی عورت اپنے آپ سے وراثتی ہے، اپنے شوہر سے اور اپنے بیٹے سے بھی اس کو حصہ پہنچتا ہے اور اس طرح ہر شکل میں بھی اس کو کچھ وراثت ہے۔ وہ اس کی خود ملکیتی ہے اور اس کا شوہر آپ کا بیٹا یا کوئی اور شخص اس کو اس سے محروم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک عورت کا شوہر اگر کوئی اور ایسا انسان ہے جو ذات کر سکتا ہے جس کا ان کا خالق نے ایک عورت سے اس طرح اس کو مستقل طریقے سے جو سائنسی آزادی حاصل ہو گئی ہے جس کو تسلیم کئے ہیں لیکن یہ اس کی ایسی سائنسی آزادی کہ دست نہیں بکھڑے جس کے نتیجے میں وہ بالکل آزاد رہ جائے اور جس کے نتیجے میں معاشرے کے اندر طلاق کی اس طرح بھڑک بھڑک جیسی کہ مغربی معاشرہ میں ہوتی ہے جس کو سائنسی Divorce Rate اس قدر بڑھ جائے کہ وہاں اس کی

مولانا کے مختصر : بھائی اہم ترین ہے چھوٹی لڑکی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے کی وجہ سے اس لڑکی نہیں ہے اس کے پیشتر جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان آمد و رفت تھی اور لڑکی آتی جاتی تھی تو اس زمانے میں ہندوستان کے تمام پرنسپلز اور دینی و علمی مرکز کے ساتھ ہمارے تعلقات بلا تعلق تھے۔ چار سو سال قبل مولانا نے کتب و زبان جاتی تھیں اور وہیں سے کتب اور رسائل و جرائد ہمارے ملک میں آتے تھے اس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ہمارے ثقافتی و باطنی وابستہ ہے۔

ولیم کرانے : کیا آپ ہندوستان کے موجودہ حالات میں بھائی مسلمانوں کی اخلاقی مدد کا یہ سنا کرنا چاہتے ہیں؟

Moral

مولانا کے مختصر : اصل اہم بھائی مسلمانوں کو اخلاقی و

Support

دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی دلتے مار کر اس بات پر توجہ دیا جائے کہ ہندوستان میں مسلم کشی کو روکنے میں پاکستان کا کام ہے اور بھائی حکومت پر یہ دباؤ لگائے کہ وہ وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ صلہ و انصاف کرنے کا کام لے۔ ہمارا ہندوستان پر یہی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ یہاں سے کہتے ہیں کہ ان کی پس منظر و ملکی کی ہمارے ہے، غلط فہمی یا نہیں، بھائی کی نسل کی تباہی ہے جو کہ تمام تھوڑے کے چاروں کے مطابق بھی جرم ہے لیکن چونکہ بھائی کی حالت ہے اس لئے اس سے یہ نہیں ہرچھا جاتا کہ وہ اپنے شہر میں کے ساتھ مل کر کوئی کام کرے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی دلتے مار اس معاملے میں بھائی پر اپنا اخلاقی و باطنی اثر لگائے کہ اس نسل کی تباہی کو روکنے کے لئے

چند باتیں۔ مولانا کے حالات و مصروفیات کے بارے میں

ولیم کراے : اب ہفتاتی آپ کی وفاق زندگی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔
آپ نے پریزنگ وینک یا سٹی ٹیکسٹریٹری میں ٹیچر سولی ادا کیا ہے۔ آپ کی
سیاسی زندگی کا آغاز کب ہوا؟

مولانا کے محترم : میں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز ۱۹۱۹ء میں کیا جب کہ میری
عمر سال کا تھی۔

ولیم کراے : غالباً آپ نے اس تعلیمی تحریک خلافت میں حصہ لیا ہو گا۔ اسی کا
زمانہ برہانپور میں تھے؟

مولانا کے محترم : جی ہاں میں نے تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ میں اس زمانے میں
ولیم کراے : کیا آپ وہ بندے بھی ثابت ہو چکے ہیں؟

مولانا کے محترم : نہیں۔۔۔۔۔ میں بالکل دلی کاربندہ والا ہوں اور میں نے
نقیصہ جیسے آباد کوئی نہیں پایا، اس کے بعد جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو میں دلی میں تھا۔
میں اس تحریک میں کام کرتا تھا۔ میری بلکہ ٹیچر ہوا کہ اس تحریک کے ذریعے تحریک خلافت
کے ارکان اور ان کی تشریح کا کریس کے درمیان جو رابطہ اور تعلق رہا وہ چلتے والی چیز نہیں
تھی چنانچہ ۱۹۲۱ء میں کاگریس اور تحریک خلافت کا قیام کیا گیا۔

ولیم کرائے : آج کل جبکہ آپ پر جماعت اسلامی کی قیامت کی خبریں جاری ہیں وہ
 آپ کے مشاغل کیا ہیں؟ کیا آپ ایک بزرگ سیاستدان کی حیثیت سے جماعت کارکنوں
 میں شریک ہیں یا محض تصنیف و تالیف کا کام کر رہے ہیں؟

مولانا کے محترم : میں اپنا کمزور صحت کی وجہ سے جماعت کارکنوں اور مجلسوں میں
 زیادہ حصہ نہیں لے رہا ہوں۔ بس صرف لکھنے پڑھنے کے کام میں مصروف ہوں۔

ولیم کرائے : آج کل آپ کیا تصنیف کر رہے ہیں؟

مولانا کے محترم : آج کل میں "لائف آف دی پہلی پرافٹ" لکھا گیا ہوں۔
 اسے میں ایک نئے طریقے سے لکھ رہا ہوں جو اس سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا ہے۔
 آج کل میرا ملازمت اسی کام میں مصروف رہا ہے۔

ولیم کرائے : تب تو ایک طویل کام ہے مولانا کے محترم : کیا ہاں۔
 ولیم کرائے : آپ کو اس بارے میں کیا ہائے ہے کہ اس قسم کے تحقیقی کام میں تاریخی
 تحقیق کے جدید اصول اختیار کئے جاسکتے ہیں؟

مولانا کے محترم : آپ کو اپنی تحقیق و مطالعہ کے جس دائرہ کے مسلم کا حوالہ دے رہے ہیں
 برا خیال یہ ہے کہ اس کا مقابلہ میں ہمارے ان جو تاریخی تحقیق ہے اس کا دائرہ وسیع ہے
 سکارڈر کچھ خیال بھی نہیں آیا ہو گا۔ ہمارے ان میں طریقے سے روایات کے تحقیق و تجزیہ
 چنانچہ چٹاک کے بعد قبول کیا جاتا ہے اس کا انجام اس میں بڑے سے بڑے گائے تاریخ
 نے کبھی نہیں کیا۔ ہمارے ان روایات کی صحت کو اصل میں یہ جاننے کے ساتھ ساتھ ان کی

اسنا وہی تحقیق کہ جاتی ہے اور عیب و بات نہایت بڑھتی ہے کہ ان کی سنہری طرح متعل
 ہے اور اس میں سے کئی کئی غائبہ دگر جو نہیں ہے تب اس عذرات کو قبول کیا جاتا ہے۔
 اساوینہ اور کتب سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تمام اذنیات کو اس پرانی
 تحقیق پر جانچنے کے بعد ان کو قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ آپ کے موجودہ دیباچہ سکا کذا اس
 طرز تحقیق سے بالکل نا آشنا ہیں۔

ولیم کر لے : میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس تحقیقی وقت میں سے یہ
 گرانقدر کلمات مجھے عطا فرمائے۔ یہ میرے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔ اب میں آپ
 سے اجازت چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

مولانا کے لکرم : آپ سے ملاقات میرے لیے بھی بامقصد سرست ہے۔
ولیم کر لے : خدا حافظ! یہ خداوندوں میں ملا گئے گئے۔
مولانا کے لکرم : خدا حافظ۔

اسلام کس چیز کا علمبردار ہے؟

پروردگار تعالیٰ کے آقا میں سے ایک نبی
 آتے ہیں کہ طرف سے اللہ کی ایک
 نیک سزا کی دعوت کو انفرانس میں پہنچا
 تو وہ طرح پر بھی میں میں شرکت کہ اللہ
 کی حق۔ مگر اللہ کے باعث نہایت بڑے
 انہوں نے مقالہ لکھ کر وہی لکھا دیا۔
 جو امر چاہی کہ انفرانس میں پڑھ کر
 سنایا گیا۔

۱۔ ابتداً یہ کتاب وضاحت کرنے کا مقصد ہے کہ کس سے عقیدے کے خلاف اسوہ
کسی دینے والی نام میں ہے جسے پہلی مرتبہ اس کی وضاحت و تعلیم کی گئی تھی اور
اسی بنا پر آپ کو اپنی اسوہ کے متعلق جو قرآن (اس سر کی پوری وضاحت کرنا ہے کہ
قرآن کی طرف سے قرآن انسان کے لیے بیشک ایک ہی دین بھی لایا گیا ہے اور وہ ہے
اسوہ یعنی خدا کے آگے سب امتوں کا رہنما دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف قوموں
میں جو انبیاء بھی خدا کے بھیجے ہوئے آئے تھے وہ اپنے کسی ایک دین کے اپنی
نہیں تھے کہ ان میں سے کسی کے لئے ہوئے دین کو قبولیت اور کسی کے دین
کو ان کی صحت یا عسویت یا عیسائیت کہا جاسکے۔ بلکہ ہر آئے والا انجیاسی ایک
دین کو پیش کرتا رہا جو اس سے پہلے کے انبیاء بھیجے گئے پہلے گئے تھے۔

۲۔ عقیدہ میں سے جو عقلی عقیدہ و حکم کی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ خدا
کے امر کی نئی چیز (۱) ان کے نزدیک سے خدا نے اسی اصل دین کو پھر تازہ کر دیا
جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا (۲) اس میں جو ائمہ تھے مختلف مذاہب کے لوگوں نے
کے ایک ایک مذاہب (Judaism, Christianity, etc.) پہلے تھے ان سب کو خدائے
پہچانت کر لیا کر دیا اور ان کی عقلی عقیدہ و حکم کے عقیدے سے اصل اور خاص
اسوہ کی تعلیم قرآن انسان کو دی (۳) ان کے بعد جو لوگ خدا کو کوئی نئی چیز نہیں
تھا اس لیے ان کو جو کتاب اس نے دی اسے اس کی اصل زبان میں عقیدہ و حکم
مقرر کر دیا۔ ان کتابوں پر زمانے میں اس سے جاہلیت حاصل کرتے قرآن مجید

کے حقوق یہ امر پر شک و شبہ سے بلاشبہ کہ یہ ہر کسی تیل و تیل کے ٹھیکہ کی
قرآن مجید ہے جو حق مقلد علی و علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ اس کے نزول کے وقت
یہ سے آنحضرت مقلد علی و علیہ وسلم اس کو کھولتے رہے تھے اور یہ ہندو آپ کی
وفات تک جاری رہا۔ اس کھل قرآن مجید کو آپ کے ہاتھ علیہ نے ایک کتاب کی
شکل میں نقل کر کے محفوظ کر لیا اور پھر تیسرے علیہ نے اس کی نقیب و مستند بنا
کے تمام مراکز میں بھیج دیں۔ اس وقت سے کہ کراچ تک ہر ملک اور ہر صوبہ
کے مکتوبہ اور مطبوعہ قرآن بھیج کر کے دیکھ لیا جاتے، ان میں کوئی فرق نہیں دیکھنے
کا۔ اس کے علاوہ تادمی قرآن مجید پڑھنے کا حکم آنحضرت مقلد علی و علیہ وسلم کی
رسمت کے پہلے کیا دن سے دے دیا گیا تھا۔ اس بے شک و سہارا کرام
نے پورا قرآن مجید اور تمام صحابہ کرام نے اس کا کوئی ذکر نہ کیا تھا۔ آنحضرت مقلد
علی و علیہ وسلم کا زندگی ہی میں یاد کر لیا تھا۔ اس وقت سے کراچ تک قرآن مجید کو حفظ
بغیر یاد کرنے اور ہر سال رمضان کی تلاوت کرنا ہی پورا قرآن مجید نہائی کتابت
کا سہل پوری و اسلامی دنیا میں رائج ہونا شروع ہے اور ہر زمانے میں لاکھوں حافظ موجود
رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب بھی اس طرح نہ تھی کہ اس میں مکتوبہ اور
حافظوں میں محفوظ ہوئی ہے کہ اس کی صحت میں شک کا کوئی امکان تک نہ ہو۔
اور قرآن کی سیرت اور سنت کو صحابہ اور بعد کے محدثین نے ایسے بے شمار طریقے
سے محفوظ کر لیا جس سے زیادہ محفوظ طریقہ سے کسی کسی مذہب یا کسی اور مذہبی تعلیمت
کے حفاظت زندگی اور اس کے اقوال و اعمال محفوظ نہیں کیے گئے۔ حضور و علیہ
یہ حاکم و نقیب بھی حق مقلد علی و علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کوئی بات یہاں کاٹے

روزگار بٹکا پڑا تھا کہ اس تک کہ داویوں کے ذریعہ سے وہ بات پہنچی ہے اور
 روایت کا یہ سلسلہ کسی ایسے شخص تک پہنچتا ہے یا نہیں جس نے خود رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات سنی ہو یا آپ کو وہ کام کرتے دیکھا ہو۔ پہلی جن
 داویوں کے ذریعہ سے یہ روایات بعد کے لوگوں تک پہنچیں ان کے حالات کی
 جانچ پڑتال کی گئی تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ان کی زبان کی ہوئی روایات قابل اعتبار
 ہیں یا نہیں۔ اس طرح احادیث کے غریبے تیار کیے گئے جن کے مرتبہ کے دعوں
 سے ہر حدیث کے داویوں کا پورا سلسلہ دیکھ کر دیا اور اس کے ساتھ خود ان کے
 حالات پر بھی ان میں کچھ دی گئیں جن کی مدد سے آج کل ہم یہ تحقیق کر سکتے ہیں کہ اصل
 مسئلہ صیر و سلم کی دعا کی کیسی تھی اور انہوں نے اپنے قول و عمل سے لوگوں کو کیا تعلیم
 دی تھی۔ وہ اس طرح قرآن مجید اور اس کے ماننے والے کی تفسیر و تشریح و تفسیر
 دونوں پر ہم مل کر پیشہ کے لیے یہ معلوم کرنے کا قابل اعتبار ذریعہ بن گئے ہیں کہ قرآن
 کا وہی دراصل کیا ہے کیا رہنمائی دہا رہتا ہے اور ہم سے کیا پابندی ہے ؟
 اگرچہ ہم خود صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں
 ان پر ایمان کا ذکر قرآن مجید کیا ہے اور ان پر ایمان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں
 آیا اور یہ ایمان ہمارے عقیدے کا ایسا لازمی حصہ ہے جس کے بغیر ہم مسلمان
 نہیں ہو سکتے لیکن جاہل حاصل کرنے کے لیے ہم صرف خود صلی اللہ علیہ وسلم کی
 طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ کئی تعصب کی بنا پر نہیں ہے جو اصل میں کہ وہ جبر ہے
 کہ وہ انگریزی میں اس لیے ان کی کوئی ہوئی تعلیم خدا کی طرف سے جبر و تبری
 جاہل (LATEST DISPENSATION) ہے اور ان کے ذریعے سے

جو کلام اللہ (word of God) ہم کو پہنچا ہے تو وہ خالص اللہ کا کلام ہے جس کے ساتھ کسی انسانی کلام کی کمیز شمی نہیں ہوتی ہے۔ وہ اپنی اصل زبان میں محفوظ ہے۔ اس کی زبان ایک زندہ زبان ہے جسے آج بھی کروڑوں زبان بولتے رکھتے اور سمجھتے ہیں اور اس زبان کی گرامر، لغت، علامتوں سے محفوظ اور اس میں تبدیلی قرآن کے زمانے سے اب تک کوئی تغیر نہیں آیا ہے اور اس پر اس قدر تاکید ہے کہ یہاں کو چکا ہوں ان کی سیرت، اخلاق، کردار، اقوال اور اعمال کے حقیقہ پر اس قدر تاکید ہے کہ اس سے زیادہ ممکن بہت اور زیادہ ممکن تفصیلات کے ساتھ محفوظ ہے۔ یہ بات جو گوروں سے انبیاء پر صادق نہیں تاکہ اس سے ہم ان پر صرف ایمان رکھ سکتے ہیں لہذا ان کی پیروی نہیں کر سکتے۔

۳۔ یہاں سے عقیدے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دنیا کے لیے اور ہر زمانے کے لیے ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید اس کی مرآت کرتا ہے اور یہ ان کے آخری نبی ہونے کا حقیقی ثبوت ہے کیونکہ دنیا میں ایک نبی کے آخری نبی ہونے سے عموماً غلو و افراط آتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لیے اور اپنے بعد آنے والے تمام ہر زمانے کے لیے اعلیٰ و سریر پر دس ان کے بعد سے وہ جہالت کھل کر سامنے آتی ہے جو راہِ راست پر چلنے کے لیے انسان کو رکھتا ہے اور یہی ان کے آخری نبی ہونے کا حقیقی ثبوت ہے کہ جو مکمل جہالت کے بحر میں بھیجا گیا ہو وہ آخری نبی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے بعد ہر ایک نبی کی ضرورت پڑتی رہ جاتی ہے۔ دوسرے اور ایک امر واقعہ ہے کہ ان کے بعد پہلے چار سو سال میں کوئی ایسی شخصیت نہیں آئی ہے جو ان کی طرف سے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے

کے ساتھ اپنی سیرت و کردار اور اپنے کام اور کلام میں انبیاء سے کوئی فرق نہ دیکھ کر بھی مشابہت دیکھتی ہو جنہیں نے تعالیٰ وحی پہنچنے کا دعویٰ کر کے کوئی ایسی کتاب پیش کی ہو جو خدا کی کلام سے برائے کام بھی کوئی مشابہت نہ رکھتی ہو اور جسے شریعت دہشت والا (LAW GIVER) بھی کہا جاسکتا ہو۔

۵۔ لنگھو کہ اس سڑے پر، جان لینا لنگھو فریسی ہے کہ خدا کی طرف سے وحی کو کسی خاص علم کی ضرورت ہے جو صرف انبیاء ہی کے ذریعہ سے دیا گیا ہے۔
 دنیا میں ایک قسم کی چیزیں وہ ہیں جنہیں ہم اپنے حواس کے ذریعہ سے محسوس کر سکتے ہیں، اپنے فنی آلات (SCIENTIFIC INSTRUMENTS) سے کام لے کر ان کا اندازہ کر سکتے ہیں اور ان ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کو مشاہدات و تجربات اور دیگر وسائل کی مدد سے مرتب کر کے سچے سچے نتائج تک پہنچ سکتے ہیں اس ذہنیت کی انبیاء کا علم خدا کی طرف سے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا اپنی عقل و مشورہ و فکر اور تحقیق و انکشاف کا دائرہ ہے مگر یہ اس معاملہ میں بھی ہمارے خالق نے بہت بڑا ساتھ دیا ہے جو ہم پر کھولنے کے دوران میں وہ غیر محسوس طریقے سے ایک تہذیب کے ساتھ اپنے بزرگ باپوں کو دنیا سے بہا کر نکالتے ہیں کہ اس کے علم و قابلیت کے دروازے ہم پر کھولنا دے اور وہ خالق فرشتا الہی کی طرف پر کسی طرح کی انسان کو ایسی کوئی بات بھی کہہ سکتا ہے جو اسے وہ کوئی نئی زبان یا کوئی نیا تاج یا کوئی نیا تاج و تاج کے لئے بہت بڑا ہو سکتا ہے لیکن لیکن یہ ہے یہ انسان علم کی دائرہ جس کے لئے خدا کی طرف سے کوئی اور کتاب کے آنے کی حاجت نہیں ہے۔ اس دائرہ میں جو معلومات مطلوب ہیں

نہیں حاصل کرنے کے فوائد انسان کو دے دیے گئے ہیں۔

دوسری قسم کی چیزیں وہ ہیں جو ہمارے حواس سے ہمارے فنی آلات کی پہنچ سے
 باہر تھیں۔ جنہیں درہم قول کہتے ہیں اور آپ کہتے ہیں اور اپنے فوائد علم میں سے
 کوئی چیز استعمال کر کے اس کے شوق اور اوجیت ہم پہنچا سکتے ہیں جیسے علم (SCIENCE) کہہ سکتا ہے
 کہ اس کا سبب غرضی اور سائنس دانوں کے ہمارے شے مگر کوئی دائرے قائم کر سکتی ہے
 تو وہ غرضی قیاس (QUEST) اور غرضی تحقیق (SPECULATION) ہے جسے علم نہیں
 کہا جاسکتا۔ یہ آخری حقیقتیں (ULTIMATE REALITIES) ہیں جن کے شوق
 استعمالی غرضیات کو محدود، لوگ بھی عقلی قرار نہیں دے سکتے جنہوں نے کن غرضیات
 کو پیش کیا ہے اور اگر وہ اپنے علم کے محدود کو ہاتھ نہیں تو وہ ان پر محدود
 دے سکتے ہیں وہ کسی کو یہاں جانے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

یہاں دائرہ ہے جس میں انسان حقیقت کو جاننے کے لیے عقلی امکانات
 کے وسیع پیمانے پر علم کا لٹکا کا ہے اور عقل کے علم بھی اس طرح نہیں دیا ہے
 کہ کوئی کتاب بھاپ کر ایک گولی کے اقدار میں دے دی جو اس سے کہہ
 کہ اسے بڑھ کر خود معلوم کرے کہ انکسار کی اور خود تیری حقیقت کیا ہے اور اس
 حقیقت کے علاوہ دنیا کی زندگی میں تیرے طریق میں کیا ہونا چاہیے۔ اس علم کو
 انسان ایک پہچانے کے لیے اس نے پیش دنیا کو ذریعہ بنایا ہے اور اس کے
 ذریعے ان کو عقلی سے آگاہ کیا ہے اور انہیں اس کام پر آمادہ کیا ہے کہ
 یہ علم لوگوں تک پہنچاویں۔

یہی کام ہر فن استاد ہی نہیں ہے کہ وہ اس حقیقت کا جو لوگوں تک پہنچاویں۔

بلکہ اس کا کام یہ بتانا ہی ہے کہ اس علم کے مطابق خداوند خدائے سرور زمان کے دیوانہ
 کیا تسلی فی الحقیقت (FACTUALLY) ہے اور کیا حقیقتاً (ACTUALLY) چاہیے۔
 یہ علم کن حقائق کن عبادات یا کن اعتقادات کا اور کن اصولی تشہیداتی کا نہیں بلکہ
 ہے اور اس علم کی گود سے ماضی و مستقبل، کلیات و جزئیات، سیاست و عدالت،
 جنگ و جنگ بین اقوامی تعلقات، فرض و ردی کے ہر شعبے کی تشکیل کن اموروں پر مبنی
 چاہیے۔ بلکہ صرف ایک نظام عبادات و علوم (RELIGION AND SCIENCE) سے کہ
 نہیں آتا جسے دنیا کی اصطلاح میں غریب (RELIGION) کہنا چاہیے بلکہ وہ ایک پورا
 نظام زندگی سے کہ آتا ہے جس کا نام اسلام کی اصطلاح میں دین (DIN) ہے۔
 نہ پھر وہ ایک نہیں ہے بلکہ اس اصطلاح میں دین کا علم پہنچانے تک ہی محدود ہو کر اس
 اصطلاح سے کہ جو لوگ اس کے پیچھے گئے اور دین کو قبول کے شعلہ میں پہلی آغوش
 دین لگائے اس کے خاتمہ اعتقادات، عبادات، تقاضی و احکام اور لوگوں کے نظام حیات
 سے ان کو نگاہ کہے ان کے سامنے صرف ایک نئے اساطیر ہی کر دئے بلکہ وہ اپنی
 زندگی میں اس کی پیروی کر سکیں انہیں انفرادی اور اجتماعی تربیت دے کر کچھ عیسائی
 تشریف و تنقید کے بے غلط چار کہے اور ان کو نظم کے ایک ایسی حالت بنادے
 جو دنیا میں خدا کے دین کو حقیقی قائم کرنے کی جہد ہو کہ یہ ایک کفر و فاسق و
 باغی اور دوسرے کلمے بہت ہو کر وہ باطنی ضرورت نہیں ہے کہ سب سے پہلے اس
 جشن کو کامیابی کے انوری مراحل تک پہنچانے میں کامیاب ہی ہو گئے ہوں نہ ہوں۔
 ایسے میں جو اپنے کئی تھکے ہوئے پر فائز ہو کر حسب وگوں کی عزت و عبادت کی
 نہادیت کے باعث اس میں کام ہو گئے لیکن ہر حال تمام دنیا کا انفرادی و

نور سے شہید و ہم کہ مصیبت تلخ میں لایاں ہے کہ انہوں نے خدا کی بدشاہد میں
اس طرح قائم کر کے دکھادی میں دعا سلطان شاہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے یہ خطاب یا تو تمام انسانوں
کے لیے عام ہے یا پھر انہی میں سے جو بھی اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں۔
ان میں ہونے کی حیثیت سے غالب کیا ہے قرآن مجید کو ازل سے لے کر آخر تک وہ
جہانے سورہہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریروں اور گفتگوؤں کے بعد سے پہلے ان کی پہچان
میں کر لیے گئے ہیں۔ وہ انہیں لے کر اس کتاب نے انہیں کے لئے دے دیں
نے کہ انہیں ایک دوسرے پہلے یا بعد یا علی کے درمیان کو یا کسی خاص میں کے ہونے
اور ان کو پہلے یا بعد یا آخر یا عدم سے جو وہ کو ہم یا انہیں انہیں لے کر
پوری فوج میں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے یا پھر اسلام قبول کرنے میں
کو احکام اور ہدایات دینے کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے
کو کہ خطاب کیا گیا ہے اس سے جو وہ خود بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام دعوت
کا ایک حصہ ہے اور یہ انسان کی اس دعوت کو قبول کر لیں وہ انہیں
کے حقوق کے ساتھ کیا ہی حیثیت میں ہوں اور انہیں قرآن مجید سے
انہیں یہ ان کو ایک دوسرے کے بھائی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
جو لوگ بھی اسلام کے ساتھ قبول کر لیں وہ مسلمانوں کا ساتھ لے لیں ان کے حقوق
وہ ہیں جو ہمارے حقوق ہیں اور ان کے واجبات بھی وہ ہیں جو ہمارے واجبات ہیں اس
سے کہ یہ دعوت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرما یا سفر خطاب کی
ایک ہے اور نہ تو آپ آدم بھی ایک کسی کو کہ ان کی پر نصیحت نہیں ہو کہ ان کو

عقل پر فضیلت نہیں، نہ کوئی کلاسیک گنت سے پر فضیلت ملک ہے اور نہ کوئی گرامر کسی
کلمے پر فضیلت ہے تو اگر ترک کلام پر ہے تو ہم سب سے زیادہ نزدیک
حریت و آزادی ہے جو سب سے بڑھ کر ہر چیز کا ہے۔

۹۔ اسلام کی بنیادیں عقائد پر ہے اور سب سے مقدم اور سب سے اہم عقائد
و اصول پر ایمان ہے، عرف اس بات پر نہیں گذر سکتا جو وہ ہے اور عرف اس بات پر بھی نہیں
کہ وہ ایک ہے بلکہ اس بات پر کہ وہی تھا اس کائنات کا خالق، ایک (UNIQUE) حاکم
(RULER) اور متبرک (ADM - STRATOR) ہے اسی کے قائم رکھنے سے یہ کائنات
قائم ہے اسی کے چلنے سے یہ چل رہی ہے اور اسی کی ہر چیز کا اپنے نام و رنگ کے
بیچے جس لذتی (SUBSISTENCE) یا قوت (ENERGY) کی ضرورت ہے اس کا فراہم
کرنے والا ہی ہے حاکمیت کی تمام صفات (ATTRIBUTES OF SOVEREIGNTY)
عرف اس میں پائی جاتی ہیں اور کوئی بات میں نہ رہے بلکہ اس کے ساتھ ٹک نہیں ہے
نہ دینی و انوکھیت (DIGNITY) کی ٹک صفات کی عرف وہی ماننے ہے اور اس
سے کوئی ملت اس کی بات کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا کائنات کو اس کی
ایک ایک چیز کو وہ ایک طور پر چل رہا ہے۔ کائنات اور اس کی ہر شے کو ہر دست
ہائے — عرف اس کے مافی کو بلکہ اس کے مافی اور مستقبل کی ہر شے
میں اور ہر جامع علم غیب اس کے سوا کسی کو حاصل نہیں، وہ ہمیشہ ہے ہر پیشہ
رہے کہ اس کے برابر فانی ہیں اور پختہ ذات سے خود زعم و باق عرف وہی ہے
اور نہ کسی کی اور وہ ہے اور نہ کوئی اس کے دھڑ اس کے ذات کے ہر اور نہ ہی وہی
ہے وہ اس کی حق ہے اور نہ ہی اس کی کسی کی حیثیت نہیں ہے کہ اس کی کوئی

[illegible]

اور اس قسم کی نکتہ سے ملنے کی مالکیت صرف فرق اندویش ہی نہیں بلکہ سیاسی اور قانونی ہے۔ اس مالکیت کے لیے بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کی ذمہ داری اور اس کے پھیلنے کے لیے ہندوؤں پر اس کے سیاسی کو حکم پڑنے کا اختیار نہیں ہے۔ خواہ وہ کوئی بدشاہ ہو یا شاہی خاندان ہو یا حکمران طبقہ ہو یا کوئی ایسی صورت ہو جو مالکیت عوام

(Sovereignty of the People)

کی جانیں ہیں اس کے مقابلے میں جو لوگوں کو سزا ہے وہ جلیانی ہے اور جو اس کو چھڑ کر کسی دوسرے کی اطاعت کرتا ہے وہ جلیانی اور ایسا ہی جلیانی وہ شخص یا گروہ ہے جو سیاسی و قانونی حاکمیت کو اپنے لیے قبول کر کے ظاہر کے طور پر (PERSONAL LAW) کے تحت کام کرتا ہے۔ لیکن حقیقت اپنی ذریعہ پر پیدا کیے ہوئے اصولوں کے لیے شریعت دینے والا (LAW GIVER) اس کے سوا نہ کرتا ہے اور جو سزا ہے اور کون کون سے حق پہنچتا ہے کہ اس کے اقتدار الٰہی (SUPREME AUTHORITY) کو چیلنج کرے۔

۱۱۔ اسلام کے اس تصور خدا کی رو سے چند باتیں ظہری طور پر لازم آتیں جنہاں

ایک انسان کا عقلی محدود رہا تھا اور اگر عقلی حیات نہ ہے جس کے سوا کسی دوسرے حقیقت

یہی نہیں ہے کہ انسان اس کی مہارت کے لئے صرف ایک ذہانت کی تمام قوتوں کا حاکم ہے اور انسان کی دنیاوں کو چھوڑ کر اپنا ذکر، اپنا گل اس کے عقیدے میں ہے جس پر انسان کو مرنے سے دھمکا کرنا چاہیے اور کسی کے حقوق و گناہ نگاہ پر چاہیے کہ اس سے کیا کیا آگیا ہو سکتا ہے اور یہی کیونکہ انسان کی قسمت (destiny) کا ایک ہے اور کسی دوسرے میں یہ قسمت نہیں ہے کہ وہ انسان کی قسمت بنا سکے یا ٹکڑے کرے اس پر انسان کی اثر پر اس کے حقوق اور عزت کا مزاج بھی اثر آوی ہے اس کے لئے سودا کسی سے نہیں ہوتا کہ نہ پھر اس کی کسی سے ڈرنا چاہیے اور یہی کیونکہ انسان اور اس کے گروہ میں ایک دنیا کا تعلق رکھتا ہے اس پر انسان کی حیثیت اور مقام اور پانچ کے مطابق کا یہ ہوا دست اور کامل علم صرف اس کے ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی زندگی کو بڑھ (compare) دیکھیں انسان کو صحیح جزیت اور دنیا کا قانون حیات سے ملتا ہے (۱۰) پھر اگر انسان کا خالق و مالک وہ ہے اور وہی اس زمین کا مالک ہے جس میں انسان رہتا ہے اس لیے انسان پر کسی دوسرے کی حاکمیت یا خود اپنی حاکمیت پر کوئی (dominion) ہے اور اس طرح انسان کا خود اپنا قانون ساز (Lawgiver) رہنا یا کسی دوسرے شخص یا اشخاص یا قانون کے اختیار قانون سازی کو ماننا کسی کی نوعیت رکھتا ہے یا خود اپنی نوعیت کا مالک انسان ساز خالق وہی ہو سکتا ہے اور یہ اختیار اعلیٰ اخلاقی ملک پر ہے کہ نوعیت سے اس کا قانون اور حقیقت اور ان قانون (supreme law) ہے اور انسان کے لئے قانون سازی (Legislation) کا اختیار صرف اس ملک ہے جس ملک و ممالک کا قانون کے تحت اس سے مانور ہو یا اس کی دی ہوئی ہدایتوں پر مبنی ہو

۱۱۔ اس سرعہ پر پاس کے سامنے اسلام کا اور اسلام کی آریں بنیاد کی حقیقت اس کے عقیدے

نوازدہ سال تک ہے اور عالم الہیہ ہے کہ اس کو نہ کوئی سبب کہ معلوم ہو وہ درود مرسل
 کہے بے عمل مفاد پر تا تو خدا خود اپنے پہنچنے کی فتح و فتح کا اختیار نہیں رکھتا اس کا
 کام پر نام پندرہ سال ہے اس کے اختیار میں کسی کو وہ دوست پرے آتا نہیں ہے اور اس کا
 کہنے میں اس کا واسطہ کہ اس اور اس پر خطاب نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے نہ وہ
 اگر اللہ کی تائید کی کہ اس کے ساتھ اللہ کی اپنی طرف سے کوئی چیز نہ کرے نہ کسی طرف منسوب
 کر دے یا خود کی وجہ سے خود خود توفیق پر ہو گا مقبول کہنے کی جرات کرے نہ تو
 وہ خود کے خطاب سے نہیں پہنچ سکتا تو اصل اللہ علیہ السلام مرسل میں سے ایک ہیں۔
 رعایت سے باہر کی حیثیت کے ملک نہیں ہیں وہ اپنے اختیار سے کچھ کر سکتے
 اور کسی کو حرام کہنے یا الحاد کر کے خدا کے ذات کے بغیر جو مخلوق مرسل میں جانے کے ہاتھ میں
 ہیں اس کا کام اس کی کالی کا اتنا ہے کہ اس سے جو اس پر خدا کی طرف سے نازل ہو۔

اس طرح اس مقام سے اس تمام باتوں سے قرآن کریم میں جو قدر اصل اللہ علیہ
 و آلہ سے پہلے آئے ہیں انہیں اس کے برعکس کے اپنے وجود و انوار کے تقدس کی جگہ تھے
 حتیٰ کہ ان کو خدا یا اس کا ہم جنس یا اس کی اور یا اس کا استیلا (Incarnat) کہتے
 تھے۔ بلکہ ان کو خدا اس طرح کے تمام باتوں کی نفی کہ اس مقام سے مرسل کی یہ حیثیت
 بیان کی ہے اور ہے۔

مرسل پر ایمان والے جو کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جو شخص مرسل کی اطاعت کرے
 جو وہ اصل اللہ کی اطاعت کرتا ہے کہ وہ اللہ کے جو ارادہ کی یہاں ہے اسی کے یہاں
 ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ چوتھی بات یہ کہ اس کے جو ارادہ کی اطاعت کرے وہ مرسل
 جو حکم دے اسے قبول کرنا چاہیے اور اس سے منکر اس سے منکر جہاں چاہیے۔

اس امر کی ضمانت خود اس کی شہادت و قسم ہے اس طرح قولی ہے کہ ایک شہری ہوں۔
 جو حکم میں توبہ سے رجوع کے ساتھ عیدوں میں کسی عید پر جاکر وہ جہات اپنی دانے سے
 کھوں اور عید کی ایک شہریوں اپنی دنیا کے سعادت کو کم زیادہ جانتے ہو یا نکل مشعلی شہ
 علیہ وکم کی نسبت و دراصل قرآن مجید کے مشاعر کی تشریح ہے اسے تشریح قرآن مجید کے
 معنی میں ہے اللہ تعالیٰ نے عیدوں کو سکھائی تھی اس لیے ان کی تشریح پہلے ہی عید کی شہ
 اذکار میں ہے جس سے بہت کر کوئی شخص قرآن مجید کی کوئی تشریح پھر خود
 کرنے کا پھر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی کو نوے کی زندگی قرار دیا ہے کوئی
 شخص اس میں نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے گا اس کا کوئی شخص
 ہے کہ اس میں سے کوئی عید نہ ہو اس کے کھانا پھر اس میں سے کوئی عید نہ ہو اس کے
 ہزار ہیں بلکہ مسلمانوں کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ کوئی عید نہ ہو اس کوئی عید نہ
 سے پہلے یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں اس کے ساتھ ہی کیا ہے۔

خدا کا نام یہاں سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ
 سے اس کی طرف ایک بات تھیں وہاں سے اس کی تشریح دیا ہے کہ ششکل اقدار
 permanent values اس کی تشریح میں قرآن مجید کی نسبت کیا کہ یہ کوئی قرآن مجید
 ہے وہ عید کے لیے غیر ہے جس کو شہر کیا گیا ہے وہ عید کے لیے شر ہے جو عید
 کی گئی ہے وہ عید کے لیے غیر ہے جس کو شہر کیا گیا ہے وہ عید کے لیے شر ہے
 اس کو جو کہ وہ کیا ہے وہ عید کے لیے شر ہے اس کو شہر کیا گیا ہے وہ عید کے لیے شر ہے
 یا تیس (ABRIGATION) کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے تو یہ کہ کوئی شخص یا اگر وہ اس
 اس امر کی کوئی عید نہ ہو اس کے ساتھ ہی کیا ہے کہ ششکل اقدار

کہاں کا شرفِ نیر ہو جائے اور یہ سونہرے شرف ہو جائے کوئی تو اس کوئی زندہ کوئی بھلا
اس قسم کی تیری کا تھکا نہیں ہے۔

۴۔ اس کا تیسرا بڑا ہی عقیدہ آخرت ہے اور اس کی ہیبت یہ ہے کہ اس کا انداز
کہنے میں کوئی بوجہ نہ ہو اور نہ کوئی حراں نہ ہو نہ کوئی چیز کا اتنا ہیبت سے کہہ سکتے ہیں بھلا
سکتا یہ عقیدہ اپنی تفصیل صورت میں کچھ لڑائی تھوڑا سا ہے۔

۵۔ دیکھیں انسانِ غیر اور دیکھیں انسانِ خداوندی اور دیکھیں انسانِ پھر اور دیکھیں انسانِ خداوندی
وہ اپنے ذات کے ساتھ جواب دہ ہے دنیا کی موجودہ زندگی روزِ صلہ انسان کے ساتھ
اور ان کے لئے ہے اس کے لئے کہ بعد اسے اپنے کارنامہ حیات کا حساب
خدا کو دینا ہوگا۔

۶۔ اس کا بے کے ہے اللہ نے ایک وقت طے کر رکھا ہے تو خدا کی کوئی چیز
کام کرنے کے لیے جتنی مدت دینے کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے اس کے اختتام پر
قیامت ہوگی جس میں دنیا کا موجودہ نظام بدھ پریم کو روکا جائے گا اور ایک نیا
نظام عالمِ نئے طرز پر پکایا جائے گا اس نئی دنیا میں وہ تمام انسان خداوندی کے
اٹھائے جائیں گے جو انسانی اثرِ خلی سے قیامت تک پیدا ہوئے تھے۔

۷۔ اس کی دولتیں ہیں سب کو ایک دولتِ خداوندی عالم کی مدد میں کیا جائے گا۔
اور ہر مخلوق کو اپنی ذاتِ حیثیت میں اس عالم کی جواب دہی کرنی ہوگی جو اس نے خود
اپنی اور خداوندی دنیا میں کیے ہوں گے۔

۸۔ وہاں اللہ تعالیٰ صرف اپنے ذاتِ الہی پر فیصلہ نہیں کرے گا بلکہ اللہ کی تمام شرف
پہنچان کی جوشی گئی ہر شخص کے کارنامہ حیات کا پورا پورا ٹھکانہ ہوگا کہ اسے اس وقت کے

ساتھ رکھ دیا جائے گا اور یہ غلام حق کی شہادتیں اس امر کے ثبوت میں پیش کر دی جائیں گی کہ اس نے غیبت اور عداوت کو کیا ہے اور کسی نیت سے کیا ہے۔
 وہ اللہ کی عزت میں کوئی دشمنی کر رہا ہے یا مستحق اور کوئی عداوتی روایت
 درج کی گئی کہ کسی کا یہ جو دوسرے پر دانا کر رہا ہے گا۔ کوئی قریب سے قریب چیز
 یا دوست یا بیٹا یا خدیجہ چیز یا خود ساختہ بیٹا کسی کی مدد کے لیے آگے نہڑے
 گا انسان وہاں حق تھا یا باطل ہے یا دوسرا دوسرا کرنا یا بھلا یا حساب دے رہا ہو گا۔
 اور بعد صرف اللہ کے اختیار میں ہو گا۔

۱۴۔ فیصلے کا سارا دار و مدار اس بات پر ہو گا کہ انسان نے دنیا میں انہماک کے
 بتائے ہوئے حق کو مان کر اور آخرت میں اپنی جواب دی کہ غم و غم کے ٹھیک
 ٹھیک اللہ کی رضا کی یا نہیں۔ پہلی صورت میں اس کے لیے جنت ہے اور
 دوسری صورت میں۔

۱۵۔ یہ حقیقت میں اقسام کے انسانوں کی زندگی کے طریقوں کو ایک دوسرے
 سے بالکل ہی مختلف کر رہا ہے۔ ایک قسم کے انسان وہ ہیں جو آخرت کے قابل
 نہیں ہیں اور دوسری دنیا کی زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں۔ وہ لاعلمی و شر کا معیار
 اعمال کے ان نتائج کی کو سمجھیں گے جو اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلی قسم
 عمل کا نتیجہ اچھا یا سیدھا ہو وہ ان کے نزدیک خیر ہو گا اور جس کا نتیجہ بُرا یا شہوانی
 ہو گا وہی ان کے نزدیک شر ہو گا بلکہ بارگاہ انسانی عمل کے علاوے ایک ہی چیز
 ایک وقت میں خیر اور دوسرے وقت میں شر ہوگی۔ دوسری قسم کے کوئی وہ
 ہیں جو آخرت کو تو مانتے ہیں مگر ان کو یہ ہو رہا ہے کہ کسی کی سعادتی اللہ کی

عدالت میں نہیں پہلے گی بنا کر ان کے گاہ بوں کا کھد پنے بعد سے چلا جائے یا
 وہ اللہ کے پیچھے ہیں اس لیے انہیں دے سے بٹے گا ہوں کی سزا دی جائے ہم
 دی جائے گی۔ ہر حقیدہ انکس کے نام انکس کو خالی کر کے دوسری قسم
 کے لوگوں کو بھی ہیں انہم کے انکس کی صف میں سے جاتی ہے دوسری قسم کے ملک
 وہ ہیں جو حقیدہ انکس کو شک اس شکل میں مانتے ہیں جس شکل سے وہ سمجھتے ہیں
 بیٹھی کر کہ ہے اور کسی کھاسے یا ہے ہا سدا خری یا کھاسے کسی خاص انکس کی شکل
 میں لکھتے ہیں۔ ان کے لیے حقیدہ ایک بہت بڑی انکس وقت دیکھتا ہے
 جس شخص کے فیروز میں انکس کا لکھن اپنی صحیح صورت میں جاگزی ہو جائے اس کا
 حال دیکھا ہو گا جیسے اس کے ساتھ بروقت ایک نگران ٹکا ہوا ہو ہر لڑائی کے
 ہر دوسرے پر اسے ٹوٹا ہوا ہوا پر اسے روکا اور ہر گل پر اسے سر دیکھ کر کہے
 ہر کوئی گرفت کر کے دانی پس کوئی شدت دینے والا کوئی نہ دینے والی
 عدالت اور کوئی دست کرنے والا نہ ملے عام موجود ہوا دہر اس کے انکس کے خستہ
 نقشب بروقت بننا ہے گا جس کی پڑ کے خوف سے وہ بھی غفلت میں رہا جنگل
 میں یا اندھیرے میں یا کسی انسان جگہ میں لگا تھا کہ حقیدہ کردہ فرامی سے لڑ رہا اور
 اس کے حقیدہ کردہ حرام کے بر کتاب کا اصول نہ کر کے گا اور ہر حقیدہ لڑائی کو لے
 تو بعد میں فرشتہ ہو گا اور تو یہ کہے گا۔ اس سے بڑھ کر انکس کا صواب اور
 انسان کے اندر ایک مشکل کردار پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ انکس کا انکس
 جو مشکل حقیدہ انسان کو رہتا ہے انہی پر منہا کے ساتھ انسان کے کار بند ہونے
 اور ان سے کسی حالت میں اس کے نہ بچنے کا انکس اس حقیدہ سے ہے۔ اسی

یے اصطلاحیں اس کو قتی رجحیت دی گئی ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو خدا اور دوسرے ہستی پر یہ بات بھی بے کار ہے۔

۱۔ اصطلاحیں تاکہ ہر گراف غیر متضاد بیان کر چکا ہوں ایک ہلکی تفسیر ایک جامع تفسیر اور ایک بے گریہ (comprehensive) نظام مباحث ہے اور طبعانی زندگی کے تمام گوشوں میں اخلاقی رجحان دیتا ہے اس لیے اس کے خصوصیات دامن ملک کو تیار ہیں اور جو گہروں اور سطحوں کے لیے نہیں ہیں بلکہ لوگوں کے لیے ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں کو پھلتے پاتے یا ان کے اندر کام کرتے ہیں۔ اخلاقی کی جو بلند پایاں ڈنیا سمیٹا لیا ہوں راہب خانوں اور مسکوں (convents, cloisters, monasteries) میں تلاش کرتی تھی اصطلاح ان کو زندگی کے نچلے حصے میں سے آنا چاہتا ہے۔ اس کا مشابہ ہے کہ حکومتوں کے فرمانروا مصریوں کے گورنروں کے کتے، فوج اور پولیس کے افسر پارلیمنٹوں کے سربراہان اور عدالت و عدالت کے کارفرما کالوں اور ایمریٹیوں کے اساتذہ و طلبہ، پاپائی کے پاپا، ایماں کے چچے، عورتوں کے شوہر اور شہریوں کی عورتیں، بھڑوں کے ہمسائے، غرض سب ان خصوصیات سے گزرا سکتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر گوشہ زندگی اس اخلاقی کی فرمانروائی ہو اور نکلے اور پائے زندگی اسی کا پھل ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ کاروبار کے سلسلے، ادارے اور حکومت کے سلسلے، نکلے اسی کی پیروی کریں۔ سیاست مہمانی اور انصاف پر مبنی ہو۔ تو عوامی شعاعی اور دوائے مخلوق پر ایک دوسرے سے معاملہ کریں۔ جنگ بھی ہو تو شرافت اور تفسیر کے ساتھ جو شاہ بیڑیوں کی ہی زندگی کے ساتھ انسان بہت بڑا اثر مٹی اختیار کرنے والے کے ساتھ کو

یا حیران رہے انھما کے سامنے اپنی بواہ ہی کو بار دکھا کر شکل انوار کا پادنے ہو جانے
 تو پھر اس کی یہ صفت عروت عبادت کا تک خود نہیں رہی چاہے کلک تھی حیثیت میں
 بھی وہ دنیا کے انعام کو نہ ہے خدا کے پتے اور وہ درخت کی طرف ہی کام کرتے
 یہ ہے فکر اور میر جی کا اسلام علیہ السلام ہے اور یہ بھی کسی نفس کی نیالی بہشت
 نہیں ہے بلکہ حرم علی اللہ علیہ وسلم ہے اسے عمار پاک کے دکھا رہا ہوگا
 چہرہ سرور میں گر جانے پر بھی اسی کے اثرات شعلہ صاف سے شعلہ حکم و عیش پائے
 جاتے ہیں۔

توضیحات

خدا آدم کس چیز کا ظہور ہے؟ کے معنی خودی
پر انجمنات لکھے گئے۔

دیپتر، لوق البشر نہیں ہوتا۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟ کیا اس سے مراد ان
ہستیوں کا حال ہوتا ہے؟ یا بشریت سے مراد ہونا؟ معترضین نے یہ کہہ
دیا کہ یہ ہے کہ لوق البشر کا مطلب عام بشر سے فانی ہونا ہے اور دیپتر اس
مسلک سے فانی ہی ہوتے ہیں۔

یہ دوسرا اعتراض بھی یہ ہے کہ معاذ اللہ! ہم نے دیپتر کو بشری کمزوریوں سے
مبرا تسلیم نہیں کیا۔ مگر وہ ہر لحاظ سے معصوم ہوتے ہیں بشری کمزوریوں سے
مراد بشریت کے کمالات ہیں یا اور کچھ مراد ہے؟

ہم بعض دیپتروں کا ہضم ناکام ہو گیا۔ یہ ممکن ہے ان دنیا کے شایانِ شادی
ہے۔ معترضین کا زیادہ تر انداز اس پر تھا کہ چاہے نبوت غیر ہو مگر خداوندان

گنت خاص ہے۔

جواب: ان اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ عقائد دراصل غیر مشنوں کے ساتھ اسلام پیش کر لے کے لیے لکھا گیا تھا اس میں ان کے غلط عقائد کا ذکر کیے بغیر ان کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے رکھ دی گئی جسے دیکھ کر وہ خود لکھ سکے ہیں کہ ان کے عقائد سب میں کیا کیا غلط باتیں شامل ہو گئی ہیں۔

اب ایک ایک اعتراض کو لے کر دیکھیں۔

۱۔ تہذیب فوق البشر نہیں ہوتا: اسی فقرے سے کوئی سختی اخذ کرنے سے پہلے عرض کر دیکھنا چاہیے کہ جہان نے کس مسئلہ کا نام دیا یہ بات یہی ہے کہ ہر سے وحدت الہیہ کا آری ہے کہ رسول ایک انسان ہے اور نہ ان میں اس کا لفظ بڑی بڑی کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ وہ فوق البشر نہیں ہے سماں غلط ہے یہ سختی لکھنا ہے کہ وہ مشرکیت سے باہر اور نہ انسانیات سے نفرت نہیں ہے جیسا کہ دوسرے عقائد و افواہوں نے پیشہ پیشوں کو بنا رکھا ہے۔

۲۔ اسی مسئلہ کا نام دیا خود اب دوسری بات یہ لکھی گئی ہے کہ رسول بشری کروریوں سے بالاتر نہیں ہے۔ اسی عقائد بشری کروریوں سے تر و بھوکہ کیا گیا۔

۳۔ جہان میں سچا دھرم وغیرہ ابھری ہیں بشری کروریوں سے بہتے ہیں اور اس طرح اس میں یہ بات اس فرض کے لیے لکھی گئی ہے کہ جہان میں جس سچی کو شراعت خدا کا دین قرار دے گا اس کو بھی یہ بشری کروریوں کا حق ہوئی تھی مگر یہ سب کہہ دیکھتے ہیں کہ وہ بشر کو انسانی بشری کروریوں سے ملے۔ یہاں تک کہ ایک قیاس آویز ہے

مخوذ ہے۔ مانتیج میں سترہ بار سوال و جواب ہیں۔ ان میں سے ایک بار
 حقیقتہً "نہ یا توجہ" کا نام ہے۔ اور "مریم" کا بیٹا مسیح رسول کے ہوا کرتے تھے۔
 خدا اس سے پہلے بھی رسول کو چکے تھے اور اس کی ماں راستہ پر تھی اور وہ لکھا
 لکھا کرتے تھے: "اس اذیت میں ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے اور وہاں
 بیٹے و دوزخ کے کھانا کھانے کو اس بات کی سرنگا دلیل ظہور پا گیا ہے کہ حضرت مسیح
 بشر تھے و نہ فرقی البشر اور اوہیت میں ان کا قطعاً کوئی فرق نہ تھا۔ یہاں کہ یہاں
 نے لکھ رکھا ہے۔

سب سے اہم تر غلطی کی سلسلہ کلام کو نظر انداز کر کے صرف ایک نقطہ کے استعمال پر
 کیا گیا ہے۔ سلسلہ کلام یہ ہے کہ کئی کلام بیان کئے گئے ہیں اور ان کو غلطی سے
 نسبت دے کر ایک ہی اسطی حذیب و نسبت کے لیے ملا دیا۔ ان میں سے کلام کو غلط
 کر کے ایک ہی حالت بنا دینا ہے۔ یہ کوئی نیا شے خدا کے دین کو یا عقل نام نہانے
 کی جہد و جد کے یہاں تک کہ خدا کا کلمہ بدبو ہالے ہو۔ دوسرے کلمے بہت
 ہو کر وہ ہمارے اس کے بعد عبادت کی گئی ہے کہ "فروری نہیں ہے کہ سب
 نکال پڑے اس میں کوئی کلمہ ہی کے انگریزی میں ایک پہچانے میں کامیاب ہی ہو گئے
 ہوں۔ بہت سے اجبار ایسے ہیں جو اپنے کسی تصور کی بنا پر نہیں بلکہ تعصب و لوگوں
 کی ذہانت اور عبادت کی مساحمت کے باعث اس میں کام ہو گئے۔"

اس عبادت میں غلط کلام کے استعمال کو گت لی کرنا اگر وہ دوسرے کی کوئی
 قسم ہے، ہا تو آمیز یاں اگر کسی شان سے نہ تھی تو یہ نہیں کہ کسی بڑے شخص
 شان بڑے کہ رسول خدا کی شان و مقام سے نہ تھی جو گئے تھے یا آپ کسی وقت

بعد ہو گئے تھے کسی دائرہ کے دائرہ میں سے مگر انہوں میں سے تو اس کو انہی خلاف
 میں بیان کیا ہائے اہل زبان میں معروف ہیں جو حضرات اسے گنتی جھگڑے میں دہ
 اپنی منہ کے خلاف ہیں مگر وہ سبوں پر وہ اس مسئلہ کو کیوں مستطو کرتے ہیں ؟
 سوال: ایک عالم دین کو ابھر رہا ہے کہ حدیث کی اسطالی کا فقر میں دہائے مقابلے میں
 آپ نے عقل اندر اسطالی حدیث و علم کے بارے میں بشری کرداروں سے باخبر ہوتے
 کے خلاف جو اشتغال کیے ہیں وہ درحقیقت عیب اور نقص کے معنی میں ہیں کیا آپ
 اس کی وضاحت کریں گے کہ ان خلاف سے خود آپ کی مراد کیا تھی ؟
 جواب: اگرچہ میں عالم دین کے توکلان القرآن میں اپنی مراد وضاحت کے ساتھ
 بیان کر چکا ہوں مگر اس کے بعد بھی اس الزام پر ابھر رہا ہے کہ اس مسئلہ کی
 روشنی کے تحت جب اپنے قول کی عاف صاف وضاحت کر دے تب بھی الزام لگانے
 والوں کی کتاب ہے گا کہ میرے قول کا اصل مشاودہ نہیں ہے بلکہ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ
 وہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں یہ عیب دہی ہے جو فحشی اور عداوتیں لوگوں کے
 اخیر نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ گزیری طرف سے کوئی وضاحت نہ کی ہوئی نہ صرف اس
 معنوں کی مشعر ہدایت ہی کو صاف ذہن کے ساتھ پڑھا جائے تو اس خط فحش کی کوئی
 گنجائش نہ ہوتی کہ اس مسئلہ کو ہم بشری کرداروں سے غریب عیب اور نقص جو
 لگتے ہیں اس میں تو ساری بحث یہ ہے کہ وہ سب تو میں نے اپنے دنیا کے حق
 میں جو سامنے کیے ہیں اور ان کو خود اسطالی اور باطل کا اسٹاک بنا ڈالا ہے
 قرآن مجید نے ان سب سے مسلمانوں کو بھلا دیا اور تعالیٰ اور مہلت کے درمیان کیسے کیا

علاوہ ازیں پہنچ رہا جس سے ہر انسان یہاں سکتا ہے کہ وہاں کیسا ہے اور کیا نہیں ہے
 اگر اس بحث کے دوران میں یہ کہنے کا کیا موقع ہو سکتا ہے کہ رسول صوبہ و ملک خاص
 سے باہر نہیں جاتا۔

معلوم ہو رہا اگر کوئی شخص خدا کے سوال کی کھسک جو تو وہ بشری فکر و پیر کا صاحب
 محبوب و مرزا خاص ہو کر نہیں ہے سکتا خدا کے لیے ہے وہ صاحب کوئی ہے تو فیہ ہر پیر ہوتا ہے
 یہ وہ مشاہدہ ہے جو جوتا ہوتا ہے تو فیہ انسانی اور دیگر کردار جو شخص کا خدا اس
 وقت اشغال ہوتا ہے یہ وہ تو کوئی تمام شخص میں جسکو ہر مشاہدہ شکل یا انصاف و مضاف
 ہوتا یا نہ کہی دیکھنا انسانی شخص میں جسکو ہر مشاہدہ ہی کم تر یا عوامی ہے جس سے
 مطلوب ہوتا ہے ان دونوں کے برعکس بشری کو یہ دیا ہے جس کو انسان اپنی صلاح کے لیے
 خدا اور پال کا حکم ہے آدم اور نینکا حکم ہے تاکہ ان کا کام ہے۔ یہی داری میں
 عوامی کا حکم ہے۔ وہ صاحب اور پال کے لیے نکلنے کے لیے تاکہ ان کا کام ہے عوامی
 کے نکلنے کے لیے گرم ہاس کا حکم ہے اسی شخص میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے
 فَاعْبُدْنِیْ اَوْ اَعْبُدُوا مَا دَانَ مِنْ سِوَايَ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

فہرست حواشی

حاشیہ ۱

ثَلِّ مَا كُنْتَ بِذَٰلِكَ مِنَ الْوَسْطَىٰ۔۔۔ (الاحتجاث ۱۹)

مرا سہیلی! میں نے کبھی بھی کوئی لڑا اور نہ ہی تو نہیں رہی :

لَئِنْ كُنْتُمْ جُنُودًا لِّمَوْلَانَا وَ مَا اخْتَلَفَ الْوَيْلُ اَوَّلًا الْكَلْبَ اِلَّا مِنْ
بَعْدِ مَا جَاءَ طَرَفُ الْبَيْتِ نَهْلًا يَتَكَفَّرُ ۚ وَ مَنْ يَتَكَفَّرْ يَأْتِ بِالنَّارِ لَوْنُ الْبَيْتِ
سَيَرًا اَلْحَسَابِ ۝۔۔۔ (المرج ۱۱۹)

• جس کے نزدیک ہیں موت و عمارت اس میں سے بہت کچھ مختلف طریقے ہیں
لوگوں نے اختیار کیے ہیں کتاب کی بھی یہی کہیں ہمارے عمل کی کوئی چیز اس کے سرور
حق کی کہ انہوں نے علم کو اپنے کے بعد اس میں ایک مذہب سے زیادتی کر لے کے یہ ایسا
کیا اور کوئی جس کے احکام و ہدایت کی بات سے انکار کرے اس کے لشکر اس سے
مسابقت کرے تو نہیں لگتی :

مَا كَانَ لِزَوْجِكَ يَتَوَلَّىٰ اَوْ لَا تَتَوَلَّىٰ ۚ وَ لَنْ تَكُنْ حَتَّىٰ

تُسَلِّمًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنْ اَشْيَاكَ ۝۔۔۔ (المرج ۱۲۰)

• میں تو تم پر بھی تھا، یہاں تک کہ تو ایک کلمہ نہ کہتے تھے اور نہ ہرگز شکر میں سے

تھا :

اَلْقُرْآنُ الَّذِي يَتْلُوْنَ وَ لَا اَسْأَلُكُمْ فِي الْقِسَاسِ ۚ وَ اَلَّذِي
لَمْ يَكُنْ اِلَّا اَلَّذِي يُؤْمِنُ ۚ اَمَّا يَأْهُو ۚ وَ مَا اَلَّذِي نَفِثَ ۚ وَ مَا اَلَّذِي
عَلَّ يَدَيْهِ ۚ وَ اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ وَ مَا اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ
وَ اَلَّذِي ۚ مِنْ اَلَّذِي ۚ اَلَّذِي ۚ اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ
وَ مَنْ يَتَكَلَّمْ لَمْ يَسْأَلْ ۚ وَ مَا اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ وَ اَلَّذِي ۚ
اَلَّذِي ۚ۔۔۔ (المرج ۱۲۱)

• اب کیا یہ لوگ اس کی اہمیت کا فرق نہیں کرتے جس کے لیے اس نے یہ چیزیں

[illegible]

وَأَمَّا أَنْ يَكُونَ مِنَ الْكَاذِبِينَ

[illegible]

W. J. G. Meijer

وَلَا تَنْسُوا أَنْ تَكُونُوا لِلنَّاسِ بِغُفْلَةٍ قَوْمًا

مجلس

• مرتضیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو! اگر تم باقی اٹھ پر ایمان رکھتے ہو تو تم اس پر

100

تجارت و صنعت - شرکتی که در زمینه تولید و توزیع کالاهای مصرفی فعالیت می‌کند.

وَلَبَّيْكَ يَا رَبُّكَ كَذَلِكَ الْوَعْدُ الْمَعْيُودُ (الأنعام: ١٠٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے سب سے پہلے اللہ کی حمد کی تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر بات کو قبول فرماتا ہے۔

انجیل فرماں روا کا کہہ چکی ہے کہ ایک ایسی قوم ان کا جو میری شکل میں بھیجی جائے گی۔

Chilodactylus

وكان لابد ان يكون كل احدى ادي الخلق في الدنيا في حوزة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَسَيُؤْتِيهِمْ مِنْ أَشْجَارٍ تُنْفِثُ السَّيْلَ ۚ

مِنْ يَتَّقِ اللَّهَ لَجَّأْنَا إِلَيْهِ وَتَوَكَّلْنَا عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسْتَجَابُ لِلدُّعَاءِ

إعجاز القرآن ————— (تفسير القرآن)

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.

یہ پسند کیا ہے، لہذا مرے دل کے شہری رہنا، چہرہ کو تمام اُن وقت موجود رکھنا جس وقت کہ
اُن نے اسے صحت پر اعتماد اُن کے مرے وقت میں خوشی سے منی کیا، میرے
چہرہ کو زندہ کر کے اس سے مرے چہرہ پر اُن کی ہر ایک شکل کی طرح ہے
آپ نے اس آپ کے زندہ کر کے اُن کی ہر ایک شکل کی طرح ہے، اور اُن کی
کے شہری؟

لَقَدْ أَخَذْنَا مِنَ النَّارِ وَمِنَ الْغَيْثِ وَتَحْتِ الْأَشْجَارِ
الْمُتَوَاتِرَةِ وَالْأَرْضِ - أَلَمْ تَرَ إِلَى الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ، تَوَلَّى شَيْئًا
وَالْأَيْلِينَ بِالْغُلْبَةِ - (سورة النمل: ١٥)

۱۔ حضرت یوحنا نے اٹھالیس برس تک اپنے ہاتھوں سے لکھنا شروع کیا اور وہ لکھ کر
 اتر کی جانب سفر کیا۔ انیسویں صدی کے پہلے دس کے قریب دنیا میں اس وقت تک میرا
 سر پرست ہے۔ میرا تعلق ہے کہ اس کا نام ہے۔

إِنَّا كُنَّا قَوْمًا يَتَّبِعُونَ فَتًى أَوْ كُتُبًا ۚ يَسْتَفِيتُونَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مَا يُلَاقُونَ فِيهَا مِنْ حَقٍّ إِلَّا أَنْتَ ۚ لَمَّا لَقُوا يَأْكُلُونَ مِمَّا قُنُونُوا أَنْ يَحْكُمَ لَهُ ۚ فَوَيْحًا لِلَّذِينَ إِذَا لَقُوا أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ قَالُوا هَؤُلَاءِ هُمُ الْمُتَّبَعُونَ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۚ

جہاں کے تواریق کمال کی سر میں واریت اور رشتہ کی حقانیت پر غور کیا ہے۔ ان کے مطابق یہی خبریں ہیں جو کمالی کے کلامات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہی اور اہم اور بھی رہا۔ اسی پر انھوں نے غور کیا ہے۔ ان کے لئے یہی کتاب ان کی عظمت کا اندازہ دینا ہے۔ کیا تھا۔ وہ اس پر گور کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہی وہ عالم ہے۔ ان کے لئے یہی وہ عالم ہے۔ ان کے لئے یہی وہ عالم ہے۔ ان کے لئے یہی وہ عالم ہے۔

وَأَمَّا خَيْرُ الْأُمَّةِ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا لِلْكَافِرِينَ الْأَمْثِلَ الَّذِينَ أَلْجَوْهُمُ بِالْإِسْلَامِ إِذْ ذُو الْحِجَّةِ الْأَمْرُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا لِلْكَافِرِينَ الْأَمْثِلَ

۱۔ جیسے کہ آج کل کے لوگوں کو شکایات کہ پرنسز میرے
دوڑی پر بیٹھ کر آج کل کے لوگوں کو شکایات کہ پرنسز میرے

عن أبي ذر عن النضر بن علقمة رآه عليه السلام في مكة وكلمته عن عائشة

وَالْإِنَّمَا خُذُوا مَعَكُمْ مِنْ قُوَّتِكُمْ قَلِيلًا رَبِّ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ وَالْمَلَائِكَةُ
 قَدَرًا لِيُفْضِلَ اللَّهُ تَعَالَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (انفال ۱۳۳)
 "میں سے اور بہت سے لوگ لائیں، (انفال ۱۳۳) اور میں نے تم کو کچھ قوت سے
 چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔ تم لوگو! تمہارے پیچھے کچھ قوت لے لو۔
 ۱۳۳۔ انفر (انفال) سب سے پہلے میں اپنے پیچھے بھیج دیا ہے کہ تم لوگو! اس سے پہلے
 کہ تم اپنے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔"

ماشیہ ۲

مَا جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ
 وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ
 "لوگو! تم تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)

مَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ
 وَمَا أَفْعَلْنَا بِهِ إِلَّا عَذَابًا وَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ
 وَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ وَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)

فَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ
 وَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ وَمَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَلْفًا مِمَّنْ يَمْشُونَ
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)
 "میں نے تم کو کچھ قوت سے چند روٹوں کے ساتھ اپنے پیچھے بھیج دیا ہے۔
 تم لوگو! تمہارے پیچھے بھیج دینے کی ضرورت ہے۔" (انفال ۱۳۳)

”مقتضیٰ قیاساً ہے کہ وہ کسی چیز میں شکاں ظاہر نہ کرے کہ وہ اس میں بیگناہی نہ
 اس حالت میں پیدا ہو کہ وہ کسی شے کا کسی شے کا حصہ نہ ہو جس کی وجہ سے وہ کسی شے کا حصہ نہ ہو
 اس کی نسبت اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 جس کی وجہ سے وہ کسی شے کا حصہ نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

يَذَرُ الْاَمْرَ مِنْ فَتْرَةِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَقَعُ الْاَمْرُ فِي كَفَاةٍ بَيْنَ
 يَوْمَئِذٍ اِلَى الْاَمْرِ وَمَا لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ L

”وہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 ہاں یہ ایک دفعہ ہی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنْ اِنَّكُمْ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ
 اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنْ اِنَّكُمْ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ L

”یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

اَلَّذِيْ لَكُمْ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ
 اَلَّذِيْ لَكُمْ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ L
 ”اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

حاشیہ ۱۱

اَلَّذِيْ لَكُمْ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ
 اَلَّذِيْ لَكُمْ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ L
 ”یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

اِنَّ اَمْرًا مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ
 اِنَّ اَمْرًا مِّنْهُ لَكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ L

”یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو
 یہاں یہ بھی ہے کہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو بلکہ اس میں شکاں نہ ہو۔“

قرآن مجید

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ ذُرِّبَتْ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

”اے ایمان والو! تم لوگوں کی آگ سے ڈرو، جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

فَلَنْ أَقْبَلَ عَنْهُ الْقُلُوبُ غَافِلَةً ۖ وَالْأَنفُسُ فَاسَتْ ۚ

”پھر اس کی طرف سے لوگوں کی دلچسپی غافل ہو جائے گی اور ان کے دلوں میں فساد ہو جائے گا۔“

ماشیرہ

وَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ ذُرِّبَتْ عَلَيْهِمُ النَّارُ ۚ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

”اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

هٰذَا الَّذِيْ فُتِنْتُمْ بِهِ ۚ وَإِنَّ إِلَىٰ فِتْنَتِكُمْ أَنَّ نَارَ الْمَلَكُوتِ ۚ وَفُتِنْتُمْ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ فَأَعْلَمُوْنَ ۝

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

لَا تَحِثُّوا فِيْ الْأَمْثَالِ ۚ إِنَّكُمْ بِهَا عَاكِفُونَ ۚ وَالْأَنفُسُ فَاسَتْ ۚ

”تم لوگوں کو نہ ہمت نہ ہو کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

لَا تَحِثُّوا فِيْ الْأَمْثَالِ ۚ إِنَّكُمْ بِهَا عَاكِفُونَ ۚ وَالْأَنفُسُ فَاسَتْ ۚ

”تم لوگوں کو نہ ہمت نہ ہو کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

هٰذَا الَّذِيْ فُتِنْتُمْ بِهِ ۚ وَإِنَّ إِلَىٰ فِتْنَتِكُمْ أَنَّ نَارَ الْمَلَكُوتِ ۚ وَفُتِنْتُمْ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ فَأَعْلَمُوْنَ ۝

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

”یہ ہے جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔ اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس کی آگ لگائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو بچا دے۔“

مردہ کی قبر پر کہ سارے کائنات میں وہ جگہ ہے جہاں پر حق تعالیٰ نے اس کو
 رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو
 اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے

تَبَارَكَ الَّذِي يَدْرُسُ الْمَوْتَ وَيُحْيِي الْمَيِّتَ وَيُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَقَابِرِ
 • تبارک و تعالیٰ جس نے موت کو دھو کر ڈال دیا ہے اور زندہ کو زندہ کر دیا ہے اور
 زندہ کو زندہ کر دیا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے

الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا يَأْخُذُ بِهِ نَوْمٌ وَلَا نَوْمٌ وَلَا نَوْمٌ وَلَا نَوْمٌ وَلَا نَوْمٌ وَلَا نَوْمٌ
 • وہ زندہ ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو
 اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے اور اس کو اس جگہ پر رکھا ہے

لَقَدْ قَرَأْتَ كِتَابَ الْإِسْمَاءِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَ الْكُرْسِيِّ
 آراءہ پڑھا تھا۔ (صحیح مسلم)

• اس کا کہنا ہے کہ جب اس نے اس کتاب کو پڑھا تو اس نے اس کے نیچے کوئی کتبہ
 لکھا ہوا تھا جس پر اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا
 وَإِنْ يَسْأَلْكَ أَهْلُ الْقُرَىٰ عَنْكَ فَأَلِّفْ لَهُمْ كَلِمَةً وَلَا تَعْلَمْ عَنْهُمْ
 شَيْئًا ۚ وَإِنْ يَسْأَلْكَ أَهْلُ الْقُرَىٰ عَنْكَ فَأَلِّفْ لَهُمْ كَلِمَةً وَلَا تَعْلَمْ عَنْهُمْ

• اگر کسی نے اس سے پوچھا تو اس کے سامنے اس نے اس کی اس کیفیت کو
 بیان کی کہ اس نے اس کو اس کے سامنے اس کی اس کیفیت کو بیان کی کہ اس نے
 اس کو اس کے سامنے اس کی اس کیفیت کو بیان کی کہ اس نے اس کو اس کے سامنے
 اس کی اس کیفیت کو بیان کی کہ اس نے اس کو اس کے سامنے اس کی اس کیفیت کو بیان کی

لَقَدْ قَرَأْتَ كِتَابَ الْإِسْمَاءِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَ الْكُرْسِيِّ
 یہ کہ جس نے اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے
 اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا

تَبَارَكَ الَّذِي يَدْرُسُ الْمَوْتَ وَيُحْيِي الْمَيِّتَ وَيُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَقَابِرِ
 (صحیح مسلم)

• اس کا کہنا ہے کہ جب اس نے اس کتاب کو پڑھا تو اس نے اس کے نیچے کوئی کتبہ
 لکھا ہوا تھا جس پر اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھا تھا

اور ان کے اپنی قوم کے کفری ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے میں عجز کیا جا رہا ہے
اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

ماشیہ ۱۳

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْتَ يٰ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے
اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْتَ يٰ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے
اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

وَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ نَّظْلِكَ الْغَلَمَ لَمَّا اَخْلَقْتُمْ مَخْلَقًا مَّشِيًّا

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے
اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ اَنْثٰى ثُمَّ اَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ ۱۴

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اِلٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا ۚ وَهُمْ يُحْسِبُوْنَ

اور ان کے ہونے کی وجہ سے

اور ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے ان کے ہونے کی وجہ سے

شک سے روٹسکا کہہ دی؟

وَلَوْ أَنَّهُمْ فِي الْقِتَالِ إِذْ قَالَ الْأَكْبَرُ إِنَّهُ مُخْرِجُكُمُ الْمُؤْمِنِينَ

— (توبہ: ۱۲۴)

”اے ایک اکابر! اگر آپ لوگ جہاد میں جی نہ اٹھتے تو ہم لوگ بھی نہ اٹھتے۔“
 اُن کا کہنا تھا کہ اگر انہوں نے اٹھنا چاہا، تو ان کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتے۔
 جن کے لئے انہوں نے کہا کہ انہوں نے اٹھنا چاہا تو انہوں نے اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اگر انہوں نے اٹھنا چاہا تو انہوں نے اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اگر انہوں نے اٹھنا چاہا تو انہوں نے اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اگر انہوں نے اٹھنا چاہا تو انہوں نے اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)

فَلَنُؤْتِيَنَّكَ إِنْ أَتَيْتَ اللَّهَ حَتَّىٰ تَخْشَوْهُ وَأَتَيْتَ اللَّهَ وَنَحْمُكَ
 فَنُؤْتِيَنَّكَ إِنْ أَتَيْتَ اللَّهَ حَتَّىٰ تَخْشَوْهُ وَأَتَيْتَ اللَّهَ وَنَحْمُكَ
 — (توبہ: ۱۲۴)

”اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔“
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ قَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ إِنَّكُمْ أَنْتُمْ الْمُؤْمِنُونَ

— (توبہ: ۱۲۴)

”اے ایک اکابر! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔“
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)

فَلَنُؤْتِيَنَّكَ إِنْ أَتَيْتَ اللَّهَ حَتَّىٰ تَخْشَوْهُ وَأَتَيْتَ اللَّهَ وَنَحْمُكَ

— (توبہ: ۱۲۴)

”اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔“
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)
 اے نبی! اگر آپ نے اٹھنا چاہا تو اٹھنا چاہا۔ (توبہ: ۱۲۴)

فَلَنُؤْتِيَنَّكَ إِنْ أَتَيْتَ اللَّهَ حَتَّىٰ تَخْشَوْهُ وَأَتَيْتَ اللَّهَ وَنَحْمُكَ

ولا يخفى من هذه الحجة والبرهان في الحقيقة — (P.P.)

[illegible]

وَجَنَّةٌ غَائِقَةٌ فِي الْغَيْبِ لَا تَدْخُلُهَا إِلَّا الْمُقَدِّمُونَ فِي الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَنْبِيَاءِ
وَمَا كُنْزُهَا مِنْ أَزْوَاجِهَا وَلَا يَدْخُلُهَا إِلَّا الْمُقَدِّمُونَ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَنْبِيَاءِ
تَكُنْ لَا تَكُنْ إِلَّا فِي كِتَابِ الْقُدْسِ ٥ — وَنَحْنُ نَعْلَمُ

۱- در صورتی که در یک سال دو بار در یک مکان
 ۲- در صورتی که در یک سال دو بار در یک مکان
 ۳- در صورتی که در یک سال دو بار در یک مکان
 ۴- در صورتی که در یک سال دو بار در یک مکان

10-10-10

الحقوق والأبوز والمطابز والمطابق ونظر بان لنا كنهه

مری تہذیب کے لئے اس کی خبر کی سچائی کی ضرورت ہے اور اس کی سچائی :
 وَلَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا يَسْمَعُوا أَلْفَاظَ الْقُرْآنِ وَلَا يَسْمَعُوا
 قَوْلَهُمْ لَعَنَهُ اللَّهُ قُلْ إِنَّمَا أَدْرِكُوا الْقُرْآنَ بِأَقْصَاهُ فَانصتوا
 میں جس کے نام کی خبر کو نہ پکڑو اس کے نام کی خبریں نہ پکڑو
 اور جس کے نام کی خبر کو نہ پکڑو اس کے نام کی خبریں نہ پکڑو
 اور جس کے نام کی خبر کو نہ پکڑو اس کے نام کی خبریں نہ پکڑو
 اور جس کے نام کی خبر کو نہ پکڑو اس کے نام کی خبریں نہ پکڑو

[illegible]

قُلْ هَلْ يَخْلُقُ الْإِنْسَانُ أَنْ يَشَاءَ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَذَّابٌ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ (۱۰۰)

”اے انسان! تم نے کیا خیال ہے کہ میں خود بخود قرآن پڑھ رہا ہوں؟ اس کتاب پر تم کو وحی کی آیتیں آ رہی ہیں جو تم سے پہلے کسی کو نہیں آئی۔ تم پڑھتے ہو، مگر اپنے ساتھ ساتھ اس کو اپنے دل سے پڑھ رہے ہو۔ تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ (۱۰۱)

”اے انسان! پچھلے زمانہ کے جس پر تم کو وحی آ رہی ہے، ایک حد تک وہ تم کو بتاتا ہے، لیکن اب تم کو وحی آ رہی ہے، اس کی حد تک وہ تم کو بتاتا ہے۔“

وَمَنْ لَّا يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (۱۰۲)

وَمَنْ لَّا يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (۱۰۳)

وَمَنْ لَّا يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (۱۰۴)

”جو شخص اللہ کے حکم کو نہ مانے، وہ کافر ہے۔“

”جو شخص اللہ کے حکم کو نہ مانے، وہ کافر ہے۔“

”جو شخص اللہ کے حکم کو نہ مانے، وہ کافر ہے۔“

لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ (۱۰۵)

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُدْرِكُكَ الْوَحْيُ ۝ (۱۰۶)

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

”اے انسان! تم نے قرآن کی وحی کو نہیں سمجھا، اس کی وحی سے تم کو کلمہ آگیا ہے، جس سے تم کو اس کتاب کی وحی آ رہی ہے۔“

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يُلَاقِيَهُ إِلَّا فِي الْحَدِّ وَالْمَجْلَى وَالْمَجْلَى الْمَقَرَّةُ بِهَذَا
قَوْلًا يَدْعُو إِلَى الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانِ وَالْإِيمَانِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
فَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝

[illegible]

فَمَنْ رَفَعَتْ يَدَهُ إِلَىٰ الْكَلْبِ فَلْيَلْعَقْهُ فَإِنَّهُ يَنْقَضُ عَنْكَ الْفِتْنَةُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۚ
 ۱۰۳۔ انہوں نے کہا ہم قریشی ہات لگائیے گے یہ سب تک تو زمین کو چاؤ کر چکا ہے
 یہ ایک پتھر بڑی ذرا ہے یہ تیرے لیے ایک گھنٹی ایسا گھنٹہ کا آٹا پیدا ہوا
 تو اس میں خبری داری کر دے یا تو اس کی گھنٹہ گڑے کر کے پادے دیں گے اور
 جیسے تیرے دلی سے یا خدا سے فرشتی کو نہ دے پادے پادے کے گھنٹے یا تیرے
 لیے سونے کا ایک گری بنائے یا تو اس کی چوڑی بنائے اور تیرے پٹے کا بھی پہنچ
 دے گی گے یہ سب تک تو پادے کے ایک ایسی گھڑی بنا دے گے ہم اس سے استغناء
 اس سے کہو پاک ہے میرے ہنگامہ آگیا لی ایک سیر سے دینے لگے اس کے ساتھ اس کی چوڑی

حاشیہ ۲۲

فَمَنْ رَفَعَتْ يَدَهُ إِلَىٰ الْكَلْبِ فَلْيَلْعَقْهُ فَإِنَّهُ يَنْقَضُ عَنْكَ الْفِتْنَةُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۚ
 ۱۰۳۔ انہوں نے کہا ہم قریشی ہات لگائیے گے یہ سب تک تو زمین کو چاؤ کر چکا ہے
 یہ ایک پتھر بڑی ذرا ہے یہ تیرے لیے ایک گھنٹی ایسا گھنٹہ کا آٹا پیدا ہوا
 تو اس میں خبری داری کر دے یا تو اس کی گھنٹہ گڑے کر کے پادے دیں گے اور
 جیسے تیرے دلی سے یا خدا سے فرشتی کو نہ دے پادے پادے کے گھنٹے یا تیرے
 لیے سونے کا ایک گری بنائے یا تو اس کی چوڑی بنائے اور تیرے پٹے کا بھی پہنچ
 دے گی گے یہ سب تک تو پادے کے ایک ایسی گھڑی بنا دے گے ہم اس سے استغناء
 اس سے کہو پاک ہے میرے ہنگامہ آگیا لی ایک سیر سے دینے لگے اس کے ساتھ اس کی چوڑی

۱۰۳۔ انہوں نے کہا ہم قریشی ہات لگائیے گے یہ سب تک تو زمین کو چاؤ کر چکا ہے
 یہ ایک پتھر بڑی ذرا ہے یہ تیرے لیے ایک گھنٹی ایسا گھنٹہ کا آٹا پیدا ہوا
 تو اس میں خبری داری کر دے یا تو اس کی گھنٹہ گڑے کر کے پادے دیں گے اور
 جیسے تیرے دلی سے یا خدا سے فرشتی کو نہ دے پادے پادے کے گھنٹے یا تیرے
 لیے سونے کا ایک گری بنائے یا تو اس کی چوڑی بنائے اور تیرے پٹے کا بھی پہنچ
 دے گی گے یہ سب تک تو پادے کے ایک ایسی گھڑی بنا دے گے ہم اس سے استغناء
 اس سے کہو پاک ہے میرے ہنگامہ آگیا لی ایک سیر سے دینے لگے اس کے ساتھ اس کی چوڑی

فَمَنْ رَفَعَتْ يَدَهُ إِلَىٰ الْكَلْبِ فَلْيَلْعَقْهُ فَإِنَّهُ يَنْقَضُ عَنْكَ الْفِتْنَةُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۚ
 ۱۰۳۔ انہوں نے کہا ہم قریشی ہات لگائیے گے یہ سب تک تو زمین کو چاؤ کر چکا ہے
 یہ ایک پتھر بڑی ذرا ہے یہ تیرے لیے ایک گھنٹی ایسا گھنٹہ کا آٹا پیدا ہوا
 تو اس میں خبری داری کر دے یا تو اس کی گھنٹہ گڑے کر کے پادے دیں گے اور
 جیسے تیرے دلی سے یا خدا سے فرشتی کو نہ دے پادے پادے کے گھنٹے یا تیرے
 لیے سونے کا ایک گری بنائے یا تو اس کی چوڑی بنائے اور تیرے پٹے کا بھی پہنچ
 دے گی گے یہ سب تک تو پادے کے ایک ایسی گھڑی بنا دے گے ہم اس سے استغناء
 اس سے کہو پاک ہے میرے ہنگامہ آگیا لی ایک سیر سے دینے لگے اس کے ساتھ اس کی چوڑی

۱۰۳۔ انہوں نے کہا ہم قریشی ہات لگائیے گے یہ سب تک تو زمین کو چاؤ کر چکا ہے
 یہ ایک پتھر بڑی ذرا ہے یہ تیرے لیے ایک گھنٹی ایسا گھنٹہ کا آٹا پیدا ہوا
 تو اس میں خبری داری کر دے یا تو اس کی گھنٹہ گڑے کر کے پادے دیں گے اور
 جیسے تیرے دلی سے یا خدا سے فرشتی کو نہ دے پادے پادے کے گھنٹے یا تیرے
 لیے سونے کا ایک گری بنائے یا تو اس کی چوڑی بنائے اور تیرے پٹے کا بھی پہنچ
 دے گی گے یہ سب تک تو پادے کے ایک ایسی گھڑی بنا دے گے ہم اس سے استغناء
 اس سے کہو پاک ہے میرے ہنگامہ آگیا لی ایک سیر سے دینے لگے اس کے ساتھ اس کی چوڑی

ما شیخ ۲۳

وَأَنْ يَسْتَعِذَّ اللَّهُ بِشَيْءٍ لَا يَخْلُفُ لَكَ إِلَّا قَلِيلٌ ۖ وَلَنْ يَنْفَعَكَ يَوْمَهُ
 تَقُولُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ۖ (۱) — (۱) — (۱) —
 "اے نبی! اگر اللہ تو سے کسی چیز پر پکڑے تو اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں رہے گی اس کی تصدیق
 یہ کہ جسے اللہ کسی چیز پر پکڑے وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے تو وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے
 وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْفُلُوكُ شَيْئًا وَلَا الْقُلُوبُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ (۲) — (۲) — (۲) —
 "کوئی چیز بھی تو سے خود اپنا شیء و تصدیق نہیں ہے سب کے ساتھ کہ اللہ شے پر تو ہے،

ما شیخ ۲۴

تَنْ لَّوْ أَنْ يَخْلُفَ مَا تَسْتَعِذُّونَ بِهِ مِنَ الْغَلْبِ الْغَلْبِ الْغَلْبِ ۚ (۱) — (۱) — (۱) —
 "اے نبی! اگر اللہ تو سے کسی چیز پر پکڑے تو اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں رہے گی اس کی تصدیق
 یہ کہ جسے اللہ کسی چیز پر پکڑے وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے تو وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے
 وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْفُلُوكُ شَيْئًا وَلَا الْقُلُوبُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ (۲) — (۲) — (۲) —
 "کوئی چیز بھی تو سے خود اپنا شیء و تصدیق نہیں ہے سب کے ساتھ کہ اللہ شے پر تو ہے،

وَأَنْ يَسْتَعِذَّ اللَّهُ بِشَيْءٍ لَا يَخْلُفُ لَكَ إِلَّا قَلِيلٌ ۖ وَلَنْ يَنْفَعَكَ يَوْمَهُ
 تَقُولُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ۖ (۱) — (۱) — (۱) —
 "اے نبی! اگر اللہ تو سے کسی چیز پر پکڑے تو اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں رہے گی اس کی تصدیق
 یہ کہ جسے اللہ کسی چیز پر پکڑے وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے تو وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے
 وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْفُلُوكُ شَيْئًا وَلَا الْقُلُوبُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ (۲) — (۲) — (۲) —
 "کوئی چیز بھی تو سے خود اپنا شیء و تصدیق نہیں ہے سب کے ساتھ کہ اللہ شے پر تو ہے،

وَأَنْ يَسْتَعِذَّ اللَّهُ بِشَيْءٍ لَا يَخْلُفُ لَكَ إِلَّا قَلِيلٌ ۖ وَلَنْ يَنْفَعَكَ يَوْمَهُ
 تَقُولُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ۖ (۱) — (۱) — (۱) —
 "اے نبی! اگر اللہ تو سے کسی چیز پر پکڑے تو اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں رہے گی اس کی تصدیق
 یہ کہ جسے اللہ کسی چیز پر پکڑے وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے تو وہ نہ ہو کہ اس پر پکڑے
 وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْفُلُوكُ شَيْئًا وَلَا الْقُلُوبُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ (۲) — (۲) — (۲) —
 "کوئی چیز بھی تو سے خود اپنا شیء و تصدیق نہیں ہے سب کے ساتھ کہ اللہ شے پر تو ہے،

یہ وہ دوست اختیار کرے گا اپنے لیے کہ اس کا انداز ہو چنگ کا اس کے ہلنے کا وہل اس کی
برگاہ آئے اس کی دھڑ دھڑ نہیں رہے

لَسْتَ تَقْلِبُهُمْ بِتَقْلِيدِهِمْ ————— (۱۳۴ شیعہ ۱۳۴۱)

خاستہائی آتم بھی کر ازل مقروضی، یکے کے گئے ہر

شاعر ۲۶

وَأَنْ تَكْرَهُ تَكْرَهُكَ الْفَقْرَ وَلَا الْفَقْرَى عَنْكَ كَثِيرٌ وَيَكْتُمُ عَنْكَ الْفَقْرَى
أَقْوَمُ الْفَقْرَى وَلَا يَبِي الْفَقْرَ الْفَقْرَ لَمْ يَنْتَ الْفَقْرَى يَكْتُمُ عَنْ الْفَقْرَى تَا كِتْ هِي
أَقْوَمُ مِنْ كِتْ وَلَا تَكْتُمُ عَنْكَ ————— (۱۳۵ شیعہ ۱۳۵۰)

”پیشہ کی عدم حیاتی تم سے ہرگز بخود ہی کے سبب کہ تم ہی کے ہونے پر نہ
پتہ مگر صحت کہ دو کہ پہلے اس میں دی ہے وہ اس کے ساتھ ہے مگر اس علم کے بعد
تجربہ سے ہی آ پکا ہے تم نے اس کی غور سے اس کے پیروی کی اور اس کی پیروی سے اس کے
کئی دوست اس کے ساتھ رہا ہے یہ نہیں ہے“

وَأَنْ تَكْرَهُ تَكْرَهُكَ الْفَقْرَ وَلَا الْفَقْرَى عَنْكَ كَثِيرٌ وَيَكْتُمُ عَنْكَ الْفَقْرَى
أَقْوَمُ الْفَقْرَى وَلَا يَبِي الْفَقْرَ الْفَقْرَ لَمْ يَنْتَ الْفَقْرَى يَكْتُمُ عَنْ الْفَقْرَى تَا كِتْ هِي
أَقْوَمُ مِنْ كِتْ وَلَا تَكْتُمُ عَنْكَ ————— (۱۳۵ شیعہ ۱۳۵۰)
”تم ہی کی تاب نہ کر سکتے ہو کہ اس کے ساتھ نہ اس کے پیروی کریں کہ اس کے ساتھ نہ
کر سکتے ہیں اور نہ تجاہد سے ہی نہ سب سے کہ اس کے ساتھ نہ پیروی کرے اور اس میں سے
کئی کہ وہ ہی اس کے ساتھ نہ پیروی کر سکتے ہیں یہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ نہ
اس کے ساتھ نہ پیروں آ پکا ہے اس کی غور سے اس کے پیروی کی اور اس کے پیروی سے اس کے
کئی کہ وہ ہی اس کے ساتھ نہ پیروی کر سکتے ہیں یہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ نہ

وَأَنْ تَكْرَهُ تَكْرَهُكَ الْفَقْرَ وَلَا الْفَقْرَى عَنْكَ كَثِيرٌ وَيَكْتُمُ عَنْكَ الْفَقْرَى
أَقْوَمُ الْفَقْرَى وَلَا يَبِي الْفَقْرَ الْفَقْرَ لَمْ يَنْتَ الْفَقْرَى يَكْتُمُ عَنْ الْفَقْرَى تَا كِتْ هِي
أَقْوَمُ مِنْ كِتْ وَلَا تَكْتُمُ عَنْكَ ————— (۱۳۵ شیعہ ۱۳۵۰)

”سبب انہی ہی صحت صحت ہی اس کی تاب نہ کر سکتے ہیں کہ اس کے ساتھ نہ
قرع نہیں کہتے کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ نہ اس کے ساتھ نہ اس کے ساتھ نہ

یعنی اس سے کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 لیکن اگر میں اس میں کام کروں تو میرے پاس بھی ہوتی ہے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 لیکن تو کہے کہ اس سے کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ
 وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَوْلٌ
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

ماشعیرہ ۱۰

وَمَا تَقُولُ إِلَّا قَوْلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ خَلَقْتَ مِنَ نَفْسِكَ الْوَسْوَاسَ الْخَافِیْنَ كَلَامَ
 قَوْلِ الْقَبْلِ عَلَی الْعَاقِلِ ۝ وَمَنْ يَكْفُرْ فَنُفِیْهِ عَنْ قَوْلِ الْقَبْلِ كَلَامَ
 وَمَنْ يَكْفُرْ فَنُفِیْهِ عَنْ قَوْلِ الْقَبْلِ ۝ ————— دیکھو اس میں ۱۰۲۱

اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

وَمَا تَقُولُ إِلَّا قَوْلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ خَلَقْتَ مِنَ نَفْسِكَ الْوَسْوَاسَ الْخَافِیْنَ ۝

اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

فَلَنْ مَّا تَقُولُ إِلَّا قَوْلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ خَلَقْتَ مِنَ نَفْسِكَ الْوَسْوَاسَ الْخَافِیْنَ ۝
 إِنَّ آتِیَهُ إِلَّا مَّا تَقُولُ ۝ وَمَا لَنَا إِلَّا أَنْ نَقُولَ قَوْلَیْنِ ۝ ————— دیکھو اس میں ۱۰۲۲
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔
 اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

فَلَنْ مَّا تَقُولُ إِلَّا قَوْلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ خَلَقْتَ مِنَ نَفْسِكَ الْوَسْوَاسَ الْخَافِیْنَ ۝

اور اس میں کہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کرنا چاہوں۔

حاشیہ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ — (الحج ۱۱)
 مسلمانو! تم کہیں اس چیز کو کہتے ہو جس کا تم کو علم ہی نہیں ہے؟

حاشیہ ۲۹

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَافِعًا — (الحج ۵۰) یا اے مسلمانو! —
 تم کہیں اس کی کہ جو بلند ہے اور پائیدار ہے؟

حاشیہ ۳۰

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 متحفظ رہو، اللہ کی ساری باتیں سنو اور اس کے رسول کی باتیں سنو۔

حاشیہ ۳۱

وَمَا اسْأَلُكُمْ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَنْ تَقُولُوا سَلَامًا عَلَيْهِمْ وَآلِهِمْ سَلَامًا — (الحج ۵۰)
 اور میں تم کو کچھ نہیں کہتا کہ تم کہو کہ سلام ہو ان پر اور ان کے گھرانے پر سلام ہو۔
 اَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَهَيْكَلَكُمْ وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ

تَعْلَمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ دُونَهُ أَتَعْلَمُونَ؟ (الحج ۵۱) — (الحج ۵۱)
 اور کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تم کو جانتا ہے اور تم کو دیکھتا ہے؟ کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تم کو جانتا ہے اور تم کو دیکھتا ہے؟ کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تم کو جانتا ہے اور تم کو دیکھتا ہے؟
 اَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَهَيْكَلَكُمْ وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ

وَمَا اسْأَلُكُمْ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَنْ تَقُولُوا سَلَامًا عَلَيْهِمْ وَآلِهِمْ سَلَامًا — (الحج ۵۰)
 اور میں تم کو کچھ نہیں کہتا کہ تم کہو کہ سلام ہو ان پر اور ان کے گھرانے پر سلام ہو۔
 اَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَهَيْكَلَكُمْ وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ

اور میں تم کو کچھ نہیں کہتا کہ تم کہو کہ سلام ہو ان پر اور ان کے گھرانے پر سلام ہو۔
 اَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَهَيْكَلَكُمْ وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ

mm. A. — 0.500

— (مجموعہ ۱۰۰)

”اٹھ اٹھ کر اس ماحول میں دیکھو کہ کون کون سے ملکات و عادتیں ہیں جن کی
 برکت سے یہ لوگ ترقی پا رہے ہیں اور کون کون سے ملکات و عادتیں ہیں جن کی
 باتوں کی بدولت میں یہ لوگ تباہ ہو رہے ہیں اور کون کون سے ملکات و عادتیں
 ہیں جن کی باتوں کے متعلق میں نے کچھ لکھا ہے۔“

وَلَا تَرْكَبُوا مَا يَخْلُفُ قَدْرًا وَلَا يَبْقَىٰ تَرَكًّا — (مجموعہ ۱۰۱)

”میں سمجھتا ہوں اور تم کو بھی بتا رہا ہوں کہ اگر آپ سب سب جانتے ہیں کہ
 ہونے کا اور نہ ہونے کا سب سے پہلے جان لیں۔“

وَلَا تَقْلُبُوا آيَاتِ اللَّهِ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ — (مجموعہ ۱۰۲)

”سب باتوں کے بارے میں قرآن میں لکھا ہے جان لیں۔“

پانچویں باب

وَلَقَدْ آتَيْنَا الْكُرْآنَ بِالْحَقِّ وَمَنْ كَفَرَ بِهِ فَلَا تُدْرِكُهُ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ وَلَا يُؤْمِنُ
 فَبِئْسَ مَا يَكُونُ لِمَنْ لَا يَخْلُقُ إِلَّا مِن طِينٍ — (مجموعہ ۱۰۳)

”اور اس بات کو تم کو بھی بتا رہا ہوں کہ اگر آپ سب سب جانتے ہیں کہ
 سب سے پہلے جان لیں اور کون کون سے ملکات و عادتیں ہیں جن کی
 باتوں کی بدولت میں یہ لوگ تباہ ہو رہے ہیں اور کون کون سے ملکات و عادتیں
 ہیں جن کی باتوں کے متعلق میں نے کچھ لکھا ہے۔“

لَا تَقْلُبُوا آيَاتِ اللَّهِ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ — (مجموعہ ۱۰۴)

”آپ سب سب جانتے ہیں کہ اگر آپ سب سب جانتے ہیں کہ
 ان کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔“

إِنَّمَا تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ — (مجموعہ ۱۰۵)

اس وقت تم پر گناہ گشتیں پڑیں گی اور تم کے ہر گناہ کا پورا پورا ثبوت ملے گا۔
 آگے صراحتاً اس حال کی ایک بات ہے کہ اگر تم لوگوں کو اس حال کا پورا پورا
 ثبوت نہ ملے گا تو تم کہہ رہے ہو کہ یہ ہمارا یہ گناہ ہے اور اس سے جو توبہ ہو تو ایک
 توبہ ہے اور اس سے دوسرا توبہ ہے اور یہ کہ اگر تم کہہ رہے ہو کہ اس سے دوسرا توبہ ہے:

وَإِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى الْخَطِيئَةِ وَالْخَطِيئَةُ تَوْبَةُ قَوْلِهِمْ مَا تَلَوْا مِنْ
 الْقُرْآنِ إِلَّا لَنَسُوهُ نَسْوًا مِّنْ قَبْلِهِمْ — (النحل: ۴۴)

اور یہاں صراحتاً اس بات پر علم ہے کہ یہ توبہ اس کے واسطے ہے جو اس نے پہلے
 ہر چیز میں توبہ کر چکی ہو، اس کے بعد اس نے یہ توبہ نہیں کی کہ اس سے پہلے توبہ کر چکا ہو
 دوسرا توبہ کرنے پر مجبور نہ ہو۔

وَقُلْ قُلْنَا لَنَسُوهُ فِي الْآخِرَةِ ۖ وَالَّذِينَ خَوَّلُوا مَا يَظُنُّونَ لَنَسْتَظُنَّ ۖ
 — (النحل: ۴۵)

”کہا نہیں گئے کہ یہ توبہ صرف اس کے واسطے ہے جو پہلے توبہ کر چکا ہو اور
 قُلْ قُلْنَا لَنَسُوهُ فِي الْآخِرَةِ ۖ وَالَّذِينَ خَوَّلُوا مَا يَظُنُّونَ لَنَسْتَظُنَّ ۖ — (النحل: ۴۵)
 ”کہا نہیں گئے کہ یہ توبہ صرف اس کے واسطے ہے جو پہلے توبہ کر چکا ہو اور
 لَنَسْتَظُنَّ ۖ — (النحل: ۴۵)
 ”کہا نہیں گئے کہ یہ توبہ صرف اس کے واسطے ہے جو پہلے توبہ کر چکا ہو اور
 لَنَسْتَظُنَّ ۖ — (النحل: ۴۵)“

وَالْأَنبِيَاءُ الَّذِينَ كَانُوا عَلَى الْإِنسَانِ طَائِفَتَانِ فَطَرْنَاهُ مِن نَّحْسٍ
 لَّيْسَ عَلَيْهِمَا لَبَاسٌ ذَلِكُمْ فَجَاءُ بِطَائِفَتَيْنِ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَهَارُونَ
 — (النحل: ۴۶)
 ”اور ان میں سے پہلے ان کے واسطے جو پہلے توبہ کر چکا ہو اور
 اس کے بعد اس نے یہ توبہ نہیں کی کہ اس سے پہلے توبہ کر چکا ہو
 دوسرا توبہ کرنے پر مجبور نہ ہو۔“

ما شیعہ ۴۵

وَإِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى الْخَطِيئَةِ وَالْخَطِيئَةُ تَوْبَةُ قَوْلِهِمْ مَا تَلَوْا مِنْ
 الْقُرْآنِ إِلَّا لَنَسُوهُ نَسْوًا مِّنْ قَبْلِهِمْ — (النحل: ۴۴)

داعی حق کی خصوصیات

✽

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ انٹرویو عالمی تحریک توحید اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے
 مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن امریکہ و کینیڈا (MSA) کے نمائندہ جناب انیس احمد نے مراہی ٹیلی ویژن کے
 یہ انٹرویو دراصل ایم۔ ایس۔ اے کے سالانہ اجتماع
 کے لیے پیغام کے طور پر فلم بند کیا گیا جو
 کہ ایک ہی سوال اور اس کے جواب پر مشتمل ہے۔

✽



وَمَنْ أَحْسَنُ كَلِمًا قِيَمًا دَعَا إِلَى اللَّهِ
وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ



ترجمہ: جو کسی نے اللہ کی طرف سے اچھی بات اور کسی کی ہرگیز جس نے اللہ
کی طرف بُرا یا اللہ نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

(القرآن ص ۱)



داعی حق کی خصوصیات



نمائندہ - ایم ایس - اے

مروانا سب سے پہلے میں جنوبی امریکہ اور کینیڈا کے مسلمانوں اور مسلم ائٹورٹس
ایس ایس کی جانب سے آپ کا تعلق سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے
ہندی دعوت کو قبول فرمایا اور تاسدی طبع کے باوجود ہمارے ساتھ اجتماع ۱۹۷۹
کے لیے ختمی انٹرویو دینا پسند فرمایا۔ یہ انٹر تھیلے کی نہایت مہربانی ہے
اور اس کا فضل ہے کہ جنوبی امریکہ میں تحریک اسلامی کی فکر آپ کی اور انہوں
اسلمی کے رہنماؤں کی تحریروں کی بدولت تیزی سے پھیل رہی ہے اور
اسلامی انقلاب کا تصور ذہنوں میں بڑھ چکا ہے۔ آج امریکہ میں بے شمار
انسان آپ کی ایک جھلک دیکھنے اور آپ کی طرف سے رہنمائی کے چند کلمات
سننے کے منتظر ہیں۔ انہی کی خواہش پر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونے
چاہتے ہیں۔



سوال ۱۔

مزمع مولانا! قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی الی اللہ قرار دیتا ہے۔ آپ قرآن اور سیرت پاک کی روشنی میں ایک داعی حق کی کریں کہ اہم خصوصیات بیان فرمائیں گے؟

جواب ۱۔

اس رنگ اور کینڈا میں جو اللہ کے بندے قریب اسلامی کے لیے کام کر رہے ہیں ان سب کو میری طرف سے سلام پہنچا دیجئے۔ میں زیادہ دیر تک بات نہیں کر سکتا اس لیے مختصر طور پر آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں ایک آیت ہے جس میں ایک داعی کی اہم خصوصیات کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ أَمَّكُمْ تِلْكَ الْقُلُوبُ أَفَكَمَّ أَفَعَمَّ فَاعِلٌ اللَّهُ وَتَحِيلَهُ
مَّا يَخْتَارُ قَالَ أَتَيْتُكُمْ مِنْكُمْ الْمُسْلِمِينَ ۝

”یعنی اس شخص سے اچھی بات اور کسی کی برائی میں نے اللہ کی طرف بکھرا دینا کیا
عمل کیا کہ میں مسلمان ہوں؟“

اس ارشاد کی پوری اہمیت سمجھنے کے لیے یہ چیز نگاہ میں رکھنی ضروری ہے کہ یہ بات کہ منکر کے معاملات میں کہی گئی۔ یہ وہ دُکھ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

اور آپ کے پیروں پر شدید مظالم ڈھائے جاسے تھے۔ ایسے ظلم میں یہ کہنا اور اس بات کا اعلان کرنا کوئی آسان کام نہ تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ ایسی بات کہنا اگر اپنے اوپر دندوں کو خدا اور ہونے کی دعوت دینا تھا تو یہ دعوت میں پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ ستریں قرآن اٹھ شخص کا ہے جو اللہ کی طرف ہائے۔ دوسرے الفاظ میں ایک داعی حق کی خضریات یہ ہے کہ اس کی دعوت اللہ کی طرف ہو، کوئی دنیاوی غرض اس کے سامنے نہ ہو، نہ وطن، نہ قریب، نہ خاندانی حدود آدمی۔ کوئی دوسرا مقصد اس کے پیش نظر نہ ہونا چاہیے۔ کوئی شخص خاص اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو تو قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ایسے داعی کی توہین خضریات یہ معلوم ہوتی کہ اسے اللہ کی تعظیم کی طرف دعوت دینی چاہیے اس بات کی دعوت دینی چاہیے کہ خدا کے سوا کسی کی سبک، کسی کی عبادت اور کسی کی پرستش نہ کی جائے۔ خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، خدا کے سوا کسی سے کوئی طمع نہ ہو، موت غلبہ کے احکام اور اس کے فراموشی کا اعانت اس کے پیش نظر ہو۔ اسی کے قانون کی پیروی مطلوب ہو۔ آٹھ دنیا میں جو کام بھی کرے یہ سمجھے ہونے کرے کہ میں کس کا بندہ ہوں اور کس کے سامنے جا کر مجھے جواب دہی کرنی ہے۔ انسان کی تمام کوششوں اور مادی جدوجہد کا مرکز و محور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر اور اس کے فنیے دھنکے الہی کا حصول ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ داعی حق علی صانع کی خوبی سے آراستہ ہو۔ یعنی نیک عمل کرے۔ اس فرمان پر خدا بھی عمل کیا جاسکے تو پورا مسیحیہ م واضح ہو جائیگا۔

یہ کہ دعوت دینے والے کا اگر اپنا عمل درست نہ ہو تو پھر اُن کی دعوت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایک انسان جس چیز کی طرف دعوت دے اُسے اُن کا عمل بھر پورنا چاہیے۔ اُس کی اپنی زندگی میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی شائبہ تک نہ پایا جائے۔ اُس کے اخلاق ایسے ہونے چاہئیں کہ کوئی شخص اُس کے واسطے پر ایک وسیع تک نہ دیکھ سکے۔ اُس کے گروپ و گروہ کا واسطے اُس کا معاشرہ، اُس کے دوست، اُس کے عزیز و اقارب سب یہ جانتے ہیں کہ ہمارے درمیان یہ ایک نہایت بلند اور پاکیزہ کردار آدمی ہے۔

یہ تعلیم میں قرآن پاک کے ساتھ سنت و شریعت کے اہل علم و دین کے ساتھ ہی قدم قدم پر ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی حیات طیبہ شہادت دیتی ہے کہ جب وہ اللہ کی طرف سے دعوت حق دینے کے لیے مقرر ہوئے تو وہ معاشرہ جس میں آپ چالیس سال سے موجود تھے آپ کے عظیم نشان کردار کا شاہد تھا۔ اُس معاشرے میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی بلند اخلاق کا قائل نہ ہو اور آپ کے ظاہر و باطن کی زندگی کا سرچشمہ نہ ہو۔ جو آپ کے جس قدر قریب تھا وہ اتنا ہی آپ کا زیادہ مستعد تھا۔ جن افراد سے آپ کی زندگی کا کوئی چلو چھپ نہیں سکتا تھا انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پندرہ سال سے آپ کی زوجیت میں تھیں اور وہ کوئی کہیں عورت نہیں تھیں بلکہ عمر میں ان سے بڑی تھیں۔ جس وقت آپ نے

نبرت کا دعویٰ کیا اس وقت اُن کی عمر بچپن سال تھی۔ ایک ایسی پندہ، حسن و صیہ اور
 دانشمند خاتون تھی جس نے پندرہ سال سے اپنے شوہر کی زندگی کو قریب سے دیکھا
 ہوا شوہر کا کوئی عیب اُس سے چُھپ نہیں سکتا۔ دنیاوی اخلاق کے لیے ایک بری
 اپنے شوہر کے آہنوں کاموں میں بھی شریک ہو سکتی ہے لیکن اسی پر ایمان کسی صورت
 نہیں دے سکتی۔ حقیقتاً بھی وہ یہ ماننے کے لیے کبھی قیاد نہیں ہو سکتی کہ یہ شخص خدا
 کا رسول ہو سکتا ہے یا اسے ہرنا چاہیے۔ لیکن حضرت خدیجہؓ آپ کی اس حد تک
 معتقد تھیں کہ جب آپ نے نبرت کی شہادت کا اجواب بیان فرمایا تو انہوں نے ایک
 لمحے کا تاکی بکے بغیر اسے تسلیم کر لیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قریب سے دیکھنے والے دوسرے شخص زید بن حارثہؓ تھے جو خدام کی حیثیت
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئے تھے۔ جب آئے تھے تو پندہ
 بری عمر تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبرت کا آغاز ہوا تو حضرت زید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تیس سال تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پندرہ سال
 انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہ کر ہر طرح سے اور ہر جہت سے آپ کی
 زندگی کو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ اور اُن کی شہادت ایک خاص صورت
 واقعہ میں ملنے آتی ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ وہ بچپن میں والدین سے بچھڑ گئے تھے،
 اور خدا کی قدرت نے انہیں حضور تک پہنچا دیا۔ جب ان کے والدین ان کے

جہاں کہ موسم ہوا کہ ہڈیاں ٹھنڈی جگہ ٹھنڈی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو وہ کو منتظر آئے۔
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے بچنے کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اگر
موجودہ مسئلہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

”آپ کا بڑا احسان ہوا، اگر آپ ہمارے کسی بیٹے کا اندر

فرما دیں۔“

آپ نے فرمایا کہ۔

”میں دیکھ کر بے اختیار ہوں، وہ آپ کے ساتھ جانا چاہے

تو میں آپ کے ساتھ دعا کروں گا، اور اگر وہ میرے ساتھ

رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو میرے ساتھ رہنا چاہے

تو اسے ذرا ہمتی اپنے سے علیحدہ کر دوں۔“

آپ کی اس بات کے جواب میں، انہوں نے کہا کہ آپ نے بہت انصاف

کی بات کہی ہے۔ آپ زید کو طلب فرمائیے۔ جب حضرت زیدؓ ان کے سامنے

آئے تو حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”ہاں لوگوں کو بچا نئے ہو۔“

حضرت زیدؓ نے کہا:

”جی ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔“

آپ نے فرمایا کہ:

”یہ تمہیں گھر واپس لے جانے کے لیے آئے ہیں، تم جانا چاہو تو بڑی خوشی

سے ان کے ساتھ جاسکتے ہیں۔
 ان کے والد اور چچا نے بھی یہی کہا کہ ”ہم تمہیں سے جانا چاہتے
 ہیں۔“

حضرت زیدؓ بن حارثہ نے کہا کہ
 ”میں نے بن میں (حضرت کی طرف اشارہ) ایسی خیریاں دیکھی ہیں
 کہ جن کے بعد انہیں چھوڑ کر میں اپنے باپ اور چچا اور خشتوں
 کے پاس جانا نہیں چاہتا۔“

یہ تھی آپ کے اخلاق کے بارے میں آپ کے غلام کی گواہی۔ ایک غلام
 احسان مند تر ہو سکتا ہے لیکن آسان سا قرآن اور گویہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے مخدوم پر
 ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کوئی ایسی جہت
 اور اخلاق کی ایسی پاکیزگی دیکھی ہو کہ جس کے بعد اسے یہ ماننے میں ذرا تامل نہ ہو کہ
 میرا مخدوم نبی ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھئے کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کسی رسول
 قاطعیت کے آدمی نہیں تھے۔ مدینہ طیبہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکت
 قائم ہوئی تو انہیں ہجرت فرمائی مہاجرین میں ان کے گھرانے کا سلا بنایا گیا۔ یہ گواہی ایسی
 قاطعیت کے انسان کی گواہی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہیں نبوت سے پہلے میں

سال تک ایک گھر سے دوست کی حیثیت سے دشمنی اشرعہ سے اشرعہ و سلم کو دیکھنے کا
موتج لا، اُن کی نشست و برخاست آپ کے ساتھ تھی۔ اور کہ منکر میں سب
سے نایاب جن دعا و میری کی دوستی تھی ان میں سے ایک حضرت محمد سے اشرعہ و سلم
تھے اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک دوست اپنے دوست
کو پسند کر سکتا ہے، اس سے اپنے دل کی بات کہہ سکتا ہے۔ لیکن کبھی اتنا متفق
تو نہیں ہو سکتا کہ اُس کو نبی مان لے۔ حضرت صدیق کا بتانا اُن آپ کو نبی مان لینا
کتاب ہے کہ بیس سال کی ایک طویل مدت کے بعد ان میں انہوں نے آپ کو امداد
کی پاکیزگی اور کردار کی بندی کا جسم فروزا پایا۔ جب ہی تو انہوں نے یہ تسلیم کیا۔ اور
اس بات کا اعلان کیا کہ اسے بند کردار کا اسی یقینا نبی ہو سکتا ہے اور اس کو نبی
ہونا چاہیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام میں نے چھٹے اس لیے نہیں لیا کہ اس وقت وہ
دس سال کے تھے۔ انہوں نے دشمنی اشرعہ سے اشرعہ و سلم کے گھری میں پہلے اس پائی
تھی۔ لیکن دس سال کا بچہ بھی جس کے گھر میں ہر جس کے پاس دینا ہوا اُس کے ہر
پلو سے واقف ہوتا ہے۔ خصوصاً امتا ذیہن انسان جیسا کہ حضرت علیؑ اپنی خصوصیت
کی بنا پر آگے چل کر ثابت ہوئے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچپن میں بھی ایسا انہی
ذہانت رکھتے تھے کہ جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ذہین بچے کا اس بات کو

بلکہ دیندوں کو اپنے آپ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ — تو داعی حق کی یہ
 خصوصیت سامنے آتی ہے کہ وہ نہ صرف اللہ کی طرف دعوت دینے والا ہر
 طرف پاکیزہ عمل رکھنے والا ہو، بلکہ وہ بدترین دشمنوں اور انتہائی ناسازگار حالات
 میں بھی اپنے مسلمان برائے سے الگ کر دے۔ اپنے مسلمان برائے کو چھپانے
 نہیں۔ اپنے مسلمان برائے کا اعلان اور اقرار کرنے میں وہ نہ ڈرتا ہے، نہ ٹھیکے لٹھ
 ڈرتے۔ بلکہ کھلم کھلم یہ کہہ کر "میں میں مسلمان ہوں جو کچھ میں کاہی چاہتا ہوں کرتے؟"
 دوسرے الفاظ میں داعی حق کی تیسری بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہوتی چاہیے کہ
 وہ نہایت جری آدمی ہو، نہایت بہادر آدمی ہو۔ — کسی تبدل آدمی کا کام
 نہیں ہے کہ وہ خدا کے راستے کی طرف دعوت دے۔ جو خدا سے چوٹ لگنے پر
 پیچھے کی طرح بیٹھ جائے والا ہو۔ ایسا انسان کبھی خدا کے راستے کی طرف نہیں
 جاسکتا۔ خدا کے راستے کی طرف دعوت جو شخص دے سکتا ہے وہ، وہ ہے
 ہر سخت سے سخت دشمنی کے ماحول میں، مخالفت کے ماحول میں، خطرات کے
 ماحول میں، مسم کا علم سے کر اٹھ کھڑا ہو اور اس بات کی پیدائش کرے کہ اس کے
 نتائج کیا ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات، اس شجاعت
 کا ایک کھل اور عمل نمونہ ہے۔ کہ سترہ میں کھلم کھلا آپ نے دعوت اسلام پیش کی
 شہادت حق کا فریضہ انجام دیا اور ان لوگوں کے درمیان یہ کام جاری رکھا، جو آپ
 کے خونی کے پیارے ہو گئے تھے، اور جنہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ظلم و
 تشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھانے کی تھی۔ آپ مسلسل تیرہ سال تک اس

اہل کی تمام تر تدبیریں، اختیارات اور مصیبتوں کے درمیان اپنی دعوت پیش کرتے چلے گئے۔ پھر مزید جلیہ پہنچنے کے بعد جو حالات پیش آئے۔ جن سے لوگ اندیشہ بڑی روا نہیں سے سابقہ پیش آیا، ان میں بھی آپ کا قدم کبھی دھچکے نہیں ہٹا۔ غزوہ خندق کے مرتعہ پر جب کہ مسلمانوں کو تقریباً شکست ہو چکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے تمام پر موجود رہے بلکہ میدان جنگ میں برابر اس کے دشمن کی صفوں کی طرف ٹہکتے چلے گئے اور اس بات کو چھپایا بھی نہیں کہ ”میں کون ہوں؟“ آپ فرما رہے تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

”میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں۔ میں ابن عبدالمطلب ہوں۔“

یہ اعلان آپ اسی جنگ میں ایسے حالات کے ماحول میں کر رہے تھے، جب آپ دشمنوں کے گھونٹے میں تھے اور ساتھ صرف دو تین ساتھی رہ گئے تھے۔ اس وقت بھی یہ کہا کہ ”اے اے میں نبی ہوں۔“ اس سے ظاہر ہوا کہ ایک داعی حق کو اتنا شجاع اور اتنا بہادر ہونا چاہیے جو اللہ کی راہ کی دعوت دینے کے لیے کھڑا ہو۔ اگر داعی میں ہمت، شجاعت، استقامت اور بہادری کا جو ہر نہ ہو تو وہ اس راہ میں کھڑا ہو نہیں سکتا، اور اگر کھڑا ہو بھی جائے تو اپنی جردلی کی وجہ سے اُن اس دشمن کو نقصان پہنچانے کا سہم ہی جاتا ہے۔

یہ وہ چند باتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں۔ اگر اس پر

عزیز جانے تیری بجائے خود دعوت الی اللہ کا مکمل پروگرام ہے جس کے مطابق ہر
 جگہ ہر محل میں کام کیا جاسکتا ہے۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

